

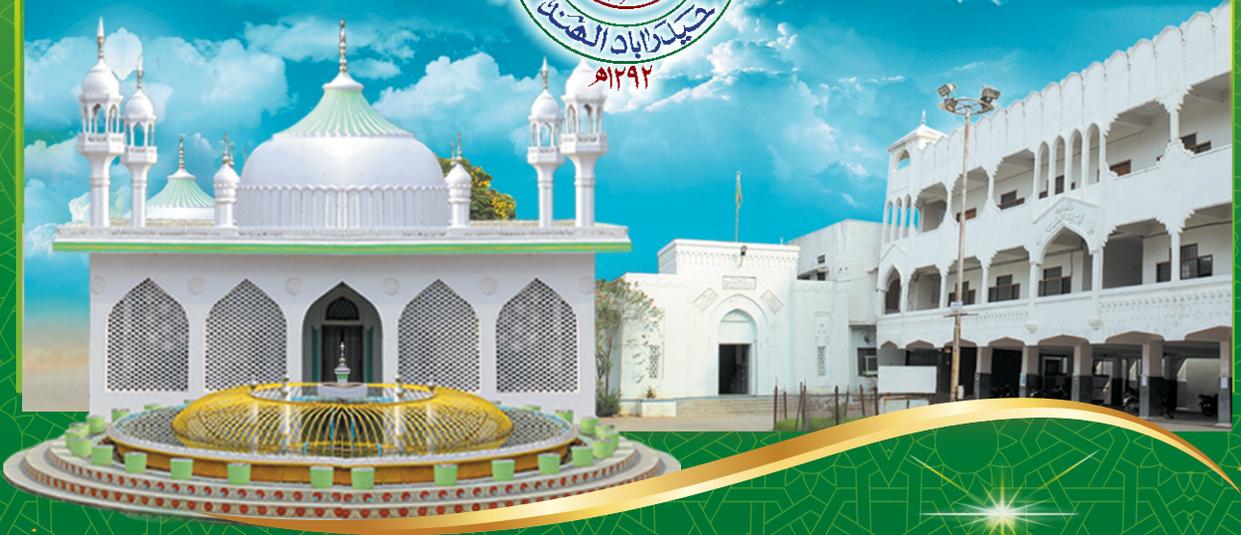
بارگاہِ نبوی ﷺ کی مقبول، عالم اسلام کی معروف اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ کاترجمان

انوار نظامیہ

2020



1441



شعبہ نشر و اشاعت جامعہ نظامیہ حیدرآباد الہند

www.jamianizamia.org E-mail: fatwa@jamianizamia.org fatwajamianizamia@yahoo.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی قائم کردہ اسلامی یونیورسٹی

جامعہ نظامیہ

کا علمی، تحقیقی، ادبی اور اصلاحی سالانہ مجلہ

انوار نظامیہ

شمارہ: 29 جمادی الاولیٰ 1441ھ جنوری 2020ء

مجلس ادارت

مدیر مسئول : مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ
مدیر : مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب مدیر عربی : مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب
نائب مدیر : مولانا شیخ محمد عبدالغفور صاحب نائب مدیر : مولانا محمد انوار احمد قادری صاحب
نائب مدیر عربی : مولانا محمد خالد علی قادری صاحب

مراسلت کا پتہ: مدیر مسئول انوار نظامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ فون: 24416847

کمپیوٹر کتابت: مولوی محمد وحید الدین کمپیوٹر آپریٹر جامعہ نظامیہ طباعت: مطبع ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ

مشمولات

5	مدیر مسؤل	پیش لفظ	1
6	ادارہ	جامعہ کے شب و روز	2
7	ادارہ	تعلیمی رپورٹ جامعہ نظامیہ	3
13	حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب، مفتی جامعہ نظامیہ	الافتاء	4
16	افادات: بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز	ضرورت شوری	5
23	مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ	ہندوستانی مسلمانوں کو ایک پیغام	6
30	عالمی محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولوی کامل جامعہ نظامیہ	پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیوں ضروری ہے؟	7
35	فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب علیہ الرحمہ	قصیدہ بردہ شریف چوتھی فصل کی عارفانہ تشریح	8
57	ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب	تعارف نفس و تزکیہ نفس	9
66	مولانا سید شاہ نعمت اللہ قادری صاحب	مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ نادرونایاب تحقیقی کتب کی اشاعت کا مفرد ادارہ	10
67	مولانا حافظ سید واحد علی صاحب	حضرت محبوب الہی کا پیغام انسانیت	11
75	ڈاکٹر محمد عظمت اللہ خان احساس صاحب	حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ ایک قادر الکلام شاعر	12
83	محترمہ سیدہ عطیہ فاطمہ صاحبہ	خواتین اسلام کیلئے حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کی ہدایات	13
88	محترمہ حافظہ فرحین بیگم صاحبہ	شیخ الاسلامؒ کا اسلوب اصلاح و تربیت	14
95	مولوی ذاکر حسین	موظا امام مالک میں فقہ مالکی کی غیر معمول بدروایات، ایک جائزہ	15
101	سیدہ درخشاں فاطمہ	امام اعظم ابوحنیفہؒ - شیوخ امام بخاریؒ کی نظر میں	16

107	مولوی سید شہباز	نثر المرجان فی رسم نظم القرآن - اہمیت و افادیت	17
111	مولوی محمد عمران	علم جرح و تعدیل، ایک مطالعہ	18
116	مولوی محمد عبدالمقصد حماد	مطالعہ کی اہمیت	19

مقالات علمی مذاکرہ

”مسلمانوں کو درپیش چیلنجز اور ان کا حل“

منعقدہ 19 جنوری بروز یکشنبہ، مقام جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

122	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ	وطن عزیز کا تحفظ اور مسلمانوں کا کردار ماضی حال اور مستقبل	1
144	مولانا حافظ محمد خالد علی قادری صاحب، نائب شیخ الأ دب جامعہ نظامیہ	موجودہ حالات اور ایمان کا تحفظ	2
154	ڈاکٹر سعید بن خاشن، اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	موجودہ حالات اور سیرت طیبہ سے رہنمائی نہ خطوط	3
171	مولانا سید رؤف علی صاحب، صدر مدرس دارالعلوم عربیہ کاؤرم پیٹھ	جدید چیلنجز اور مسلم خواتین کی ذمہ داری	4

186	اردو	حصہ نظم	
-----	------	---------	--

القسم العربي: النثر والشعر

محتويات العدد

192	الأستاذ غلام خواجه سيف الله، عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	المنتقى البلاغي من النبي التهامي <small>صلى الله عليه وسلم</small>	1
198	الأستاذ الحافظ محمد بن القريشي عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	تطور الشعر الحديث في الجمهورية اليمنية في القرن العشرين	2
202	د. سعيد بن مخاشن الأستاذ المساعد بقسم اللغة العربية وآدابها، جامعة مولنا آزاد الأردنية الوطنية	إسهامات شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقي في الإطار العالمي	3
215	الدكتورة أسماء بنت فضيلة الشيخ محمد حسن هيتو (من دولة الكويت)	شذرة ذهبية من شذرات شرح الرضوي لامية العرب	4
225	الأستاذ محمد ولي الله الشريف إدریس	المساجد خير بقاع الغبراء تتلألأ كنجوم السماء	5
233	الأستاذ سيد جميل الدين، المدرس بالجامعة النظامية	الشعر العربي في القرن الثامن والتاسع عشر في الهند	6
240	الحافظ سيد محمد مصباح الدين عمير، طالب التخصص في الفقه، بالجامعة النظامية	الفقه المقارن نشأته وتطوره عبر القرون	7
246	الحافظ سيد محمد بهاء الدين زبير، طالب التخصص في الفقه بالجامعة النظامية	”مقاصد الإسلام“ مشعل الحياة وموسوعة العرفان	8
181	العلامة السيد ابراهيم الاديب الرضوي رحمه الله	قصيدة في المديح النبوي الشريف	9

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله الطاهرين وأصحابه أجمعين. أما بعد!

احوال زمانہ کے تغیرات فطری عمل ہے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ حالات کے نشیب و فراز پر نظر رکھیں اور عامۃ المسلمین کی صحیح رہنمائی کریں۔ اس کا وسیلہ تحریر بھی ہے اور تقریر بھی ہے۔ سالنامہ 'انوار نظامیہ' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس میں اردو اور عربی زبان میں معیاری مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ پختہ کار قلم کاروں کے ساتھ صاحب ذوق طلبہ کو بھی موقعہ دیا گیا ہے تاکہ صلاحیتوں کو فروغ حاصل ہو اور ان کی حوصلہ افزائی ہو۔

حسب روایت جامعہ نظامیہ میں علمی مذاکرہ منعقد ہوا جس میں عصر حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا۔ مقالہ نگار علماء نے محنت اور جدوجہد کرتے ہوئے مسلمانوں کو درپیش مسائل پر روشنی ڈالی اور حل پیش کیا۔ ان مقالات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ علیہ الرحمہ کے فیضان کو جاری و ساری رکھے اور جامعہ نظامیہ کو تادور شمس و قمر سرچشمہ بعلم و حکمت بنائے رکھے۔



مدیر مسئول

(حضرت مولانا) مفتی خلیل احمد (صاحب)

شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ کے شب و روز

ادارہ

”ہوتا ہے جادہ پیم پھر کارواں ہمارا“

جامعہ نظامیہ اپنی تاسیس کے 150 سال کی طرف رواں دواں

”مسلمانوں کو درپیش چیلنجز اور ان کا حل“

(جامعہ نظامیہ میں علمی مذاکرہ)

تعلیمی رپورٹ بابت 1440ھ 2019ء

جامعہ نظامیہ کے زیر اہتمام ملک میں پہلی مرتبہ قراءات عشرہ کے رموز کے ساتھ

قرآن مجید کی اشاعت

جامعہ نظامیہ کی خدمات کو مشاہیر امت نے سراہا

پیر سید منصور الدین خالد الگیلانی، علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی اور دیگر کا دورہ



تعلیمی رپورٹ جامعہ نظامیہ

بابتہ ماہ شعبان 1440ھ مطابق ماہ اپریل 2019ء جامعہ نظامیہ

شرکاء امتحان کی جملہ تعداد 7397

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين
وعلى اله الطيبين الطاهرين وأصحابه الاكبرين أجمعين وعلى من احبهم وتبعهم باحسان الى يوم الدين .

اما بعد!

صدر اجلاس، ارباب حل و عقد، شیوخ و اساتذہ معظم، مہمانان مکرم مشائخ محتشم!

سرزمین ہندوستان میں جامعہ نظامیہ مرکز علم و عرفان اسلام کی چودہ سو سالہ تعلیمی روایات کا امین سواد اعظم مذہب حق اہل سنت و جماعت کا حقیقی ترجمان، قرآنی تعلیمات اور نبوی احکامات و فقہ اسلامی کا گہوارہ ہے، بلا کسی تحفظات و طبقات اعلائے کلمۃ الحق اور فروغ علم حق کی خاطر دل دردمند اور فکر ارجمند کے ساتھ سید العلماء و المشائخ عارف باللہ معارف دستگاہ، شیخ الاسلام حضرتہ العلام الشہاہ ابوالبرکات حافظ محمد انوار اللہ الفاروقی چشتی قادری رفاعی المخاطب خان بہادر الملقب بہ فضیلت جنگ صدر الصدور نور اللہ مرقدہ طیب اللہ شہاہ و جعل الجزیۃ مثواہ معنا اللہ بفیوضہ الروحانیہ و العلمیہ نے باشارہ رسالت پناہ علیہ التحیۃ و الثناء سنہ ۱۲۹۲ ہجری مطابق 1874 عیسوی جامعہ نظامیہ کا بہ دعائے دوام بطریق تقوی و توکل خیر الانام قیام عمل میں لایا، الحمد للہ مقام صد شکر و امتنان ہے کہ

ہزارہا وابستگان و مہمانان رسول کے درمیان اس گلستانِ علم و عرفان کی (149) ویں بہارِ مشام جان و ایمان کو مشکبار کر رہی ہے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کی ہم نام اور فیوض و اثرات کی مظہرِ عہد آصف جاہی کی یادگار اس دانش گاہ کو حضورِ پُر نور شافعِ یوم النشور صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے دربارِ گہر بار میں حمایت و قبولیت کا درجہ حاصل ہے، جس کی تصدیق و توثیق سنہ 1321 ہجری میں قطبِ زماں حضرت شرف الدین ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم رویاء میں شرفِ مشاہدہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ و الثناء کے طلبہ جامعہ نظامیہ میں تقسیم کردہ اسنادات پر نورانی دستخط سے مزین فرمانے کی غرض سے طلب فرمانے والے ایمان افروز واقعہ سے ہوتی ہے جس کا تذکرہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے بھی اپنی تصنیف لطیف ”مقاصد الاسلام“ میں فرمایا ہے، یہ نوید مسرت گویا دامنِ رحمۃ للعالمین کا استعارہ ہے جس کی وسعت میں نہ صرف طلبہ بلکہ انتظامیہ، اساتذہ، ہمدردان، محبان و جمیع وابستگان جامعہ نظامیہ شامل ہیں، اسی مقبولیت کے نتیجے میں جامعہ نظامیہ کے علمی و قلمی فیضان کے اثرات آج عرب و عجم اور بحر و بر کی وسعتوں میں پھیل چکے ہیں۔ یہ ابر کرم اٹھے گا ہر بُوئے رواں پہ برسے گا۔

حاضرین با تمکین!

الحمد للہ جامعہ نظامیہ کو قائم ہوئے (۱۳۹) سال ہوئے مورخہ ۹ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ ۱۳ جون ۲۰۱۹ء روزِ شنبہ کو نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ اس سال (۷۶۲) جدید طلبہ کو داخلہ دیا گیا۔ دارالاقامہ میں (۷۰۰) طلبہ کے لئے مفت قیام و طعام کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ ماقی طلبہ بیرونی حیثیت سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس طرح کل تعداد (۱۱۰۴) رہی۔ سال حال زیرِ تعلیم کلیۃ البنات کے طالبات کی جملہ تعداد (۵۵۰) ہے اس طرح کل تعداد (۱,۶۵۴) رہی

امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ مطابق ماہ اپریل ۲۰۱۹ء میں جملہ (۷,۳۹۷) طلبہ شریک ہوئے

جنکی تفصیل یہ ہے

- ۱) سالِ آخر سندی درجات میں شرکاء امتحان کی جملہ تعداد (۷۳۸) رہی اور کامیاب (۴۵۶) نتیجہ کامیابی % ۶۸ فیصد رہا۔ جن میں مولوی (۳۴۵) عالم (۲۱۹) فاضل (۱۲۱) کامل التفسیر (۳) کامل الحدیث (۴۶) کامل الفقہ (۳) کامل التاریخ (۱)
- ۲) مولوی تا کامل سال اول غیر سندی درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۱۲۲۷) رہی جن میں کامیاب امیدواروں کو سالِ آخر سندی درجات میں شرکت کا اہل قرار دیا گیا۔ کامیاب طلبہ کی تعداد (۶۳۴) رہی اور نتیجہ کامیابی % ۵۸ فیصد رہا۔

۳ ﴿تحتانی، وسطانی، اہلذمات شرعیہ و حفاظ درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۵۱۴) رہی جن میں (۴۲۵) طلبہ نے کامیابی حاصل کی۔ کامیاب طلبہ کو آگے کی جماعت میں شرکت کا اہل قرار دیا جا کر ترقی دی گئی اور نتیجہً کامیابی % ۹۷ فیصد رہا۔

نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس دارالعلوم عربیہ کاوڑم پیٹ، دارالعلوم العثمانیہ شاہ علی بندہ، انوارالعلوم الحسبیبیہ عثمان باغ، مدرسہ عربیہ انوارالعلوم بھوانی نگر، مدرسہ انوارالعلوم لطیفیہ امان نگر (B)، دارالعلوم البرکاتنیہ چندرائن گٹھ، مدرسہ انوارعثمانیہ عنبر پیٹ، دارالعلوم سیف الاسلام مسجد تیج جنگ خلوت، جامعہ انوارالعلوم ابوالحسنات تاڑ بن مدرسہ انوارالعلوم کریم نگر، مدرسہ عربیہ سراج العلوم راجپور، سے شعبہ وسطانی میں جملہ (۷۹) طلبہ شریک رہے اور مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی۔

۴ ﴿جامعہ کے شعبہ ”تحفیظ القرآن الکریم“ سے (۱۲) طلبہ اور بشمول ملحقہ مدارس (۳۴۸) طلبہ نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔

نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس، مدرسہ محمدیہ تعلیم الاسلام بنڈلہ گوڑہ حیدرآباد، مدرسہ عربیہ انوارالعلوم بھوانی نگر، مدرسہ حفاظ محمودیہ کشن باغ حیدرآباد، مدرسہ فیض القرآن موسیٰ باولی حیدرآباد، مدرسہ حسنت الانوار جامع مسجد اعظم پورہ، مدرسہ انوارالعلوم الحسبیبیہ عثمان باغ، باب العلم انوار محمدی پولیس کالونی بہادر پورہ، دارالعلوم محبوبیہ میر عالم تالاب نئی روڈ، حسن نگر حیدرآباد، مدرسہ نور الانوار کالا پتھر حیدرآباد، مدرسہ انوار الحسنات اچی ریڈی نگر نواب صاحب کٹھہ حیدرآباد، دارالعلم الشافیہ ایرہ کٹھہ حیدرآباد، مدرسہ انوارالقرآن تیگل کٹھہ حیدرآباد، مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم جامع مسجد نبوی تیج ای ایل راجپور، مدرسہ الجامعۃ القادریہ بہادر پورہ حیدرآباد، مدرسہ دارالعلوم البرکاتنیہ نرخی پھول باغ حیدرآباد، جامعہ انوارالقرآن حکیم پیٹ ٹولی چوکی حیدرآباد، مدرسۃ العطیۃ للبنات، بھوانی نگر حیدرآباد، مدرسہ عربیہ ذوالنورین بھوانی نگر حیدرآباد، مدرسہ انوارالعلوم الحسنات تاڑ بن حیدرآباد، دارالعلوم اسلامیہ نصریہ دبیر پورہ حیدرآباد، مدرسہ امام انوار اللہ دبیر پورہ، مدرسہ رحمت العلوم گوکٹنڈہ، مدرسہ حفاظ سیدنا ابوبکر صدیق، جامعہ حنفیہ جلال بابا نگر، مدرسہ عزیز سید آباد، مدرسہ شاہ جیلاں حافظ بابا نگر مدرسہ فیض نظامیہ، مدرسہ دارالعلوم قادریہ حیدرآباد، مدرسہ انوارالحسبیب کشن باغ، معہد برکات العلوم عیدی بازار، انوارالاسلام حیدرآباد، مدرسہ مشکوٰۃ العلوم عیدی بازار، انوارالعلوم محبوبیہ میر عالم ٹنگ، مدرسہ جمالیہ تعلیم القرآن، اسلامیہ جمیل العلوم فتح شاہ نگر، منہاج القرآن ماڈل ہائی اسکول، اسلامیہ فتح العلوم نشین نگر، انوارالصالحات حیدرآباد، عربیہ ارشاد العلوم یم یم پہاڑی شریف، مدرسہ انوارالحسنات مارکیٹ روڈ محبوب نگر، مدرسہ دارالعلوم صوفیہ محبوب نگر، مدرسہ عربیہ معراج العلوم محبوب نگر، مدرسہ دارالعلوم الحرمین محبوب نگر، مدرسہ فضل العلوم ناگر کرنول، دارالعلوم اشرافیہ کولم پلی، مدرسہ مصباح العلوم عالیہ کمالیہ مصباح کالونی اورنگ آباد، دارالعلوم نہری اورنگ آباد، دارالعلوم قادریہ تعلقہ کنگاوتی ضلع کپل کرناٹک، مدرسہ عربیہ

سراج العلوم رانچو کرناٹک، مدرسہ انوار العلوم کریم نگر، دارالعلوم عربیہ کاورم پیٹ جڑچرلہ، ضلع محبوب نگر، مدرسہ انوار الحسنات للبنات محبوب نگر، دارالعلوم انوریہ للبنات جڑچرلہ، ضلع محبوب نگر، جامعۃ روضۃ البنات بیدر، مدرسہ مدینۃ العلوم تانڈور، جامعہ ہاشمیہ بیدر، مدینۃ العلوم تجوید القرآن محبوب نگر، کنز العلوم انوریہ ناگر کرنول، عارف العلوم وقار آباد، عربیہ ضیاء القرآن محبوب نگر، دار عربیہ للبنات محبوب نگر، جامعہ یعقوبیہ وجے واڑا دارالعلوم صوفیہ محبوب نگر، ودیگر ملحقہ مدارس سے تکمیل حفظ القرآن الکریم میں جملہ (۳۴۸) طلبہ شریک رہے جن میں (۲۷۲) طلبہ نے تکمیل حفظ میں مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی جن میں (۶۴) طالبات بھی شامل ہیں۔

۵ ﴿ امتحانات قراءات سبعہ و عشرہ و قرأت سیدنا امام عاصم کوٹی کے شرکاء امتحان کی تعداد (۲،۵۱۹) رہی جن میں ذکور کی تعداد (۱۱۴۲) اناٹ کی تعداد (۱۳۷۷) ہے۔ امتحانات قرأت میں جملہ (۱،۹۷۷) امیدواروں نے مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی % ۸۵ فیصد رہا۔

۶ ﴿ ”امتحانات نصاب اہل خدمات شرعیہ“ ان امتحانات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۱،۵۸۸) رہی جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام امتحان	تعداد شرکاء امتحان	کامیاب شدگان
نائب قضاات	۲۶۵	۲۰۵
خطابت	۲۱۱	۱۸۸
امامت	۶۹۲	۵۲۰
مؤذنی	۱۷۵	۱۳۱
ملا	۲۴۵	۲۰۴
جملہ شرکاء امتحان	۱۵۸۸	۱۲۴۸

اور نتیجہ کامیابی % ۸۶ فیصد رہا۔

الحمد للہ اس سال جدہ (سعودی عربیہ) میں بھی شعبہ ”امامت“ اور ”قرأت عاصم کوٹی“ کا سنٹر قائم کیا گیا۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی قرأت سیدنا امام عاصم کوٹی اور نصاب اہل خدمات شرعیہ کے امتحانی مراکز شہر کے علاوہ اضلاع و علاقہ جات، کاورم پیٹ، جڑچرلہ، محبوب نگر، کولم پلی، بیکنور، کرنول، کاماریڈی، نارائن پیٹھ، کریم نگر، اچھم پیٹھ، وجے واڑا، رانچو، گلبرگہ شریف،

بنگلور، کپل، بیدر شریف، گنگاوتی، ناندیڑ، پر بھنی، اورنگ آباد، بیجاپور، ہنے گاؤں، نلدرک، ہیمیلی، پونے، کڈپہ، نظام آباد، رتناگری مہاراشٹرا، وغیرہ میں قائم کئے گئے۔

۷ ﴿ڈپلوما ان عربک﴾ یہ امتحان عربی زبان سیکھنے کے خواہشمند اصحاب کیلئے مقرر کیا گیا تاکہ عوام میں عربی زبان اور قرآن فہمی کا شوق پیدا ہو۔

سال حال اس امتحان میں (۳۸۴) طلبہ و طالبات شریک رہے جن میں (۳۲۵) امیدواروں نے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی %۹۰ فیصد رہا۔

۸ ﴿کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ﴾

کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ واقع قاضی پورہ میں سال گذشتہ شریک امتحان طالبات کی تعداد (۱۰۵۲) رہی جن میں (۷۱۱) طالبات نے کامیابی حاصل کی، کامیاب طالبات کو آگے کی جماعتوں میں ترقی دی گئی۔ اور نتیجہ کامیابی %۷۹ فیصد رہا۔

مولوی (۴۷۱) عالم (۲۰۱) فاضل (۸۳) کامل الثفسیر (۱) کامل الحدیث (۷) کامل الفقہ (۳)

ڈپلوما ان عربک (۶۰) قرأت امام عاصم کوٹی (۱۱۰) اہل خدمات شرعیہ (۱۱۶)

سال حال زیر تعلیم طالبات کی تعداد (۵۵۰) ہے۔ مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں شرکاء امتحانات سالانہ منعقدہ

ماہ اپریل ۲۰۱۹ء کی جملہ تعداد (۷،۳۹۷) رہی جن میں کامیاب طلبہ کی تعداد (۵،۴۱۶) رہی اور نتیجہ کامیابی %۷۳ فیصد رہا۔

سندی درجات مولوی تا کامل میں جملہ (۴۶۲) امیدوار اور حفظ قرآن مجید میں جملہ (۲۷۲) طلبہ و طالبات فراغت حاصل کئے

ہیں جن میں حسب روایت قدیم (۹۹) فاضلین جامعہ اور (۲۷۲) حفاظ کو دستار فضیلت و خلعت حفظ شیوخ کرام جامعہ نظامیہ کے

دست مبارک سے عطاء کئے جائیں گے اور مولوی تا کامل میں جملہ (۴۶۲) طلبہ و طالبات کو اسناد عطاء کئے جائیں گے۔

گولڈ میڈلس

جامعہ نظامیہ کے امتیازی درجہ سے کامیاب طلبہ و طالبات کو گولڈ میڈلس دیئے جاتے ہیں۔ الحمد للہ سال حال حسب ذیل

اصحاب کی جانب سے گیارہ (۱۱) گولڈ میڈلس دیئے جا رہے ہیں۔

سلسلہ	نام امیدوار	جماعت	منجانب	گولڈ میڈل
1	محمد عمران عثمانی بن عبدالہادی عثمانی	کامل الحدیث	محترم محمد مصلح الدین جاوید صاحب بتوسط بزم طلباء قدیم و مجانب جامعہ (جدہ)	حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ بانی جامعہ نظامیہ
2	محمد عامر الدین غوری بن محمد ولی الدین غوری	کامل الحدیث	www.mdkhajasharif.com	مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ
3	طالب بن علیان بن علیان بن غفور	کامل الحدیث	شاگرد رشید	مولانا غلام احمد صاحب سابق شیخ المعقولات
4	عقیقہ شبنم بنت محمد شاہین	فاضل سوم	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہی، سکندر آباد	حضرت شاہ عبدالقادر صوفی محدث سکندر آباد
5	سید محمد مصباح الدین عمیر بن سید ضیاء الدین صاحب	فاضل سوم	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہی، سکندر آباد	حضرت شاہ ولی اللہ صوفی محدث دہلوی
6	سید محمد اسعد پاشاہ بن سید محمد اعظم پاشاہ	فاضل سوم	الحاج فرید احمد خان وارثی نظامی، سجادہ نشین درگاہ خاکی شاہ وارثی	حضرت سیدنا وارث علی شاہ
7	محمدی بیگم بنت سید غوث	فاضل سوم	الحاج فرید احمد خان وارثی نظامی، سجادہ نشین درگاہ خاکی شاہ وارثی	حضرت غوث علی شاہ وارثی
8	نصرت النساء بن محمد عبدالغنی	فاضل سوم	منجانب: محترم سراج محمد خان صاحب (صدر الحراء ایجوکیشنل سوسائٹی)	محترم سرتاج محمد خان صاحب مرحوم
9	رقیہ فاطمہ بنت محمد جہانگیر	فاضل سوم	انتظامی کمیٹی درگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ	حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ
10	محمد فرحان بن برکت سلام اللہ	عالم دوم	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہی، سکندر آباد	حضرت شاہ عبدالعزیز صوفی محدث دہلوی
11	جی ثناء احمد بن جی عبدالکریم	قراءت عشرہ	مولوی سید خلیل احمد قادری صاحب، معلم ریاضی جامعہ نظامیہ	نواب احمد یار جنگ

علاوہ ازیں امتیازی درجہ سے کامیاب شدہ طلبہ و طالبات کو انعام تعلیمی و گولڈ میڈلس اور انعامات تقریری بدست مہمانان

خصوصی عطا کئے جائیں گے۔

فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب
صدر مفتی جامعہ نظامیہ

فتاویٰ مجلہ نظامیہ ۲۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ - ۲۵ / جنوری ۲۰۲۰ء ہفتہ

الإستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکروں یا دوسرے جانوروں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے بجلی کے مشین کا بیٹن دبا دیا جائے اور ایک وقت میں سارے جانوروں کے سر کٹ جائیں تو مسلمان ایسے جانوروں کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الإفتاء

شرعاً جانور ذبح کر نیوالے کا مسلمان یا اہل کتاب ہونا اور اللہ کے نام سے ذبح کرنا شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ کتاب الذبائح میں ہے: وأما شرائط الذکاة فانواع و منها أن یکون مسلماً أو کتابياً و منها التسمیة حالة الذکاة - یہود و نصاریٰ اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ غیر خدا کے نام سے یا مسیح علیہ السلام کے نام سے کائے ہیں تو ایسے جانور کا گوشت کھانا مسلمان کیلئے حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ صفحہ ۳۱ میں ہے: انما تؤکل ذبیحة الكتابی اذا لم یشهد ذبحه ولم یسمع منه شیء أو شہد و سماع منه تسمیة اللہ تعالیٰ وحده لأنه اذا لم یسمع منه شیئا یحمل علی أنه قد سمی اللہ تعالیٰ تحسیناً للظن به كما بالمسلم ، ولو سماع منه ذکر اسم اللہ تعالیٰ لکنه عنی باللہ وعز وجل المسیح علیہ السلام قالوا تؤکل الا اذا نص فقال بسم اللہ الذی هو ثالث ثلاثة فلا یحل ، فأما اذا سماع منه سمی المسیح علیہ السلام وحده أو سمی اللہ سبحانہ وسمی المسیح لا تؤکل ذبیحته۔

اگر جانور کو حلقوم کی طرف سے ایسا ذبح کریں کہ گردن جسم سے علیحدہ ہو جائے تو یہ فعل مکروہ ہے اور جانور حلال ہے اور اگر اوپری حصہ سے ایسا

عمل کیا جائے تو حلقوم مری اور شررگ کٹنے سے قبل جانور مر جاتا ہے، اسلئے وہ مردار ہو جائے گا۔: ولو ضرب عنق جزور أو بقرة أو شاة و أبانها و سمي فان كان ضربها من قبل الحلقوم تؤكل وقد أساء، فان ضرب على التأتى و التوقف لا تؤكل لأنها ماتت قبل الذكاة فكانت ميتة۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ صفحہ ۳۱۹

لہذا صورت مسئول عنہا میں برقی مشین سے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت مسلمان کیلئے حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

شرح دستخط محمد عظیم الدین غفرلہ

مفتی جامعہ نظامیہ

صح الجواب اصاب الحیج (مشین کے ذریعہ سے جو بھی جانور ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت کھانا مسلمانوں کیلئے بالکل حرام اور ناجائز ہے۔)
شرح دستخط سید طاہر شرح دستخط غلام احمد فصیح الجواب شرح دستخط منیر الدین شیخ الحدیث، خطیب مکہ مسجد حیدرآباد

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ویسٹ مارکیٹنگ پرائیویٹ لیمیٹڈ ایک ایسی کمپنی ہے، جو گھریلو استعمال کی اشیاء بناتی ہے اور اپنے سارے کاروبار میں کسی ریٹیلر ہول سیلر کسی فلمی اداکار کی تشہیر کے بغیر کاروبار کرتی ہے اور اپنا سارا منافع عام لوگوں میں تقسیم کرتی ہے۔ یہ ایک موقع دیتی ہے سارے لوگوں کو کاروبار کرنے کا اور کسی قسم کا سرمایہ طلب نہیں کرتی۔ اسکے کاروبار کا طریقہ کچھ اس طرح ہے:
اگر زید کمپنی سے سامان خریدتا ہے تو اسکو ڈسکاؤنٹ پر دیا جاتا ہے۔ اگر یہ کمپنی کے ساتھ کاروبار کرے اور خالد کو یہاں سے سامان دلانے تو خالد کو بھی ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے اور زید کو کمپنی اپنے منافع میں سے کچھ حصہ دے گی۔

کمپنی اپنے منافع کو کچھ اس طرح تقسیم کرتی ہے

۴۰ فیصد کمپنی خود رکھتی ہے، جسمیں سارے اخراجات وغیرہ برداشت کرتی ہے۔

۲۰ فیصد سارے گاہوں، صارفین کو ڈسکاؤنٹ دیتی ہے (کئی قسم کے)

۴۰ فیصد میں سے ان سارے لوگوں کو تقسیم کرتی ہے، جسکی وجہ سے کمپنی کو بہت زیادہ کاروبار ہوا۔ پرفارمنس

بولس، ٹراویل فنڈ، گھر کا فنڈ اور لیڈر شپ بولس کی شکل میں۔ اس کے ذریعہ ہر شخص اپنا کاروبار کر سکتا ہے، بغیر کسی پیشگی رقم کے۔

ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا۔

الافتاء

بشرط صحت سوال صورتِ مسئول عنہا میں خریدار اپنی ضروری اشیاء کمپنی سے خریدنے میں اسکو بازاری قیمت سے کچھ کمی کے ساتھ فروخت کیا جائے اور وہ مزید افراد کو ترغیب دلا کر کمپنی سے خریدی کروانے پر اس خریدار اور ترغیب دلانے والے کو کمپنی اپنے حاصل کردہ نفع (جو کمپنی کی ملک ہو چکا ہے) سے کچھ فیصد نفع ادا کرے تو شرعاً خریدار اور ترغیب دلا کر خریدار کو لانے والا دونوں کیلئے کمپنی کی طرف سے نفع میں سے دی جانے والی رقم لینا شرعاً درست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ کتاب البیوع میں ہے: وأما حکمہ فنبوت الملک فی المبیع للمشتري و فی الثمن للبائع اذا کان البیع باتا وان کان موقوفا فنبوت الملک فیہما عند الاجازة کذا فی محیط السرخسی۔ اور اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۴۴۱ میں ہے: و اذا اخذ السمسار اجر مثله هل یطیب له ذلک تکلموا فیہ قال الشیخ الامام المعروف بخواہر زادہ یطیب له ذلک و ہکذا عن غیرہ والیہ اشار محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الكتاب ہکذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ فقط واللہ اعلم

محمد عظیم الدین غفرلہ، مفتی جامعہ نظامیہ صاحب الجیب (شیخ المعقولات) اصاب بن اجاب (شیخ الثغیر)
الجواب صحیح (شیخ التجدید) اصاب فیما اجاب (شیخ الفقہ)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالدہ نے اپنی والدہ ہندہ سے ایک ہزار روپے کے عوض ہندہ سے چار لیکر چوبیس گنتے زمین خریدی، رجسٹری کی استطاعت نہ ہو سکی بنا پر خرید و فروخت کی کاروائی ایک روپیہ کے اسٹامپ پیپر پر انجام دی گئی۔ اس سے شرعاً بیع منعقد ہوئی یا نہیں۔ اس بیع کے منعقد ہونے کے بعد وہ جائیداد کس کی ملک رہے گی۔ مزید اس میں پختگی کے لئے ہندہ کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نے اپنے مالی تعاون سے خالدہ کے نام رجسٹری بھی کروادی۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ اب مذکورہ اراضی میں ہندہ مرحومہ کی دیگر لڑکیاں حصہ کی دعویٰ ہیں۔ مخفی مباد کہ ہندہ نے اپنی مذکورہ اراضی فروخت کر کے بالکل خالدہ کے قبضہ میں دیدیا تھا؟ بینوا توجروا

الافتاء

شرعاً ایجاب وقبول سے بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ اور جب ایجاب وقبول حاصل ہو جاتا ہے تو بیع لازم ہو جاتی ہے جیسا کہ قدوری کتاب البیوع میں ہے: البیع ینعقد بالا ایجاب والقبول و اذا حصل الا ایجاب والقبول لزم البیع۔
مذکورہ در سوال صورت میں جس وقت ہندہ نے ایک ہزار روپے کے عوض اپنی مذکورہ در سوال اراضی فروخت کر دی تو وہ اراضی خالدہ کی ملک ہو گئی، چونکہ بیع کی وجہ سے وہ اراضی ہندہ کی ملک نہیں رہی، اس لئے ہندہ مرحومہ کی لڑکیوں کا ادعاء وراثت شرعاً باطل ہے۔
مذکورہ اراضی خالدہ کی ملک ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عظیم الدین غفرلہ، مفتی جامعہ نظامیہ الجواب صحیح (شیخ التجدید) اصاب فیما اجاب (شیخ الفقہ)

کلام الإمام — امام الکلام

ضرورتِ شوریٰ

افادات: شیخ الاسلام عارف باللہ

امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی جامعہ نظامیہ

حق تعالیٰ مسلمانوں کی تعریف میں فرماتا ہے: ”وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ“ (سورۃ الشوری، آیت نمبر: 38) یعنی مسلمانوں کے کام باہمی مشورت سے ہوا کرتے ہیں۔ اور خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ“ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر: 159) یعنی صحابہ سے مشورت کیا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم لدنی حاصل تھے صحابہ کو کہاں نصیب! باوجود اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے شوریٰ کرنے کا حکم تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جس سے رائے لی جاتی ہے اس کو خاص قسم کی موافقت اور انس پیدا ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ نے جو آیت مذکورہ میں مسلمانوں کی تعریف کی کہ ”وہ شوریٰ سے کام کیا کرتے ہیں“ اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کو خیر خواہانہ رائے دینے کا حکم ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے ”الدين النصيحة“ یعنی کامل دین خیر خواہی ہے۔ غرضکہ آیت مذکورہ میں مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور موافقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس اتحاد اور موافقت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی سے رائے میں غلطی بھی ہو جائے تو

آیات اور احادیث اور قرآنِ قویہ دیکھنے کے بعد ہر منصف مزاج مسلمان کا وجدان گواہی دے گا کہ علی کرم اللہ وجہہ اور ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہم میں کمال درجہ کا اتحاد اور اتفاق تھا اور مخالفت کی روایتیں بے اصل محض ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کو ان حضرات سے اس درجہ خلوص تھا کہ اگر غائبانہ بھی کوئی ان کا ذکر بے طریقہ کرتا تو آپ منع فرمادیتے۔

عمران، آیت نمبر: 103) نعوذ باللہ خلاف واقعہ ہے!!۔
صاحب ناسخ التواریخ نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ عمرؓ
خلافت کے اہل نہ تھے کیوں کہ ان کی رائے میں خطا واقع
ہوئی اور ان کی عمر بھر کی جانفشانیاں اور حسن تدابیر جن کو خود
نے بھی ذکر کیا ہے سب کو نسیا منسیا کر دیا۔

غزوہ بدر میں جب کفار مکہ گرفتار ہوئے تو حضرت رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ ان کو قتل
کیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ
نے رائے دی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دینا مناسب ہے۔ عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا: قتل کرنا مناسب ہے!۔ اور بعض صحابہ نے
ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر اتفاق کیا اور بعض نے عمر رضی
اللہ عنہ کی رائے پر۔ چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر
رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا۔ اس کے بعد یہ آیت شریفہ
نازل ہوئی: ”مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ
يُثْبِتَ فِي الْأَرْضِ، تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ
الْآخِرَةَ، وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ“۔ لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ
سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ (سورة
الانفال، آیت نمبر: 67/68) یعنی نبی کو سزاوار نہ تھا کہ
قیدیوں کو مال لے کر چھوڑ دیتے اور قتل نہ کرتے، تم لوگ
(اے صحابہ!) سامان دنیا چاہتے ہو اور اللہ آخرت، اور اللہ
عزت والا غالب اور حکمت والا ہے، اگر کتاب میں پہلے سے
اس تصور کی معافی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا اس پر بڑا ہی

دوسرا اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ
نے ایک بار کسی زانیہ کو رجم کرنے کا حکم دیا، اتفاقاً وہ حاملہ
تھی، علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً متنبہ کیا کہ یہ حاملہ ہے، اگر
اس وقت اس کو رجم کیا جائے تو بچہ بے قصور ضائع ہو جائیگا!
عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا اور فرمایا: ”لَوْ لَا عَلِيٌّ
لَهْلَكَ عَمْرٌ“ یہ ”وَ أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ“ کی
برکات تھیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا فرض ادا کیا اور عمر رضی
اللہ عنہ نے اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر ان کا شکر یہ ادا کیا۔

اس زمانہ میں اگر کوئی ایسا واقعہ پیش ہو جائے تو عمر بھر
اپنے جلسوں میں بطور افتخار کہا کریں گے کہ ہم نے ایسے
بڑے شخص کو زک دی! مگر ان حضرات کے نفوس قدسیہ اس قسم
کی تعلیٰ کو ہرگز گوارا نہیں کرتے تھے، دیکھئے کسی بھی روایت
میں یہ بات نہیں ملے گی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے کسی بھی جلسہ
میں بطور افتخار فرمایا ہو کہ میں نے عمرؓ کو ایسا ایسا ذلیل کیا! آخر
ان حضرات ہی کی باتیں حدیث کی شکل میں ہم تک پہنچی
ہیں، اگر ایک بار بھی آپ یہ فرماتے تو ضرور حدیث و سیرت
کی کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ اگر اس واقعہ کو نکتہ چینی
سمجھائے تو پہلے یہ فرض کرنا ہوگا کہ معاذ اللہ ان حضرات کے
نفوس بھی ہمارے ہی جیسے رشک، حسد، کینہ اور خود غرضی سے
بھرے ہوئے تھے اور حق تعالیٰ نے جو ان کی تعریف کی ہے
:”رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ (سورة الفتح، آیت نمبر: 29) اور آیت
شریفہ: ”فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا“ (سورة آل

ہیں ان کی کیسی وقعت اور محبت اس میں ملحوظ ہوا کرتی ہے؟ کبھی سنا نہیں گیا کہ کسی نے اپنے لڑکے کا نام فرعون یا ابوجہل رکھا ہو۔ تاریخ الخلفاء کے صفحہ 85 میں متعدد کتب احادیث سے منقول ہے کہ ایک بار عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے، اثنائے خطبہ میں نہایت بلند آواز سے کہا: ”یا ساریۃ الجبل! یا ساریۃ الجبل! یعنی اے ساریہ! پہاڑ کے متصل ہو جاؤ۔“ ساریہ، ایک شخص تھے جن کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر پر امیر بنا کر عجم کی طرف روانہ فرمایا تھا، جس کو کئی دن گزرے تھے، لوگوں نے دیکھا کہ کہاں ساریہ؟ اور جبل کیسا؟ اور خطبہ کو اس سے تعلق ہی کیا؟ اس حرکت سے عین خطبہ میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعضوں نے صاف کہہ دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو جنون ہو گیا ہے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں سے فرمایا: تم عمر رضی اللہ عنہ کے معاملات میں دخل نہ دو! دیکھ لو گے کہ کوئی بات اس میں ضرور نکل آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک مہینہ کے بعد جب اس لشکر کا ایک شخص فتح کی خوشخبری دینے کو آیا تو اس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز ہم لوگ ملک عجم میں جبل نہاوند کے قریب تھے اور ایسا وقت آ گیا تھا کہ ہم کو شکست ہو جائے، اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ ”یا ساریۃ الجبل“ یہ سنتے ہی ہم نے پہاڑ کو اپنی پیٹھ پر کر لیا اور کفار سے مقابلہ

عذاب نازل ہوتا۔ چونکہ فدیہ کی رائے دینے والوں پر اس آیت شریفہ سے سخت عتاب الہی معلوم ہوا، اس وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری تھا کہ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: اگر فدیہ لینے پر عذاب نازل ہوتا تو تمہارے سوائے کوئی نجات نہ پاتا۔ چونکہ عمر رضی اللہ عنہ ایسے واقعات دیکھ چکے تھے، اس لئے اگر کوئی غلطی ہوتی تو فوراً متنبہ ہو جاتے اور خوف الہی آپ پر طاری ہو جاتا، اسی وجہ سے کہا: ”لولا علی لہلک عمر“۔ جس طرح آیت شریفہ ہے میں ”لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ“ (سورۃ الانفال، آیت نمبر: 68)

غرضکہ رائے میں غلطی ہونا کوئی نئی بات نہیں، مقتضائے بشریت ہے۔ اس سے کسی کے مرتبہ میں فرق نہیں آتا۔ غرضکہ جتنے مخالفت کے قصے بیان کئے جاتے ہیں ان تصریحات سے ثابت ہے کہ وہ بے اصل محض اور سراسر باطل ہیں۔ اور ان حضرات میں باہمی کمال درجہ کی محبت تھی۔ تاریخ الاسلام میں مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کے تیرہ (13) صاحبزادے تھے، جن کے نام: محمد، عباس، جعفر، ابوبکر، عمر، عثمان وغیرہ تھے۔ اب غور کیجئے کہ اولاد کے نام جن بزرگوں کے رکھے جاتے

قلب و جناح بیکبار جنبش نمودند و حملہ گراں اقلندند۔ چنانچہ اعاجم را نیروے درنگ نمازند پس پشت با جنگ کردند و عرب از دبال ایشان بتاختند و ہمہ مردم را سخاک انداختند در جنگ نہاوند صد ہزار کس از عجم کشتہ شد۔“ مصنف علامہ نے نصف واقعہ کو تحریر فرمایا دیا کہ ”یا ساریہ الجبل الجبل“ کی آواز غیب سے آئی۔ رہا یہ کہ وہ کلام عمر رضی اللہ عنہ کا تھا، سو کسی مذہبی مصححت سے اس کو حذف کر دیا۔

مشورت بوقت جنگ شام

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح الشام کے صفحہ 215 میں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے شام کے بہت سے شہر فتح کر لئے، شاہنشاہ ہرقل گھبرایا اور تمام صوبوں سے فوجیں طلب کر کے دس لاکھ کاشکر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیج دیا اور ادھر صرف تیس ہزار 30,000 آدمی تھے ابو عبیدہ ابن الجراح جو امیر لشکر اسلام تھے، انہوں نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی لکھی کہ ہرقل کاشکر اتنا کثیر التعداد ہے کہ صرف جنگجو سپاہی اس میں آٹھ لاکھ ہیں، اس لئے مکئی فوج جلد روانہ فرمائی جائے اور عبد اللہ ابن قرط کو دے کر تاکید کی کہ جس قدر ممکن ہو جلد مر اسلہ پہنچائیں، چنانچہ وہ آٹھ دن میں مدینہ منورہ پہنچے ایسے وقت میں کہ صحابہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں جمع تھے اور خط عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر تمام حضار کو سنایا، جس سے تمام صحابہ سخت متفکر ہوئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا: میں اس لڑائی کا حال نبی صلی اللہ

کیا، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہماری فتح ہو گئی۔
 علی کرم اللہ وجہہ چونکہ امام الاولیاء تھے جانتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت فقط ظاہری نہیں بلکہ خلیفۃ اللہ ہیں، دیکھنے کو تو یہاں ہیں مگر عالم پر حکومت کر رہے ہیں۔ دور و نزدیک ان کے حق میں یکساں ہے۔ ان اسرار کو دوسرے کیا جانیں؟۔ انہوں نے بے سبھی سے کہہ دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ مجنون ہو گئے! کیونکہ بے تکی باتیں فتورِ دماغ کی علامت ہیں۔ تعجب نہیں کہ یہ خیال مستقل اور پختہ ہو جاتا اور عمر رضی اللہ عنہ معزول کر دیئے جاتے، مگر علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً روک دیا اور اس فتنہ کو جڑ پکڑنے نہ دیا۔ دیکھئے اگر آپ کو عمر رضی اللہ عنہ سے مخالفت ہوتی تو یہ عمدہ موقع ہاتھ آ گیا تھا کہ لوگوں کے خیالات کی تائید کرتے اور فرماتے کہ بیشک اس بے تکی بات سے ان کا ہذیان و جنون ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اب وہ قابلِ خلافت نہ رہے۔

اس واقعہ کو ناخ التواریخ کی جلد دوم کے صفحہ 401 میں لکھا ہے: مع القصة اس وقت لختے غلبہ با عجم افتاد و عرب را پس بر دساریہ بن عامر الحثعمی در میان جنگ ناگاہ آواز سے شنید کہ گویندہ گفت ”یا ساریہ الجبل الجبل“ یعنی از جانب کوہ پر حذر باش! چوں ساریہ بجانب کوہ نگر یست جماعتی از عجم را وید کہ کمین نہادہ اند پس با مردم خود برایشان حملہ برد و آں۔ جماعت را بعضے بکشت و برنے را ہزیمت کرد آں پس آں عرب دیگر بارہ قوت کردند و از چپ و راست و

فرمایا کہ کیا تم نے عمر رضی اللہ عنہ سے دعا نہیں کرائی؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ان کی دعا خالی لوٹائی نہیں جاتی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ ”میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے“، ان کا حکم موافق قرآن کے حکم کے ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”اگر دنیا پر عذاب اترتا تو عمرؓ کے سوائے کوئی اس سے نجات نہ پاتا“، کئی آیتیں ان کی شان میں نازل ہوئیں، وہ زاہد اور پرہیزگار اور نوح علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔ اور اس قسم کی بہت سی فضیلتیں بیان کیں۔

مقصود یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی جب دعا تم نے لی ہے تو اب کسی قسم کی فکر و تردد نہ کرو؛ کیونکہ جن کے یہ فضائل ہوں ان کی دعا کبھی رد نہیں ہو سکتی۔ اس سے ظاہر کہ عمر رضی اللہ عنہ کی کس قدر وقعت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں تھی اور کیسا خلوص تھا۔ اور ”واقدی“ میں یہ روایت بھی ہے کہ: جب سعید ابن عامر مکہ معظمہ اور طائف سے ایک ہزار کا لشکر جمع کر کے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تائید کو نکلے اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت لینے کو مدینہ منورہ آئے اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وصیتیں کیں۔ علی کرم اللہ وجہہ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ مجلس کے اختتام پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: اے سعید! اپنے امام امیر المؤمنین کی وصیتوں کو یاد رکھو، یہ وہ شخص ہیں کہ ان سے مسلمانوں کے چالیس 40 عدد کی تکمیل ہوئی۔ ان کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم سے سن چکا ہوں، فرماتے تھے کہ یہ لڑائی ایسی سخت ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گی اور صلیب کی پرستش کرنے والے اس میں ہلاک ہوں گے۔ اے امیر المؤمنین! آپ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام تسکین کا خط لکھ دیجئے! چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے جسٹخبر و مشورہ علی کرم اللہ وجہہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مراسلہ لکھا، جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ:

”فتح، لشکر کی کثرت سے متعلق نہیں ہے بلکہ خدا کی مدد پر موقوف ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تھوڑے لوگ لشکر کثیر پر غالب آجاتے ہیں، اب تم خدا پر توکل کرو، اور صبر سے کام لو“۔ اور خط لپیٹ کر عبد اللہ بن قرط کے حوالہ کیا، انہوں نے دعائے خیر کی درخواست کی، اور آپ رضی اللہ عنہ نے دعائیں دیں، پھر وہ عرض سلام کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے، اس وقت وہاں علی کرم اللہ وجہہ معہ ہر دو صاحبزادوں اور حضرت عباس اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعد عرض سلام جب میں رخصت ہونے لگا تو علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اے ابن قرط! کیا ابھی جاتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! کیونکہ مجھے فکر ہے کہ اگر میں عین معرکہ کے وقت وہاں پہنچوں اور وہ لوگ میرے ساتھ کمکی فوج نہ دیکھیں گے تو بے صبری کا اندیشہ ہے، اس لئے میری آرزو ہے کہ لڑائی سے پیشتر میں وہاں پہنچ جاؤں اور امیر المؤمنین نے جو نصیحتیں زبانی فرمائی ہیں ان کو سنا دوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے

مقابلہ میں لشکر اسلام کی قوت دیکھی جائے تو فیصدی صفر کے سوائے اور کچھ جواب نہیں ہو سکتا، ممکن نہیں کہ ان کو فتح کر سکتے۔ کیونکہ مخالفت باہمی کا یہ انجام ہوتا ہے کہ ہوا اکھڑ جاتی ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ“ (سورۃ الانفال، آیت نمبر: 46) یعنی اے مسلمانو! آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس سے بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔

دیکھئے کہ مخالفت باہمی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہی علی کرم اللہ وجہہ ہیں جنہوں نے فوج کفار کی تعداد لاکھوں کی سن کر فرمایا تھا کہ ”میں ملک شام کو الٹ دوں گا“ اور خود بہ نفس نفیس ایک لاکھ فوج کو ہمراہ لے کر چودہ مہینے معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرتے رہے اور دونوں طرف برابر کی فوجیں تھیں، بلکہ آپ کی طرف کثیر التعداد صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جنہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں بہادران عرب کے دلوں پر اپنی جوانمردی کا سکہ جمادیا تھا، باوجود اس کے معاویہ رضی اللہ عنہ کا ملک شام بھی فتح نہ ہو سکا! جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں شام و عراق اور عجم فتح ہوئے اور یورپ و افریقہ میں جہاں تک گئے فتح کرتے چلے گئے! کبھی ایسا نہ ہوا کہ بغیر فتح کے واپس آ گئے ہوں۔ حالانکہ اسلامی فوج کی تعداد کبھی ایک لاکھ تک نہیں پہنچی تھی درنحالیکہ کفار کی فوجیں لاکھوں کے شمار میں تھیں اور صرف فوج ہی نہیں ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ مقابلے رہتے تھے۔

نے فرمایا: ”اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے“ اور یہ بھی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب ابو عبیدہ ابن الجراح سے ملاقات ہو تو ان سے یہ کہو کہ اگر کوئی دشواری پیش آ جائے تو امیر المؤمنین کو لکھ کر مجھے بلو لو تو ان شاء اللہ تعالیٰ شام کی زمین کو میں الٹ دوں گا۔

سبحان اللہ! اطاعت اسے کہتے ہیں! متواتر خبریں آرہی ہیں کہ آج فلاں شہر فتح ہوا اور آج فلاں خطہ اہل اسلام کے قبضہ میں آیا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے جا رہے ہیں، خالد ابن الولید وغیرہ شجاعان اسلام اپنی شجاعتوں کے جوہر دکھا رہے ہیں کہ ایک ایک شخص ایک ایک ہزار جنگجو سپاہیوں کا مقابلہ کر کے ان کو ہزیمت دے کر شہرہ آفاق ہو رہا ہے۔ اور علی کرم اللہ وجہہ ہیں کہ ہمت اور شجاعت کا دریا آپ میں جوش زن ہے اور یہ وثوق ہے کہ یہ بہ نفس نفیس سلطنت شام کو الٹ دیں۔ باوجود اس کے یہ نہ ہو سکا کہ بغیر اجازت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے اس جنگ میں شریک ہوں! آخر ابو عبیدہ کو کھلوا بھیجا کہ ”جب سخت ضرورت ہو تو امیر المؤمنین کو لکھ کر مجھے بلو لو“۔

اگرچہ اس قسم کی روایتوں میں کلام کرنا آسان ہے۔ مگر عقل حقیقت شناس سے اگر کام لیا جائے تو یہی روایتیں صحیح معلوم ہوں گی۔ اس لئے اگر صحابہؓ میں ایسی موافقت اور خلیفہ وقت کی اطاعت نہ ہوتی تو ایسی بڑی بڑی قدیم و عظیم طاقتور اور آباد سلطنتیں جن کی مالی و فوجی اور قومی طاقت کے

درجہ کا اتحاد اور اتفاق تھا اور مخالفت کی روایتیں بے اصل محض ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کو ان حضرات سے اس درجہ خلوص تھا کہ اگر غائبانہ بھی کوئی ان کا ذکر بے طریقہ کرتا تو آپ منع فرمادیتے۔

(1) جب جب بھی اس کرہ ارضی کی عظیم سلطنتوں (سوپر پاورس) اور ایمانی قوت کے حامل لشکر اسلام میں معرکہ آرائیاں ہوئیں باوجود قلت اسباب ظاہری ہمیشہ فتح مومنین ہی کی ہوئی اور سوپر پاور پاش پاش ہو گئے۔ ”وَإِنَّتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر: 139) لیکن اہل ایمان کے آپسی تنازعوں کے باعث ان کی ہوا بگڑی، چنانچہ پندرہویں صدی ہجری کے اوائل میں افغانستان میں بھی یہی سب کچھ ہوا۔

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اگر ”سیف اللہ“ کا خطاب عطاء ہوا تھا تو علی رضی اللہ عنہ ”اسد اللہ الغالب“ تھے اور ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ کو آپ کی شجاعت اور قوت کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی، مگر بات یہ تھی کہ خالد رضی اللہ عنہ کو جو امر دی دکھانے کا موقعہ اس زمانے میں ملا تھا جبکہ تمام صحابہؓ ایک دل تھے اور اس اتفاق کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا بندھی ہوئی تھی اور علی کرم اللہ وجہہ کو وہ زمانہ ملا جس میں بحسب روایات صحیحہ فتنہ کا دروازہ کھل گیا تھا اور بحسب آیت مذکورہ منازعت باہمی کی وجہ سے جہن اور بز دلی مسلمانوں کے دلوں پر چھا گئی تھی۔ (1)

الحاصل! آیات اور احادیث اور قرآنِ قویہ دیکھنے کے بعد ہر منصف مزاج مسلمان کا وجدان گواہی دے گا کہ علی کرم اللہ وجہہ اور ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہم میں کمال



ہندوستانی مسلمانوں کو ایک پیغام

بابری مسجد سے متعلق سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ

اور شہریت ترمیمی ایکٹ (C A A) کے تناظر میں

مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد صاحب، شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ

چاہئے، کیونکہ مشکل حالات سے خلاصی کا دار و مدار اسی پر ہے۔ شریعت نے ایسے حالات میں اللہ سے رجوع ہونے کے لئے قنوت نازلہ کا بھی حکم دیا ہے۔ مسلمان اس کا بھی اہتمام کریں اور اللہ سے دعائیں کرتے رہیں۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس حکومت نے عدل و انصاف سے کام لیا وہ کامیاب ہوئی اور جس نے نا انصافی کا معاملہ کیا وہ ناکام و نامراد ہوئی۔

کامیاب حکومتوں نے ہمیشہ انصاف کے تقاضے انسانیت کی بنیاد پر رکھے۔ انصاف کو ذات پات، علاقہ، زبان یا اپنے پرانے کی بنیاد پر نہیں رکھا گیا۔

ہمارے ملک میں شہریت ترمیمی ایکٹ CAA کو قانونی درجہ دیا گیا ہے ماہرین اس کو عدم مساوات اور مذہب کی بنیاد پر تفریق کرنے والا قانون بتا رہے ہیں۔ اس قانون کی مخالفت میں ہندو مسلم، سکھ، عیسائی اپنی اپنی آواز بلند کر رہے ہیں۔

حقیقت میں شہریت ترمیمی ایکٹ (C A A) ہندوستان کے دستور کی روح کے خلاف ہے۔ ہر مظلوم کی مدد کرنا ہی انسانیت ہے، انصاف یہ نہیں ہے کہ چند لوگوں کی مدد کی جائے اور چند لوگوں کو محض ان کے مذہب کی بنیاد پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔

مصائب و مشکلات میں ہمیں اپنے رب سے رجوع ہونا

حقیقت میں شہریت ترمیمی ایکٹ (C A A) ہندوستان کے دستور کی روح کے خلاف ہے۔ ہر مظلوم کی مدد کرنا ہی انسانیت ہے، انصاف یہ نہیں ہے کہ چند لوگوں کی مدد کی جائے اور چند لوگوں کو محض ان کے مذہب کی بنیاد پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔

یعنی ہم انبیاء کی جماعت سب سے زیادہ مصیبت اٹھانے والی ہے۔

صحابہ کرام کی سیرت بھی اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہمیں یہ حقیقت بھی جان لینا چاہئے کہ اسی کو آزما یا جاتا ہے جس پر انعام کرنا ہوتا ہے۔ ایسے وقت آزمائش میں پورے اترنا ہی بندگی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سبکی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ مسلمانوں کو کیسی کیسی اذیتیں نہیں دی گئیں۔ ان کے جان و مال کا نقصان کیا گیا۔ وطن عزیز کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ ان سب کے باوجود وہ ثابت قدم رہے اور کبھی اللہ کی رسی کو نہیں چھوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے انعامات نازل فرمائے۔

مصائب و مشکلات میں ہمیں اپنے ایمان اور اپنی جان کی حفاظت کے سلسلہ میں غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ شریعت صبر، ہمت اور استقامت سے کام لینے کی تاکید کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ یعنی تم اللہ سے مدد طلب کرو۔ صبر اور نماز کے ذریعہ۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک ہم اللہ کو راضی نہ کریں، اپنے کسی بھی مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ کو راضی کرنے کا راستہ اپنی اصلاح، اتحاد اور اخلاص ہے۔

اگر ہمارے ساتھ نا انصافی ہو تو جدوجہد کرنے اور باطل کا جواب دینے کا شریعت میں بھی حق ہے اور دنیوی قانون میں

سورج جب نکلتا ہے تو بلا تخصیص انس و جن، شجر و حجر، مذہب و ملت ساری کائنات کو روشنی دیتا ہے۔

بارش جب ہوتی ہے تو اس کا کسی خاص مذہب یا زبان سے تعلق نہیں ہوتا وہ سبھی کو سیراب کرتی ہے۔ یہی قانون قدرت ہے۔

الگ الگ ممالک اپنے علاقائی ضرورتوں کے سبب قوانین میں مختلف ہو سکتے ہیں لیکن انسانیت اور انصاف کے اصول میں مختلف نہیں ہو سکتے۔

مسلمان اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ ایمان کے ساتھ آزمائش بھی رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولنبلو نکم بشئ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال و الانفوس و الثمرات و بشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا اننا لله و اننا اليه راجعون (البقرة: 155)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تاکید کے ساتھ ارشاد فرما رہا ہے کہ ہم تم کو ضرور بہ ضرور آزمائیں گے، خوف کے ذریعہ، بھوک و پیاس کے ذریعہ، جان و مال، کھیتی باغ میں نقصان کے ذریعہ۔ پھر اس کے بعد حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کہتا ہے کہ آپ خوشخبری دیجئے ان مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو جب ان پر مصیبت آتی ہے تو یہی کہتے کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ نحن معشر الانبياء اشد الناس بلاء۔

بھی اجازت ہے۔ معاملہ میں عدم مساوات نہیں لائی جاسکتی۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس حکومت نے عدل و انصاف سے کام لیا وہ کامیاب ہوئی اور جس نے نا انصافی کا معاملہ کیا وہ ناکام و نامراد ہوئی۔

کامیاب حکومتوں نے ہمیشہ انصاف کے تقاضے انسانیت کی بنیاد پر رکھے۔ انصاف کو ذات پات، علاقہ، زبان یا اپنے پرانے کی بنیاد پر نہیں رکھا گیا۔

تمام انسان اسلام کی نظر میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ انسان اپنے مذہب اور عقیدہ میں الگ ہو سکتے ہیں لیکن انسانی حقوق میں سب ایک ہیں سب کی ضرورتیں اور تقاضے یکساں ہیں۔

سورج جب نکلتا ہے تو بلا تخصیص انس و جن، شجر و حجر، مذہب و ملت ساری کائنات کو روشنی دیتا ہے۔

بارش جب ہوتی ہے تو اس کا کسی خاص مذہب یا زبان سے تعلق نہیں ہوتا وہ سبھی کو سیراب کرتی ہے۔ یہی قانون قدرت ہے۔

الگ الگ ممالک اپنے علاقائی ضرورتوں کے سبب قوانین میں مختلف ہو سکتے ہیں لیکن انسانیت اور انصاف کے اصول میں مختلف نہیں ہو سکتے۔ جیسے قتل، چوری اور دیگر برائیوں کے ارتکاب پر کسی بھی ملک میں کسی بھی مذہب میں مذہب یا زبان کی بنیاد پر رعایت نہیں دی جاتی۔ اسی طرح کسی ملک میں رہنے والے مختلف مذہب کے افراد میں انسانی حقوق کے

ہمارے ملک میں شہریت ترمیمی ایکٹ CAA کو قانونی درجہ دیا گیا ہے ماہرین اس کو عدم مساوات اور مذہب کی بنیاد پر تفریق کرنے والا قانون بتا رہے ہیں۔ اس قانون کی مخالفت میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اپنی آواز بلند کر رہے ہیں۔

حقیقت میں شہریت ترمیمی ایکٹ (C A A) ہندوستان کے دستور کی روح کے خلاف ہے۔ ہر مظلوم کی مدد کرنا ہی انسانیت ہے، انصاف یہ نہیں ہے کہ چند لوگوں کی مدد کی جائے اور چند لوگوں کو محض ان کے مذہب کی بنیاد پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔

ہندوستان کی جمہوریت عدل و انصاف پر قائم ہے۔ اس کو بدلنے کی کوشش کرنا بنیادی اصولوں سے انحراف ہے۔

اس موقع پر میں تمام مسلم تنظیموں، قائدین اور جماعتوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے اختلافات کو فراموش کرتے ہوئے اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور اس کے حل کا صحیح راستہ تلاش کریں۔ محض جذبات کا مظاہرہ کرنا مسئلہ کا حل نہیں ہوتا۔ حالات پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر کے ٹھوس اور دیرپا لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔

ایسے موقعہ پر پُر امن احتجاج کے جو جمہوری طریقے ہیں وہ اختیار کریں اور تمام برادران وطن کو اس مسئلہ میں اپنے ساتھ لے کر جدوجہد کریں۔

مصائب و مشکلات میں ہمیں اپنے رب سے رجوع ہونا

میں خوف زدہ نہیں ہو گئے اور انہوں نے ابرہہ سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ کعبہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے باز آجائے بلکہ انہوں نے کہا کہ ”مجھے میرے اونٹ واپس کر دو“ پھر جو ہوا دنیا نے دیکھا کہ کعبہ والے نے کعبہ کی حفاظت کی اور دشمن ناکام و نامراد بلکہ نمونہ عبرت بن گیا۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب کا ایقان مضبوط و مستحکم تھا۔ کعبہ والے سے ان کا ربط محکم تھا۔

آج ہندوستان کے مسلمانوں پر یہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بابر مسجد میں جس خالق و مالک کی عبادت کرتے تھے اس خالق و مالک سے اپنے ربط کو قوی بنائیں۔ اس سے تعلق کو محکم رکھیں اور اس کی عبادت میں کوئی کمی نہ لائیں۔ نتیجہ میں ان کی مساجد کی حفاظت ہوتی رہے گی اور دشمن کو ہزیمت اٹھانی پڑے گی۔

آثار بتاتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں پر اس سے زیادہ سخت حالات آسکتے ہیں۔ ان کے صبر کا امتحان لیا جاتا رہے گا انہیں مختلف مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ تاہم اگر وہ اپنے مالک و مولیٰ سے جڑے رہیں، اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چمے رہیں اور حق کی راہ میں جدوجہد کرتے رہیں تو ان کا دشمن ہمیشہ ناکام و نامراد ہوگا۔

ہندوستان کی آزادی کیلئے ہندو مسلم سکھ عیسائی مل کر مشترکہ جدوجہد کئے۔ ہزاروں ہندو اور ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانوں کی قربانی دی۔ کئی صعوبتوں اور مصائب کو برداشت کرنے کے بعد آزادی ملی۔

چاہئے، کیونکہ مشکل حالات سے خلاصی کا دار و مدار اسی پر ہے۔ شریعت نے ایسے حالات میں اللہ سے رجوع ہونے کے لئے قنوت نازلہ کا بھی حکم دیا ہے۔ مسلمان اس کا بھی اہتمام کریں اور اللہ سے دعائیں کرتے رہیں۔ ظاہری اسباب کے ساتھ رجوع الی اللہ کے ذریعہ ہم حالات پر قابو پاسکتے ہیں۔ اللہ ہم کو کامیابی و کامرانی عطا کرے۔ ☆

بابری مسجد سے متعلق سپریم کورٹ کے

حالیہ فیصلہ کے تناظر میں

قوموں کی زندگی مختلف مراحل سے گذرتی ہے، کبھی خوشی و مسرت کے لمحات آتے ہیں تو کبھی مصائب و آلام کا دور دورہ ہوتا ہے۔ زندہ قومیں وہی ہیں جو دونوں مرحلوں میں سوجھ بوجھ اور فکر و تحمل سے کام لیتی ہیں۔

بابری مسجد سے متعلق سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یقیناً پریشان کن ہے، ملت کے دل غم سے نڈھال ہیں تاہم مصیبت کی گھڑیوں میں ہمیں اپنے رب سے رجوع ہونا، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر گامزن رہنا اور شعور و آگہی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

ہمارے سامنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کا اسوہ موجود ہے۔ جب ابرہہ کعبہ کو ڈھانے کا مذموم ارادہ لے کر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ سرزمین مکہ میں چلا آیا اور حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کو بھی اپنے قبضے میں کر لیا تو والی قریش کعبہ کی حفاظت و صیانت کے سلسلہ

اختیار کرنے پر مجبور کیا ہو۔

تاریخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کو اپنے اپنے مذہب ہر قائم رہنے اور اپنے مذہب کے عبادات و رسوم انجام دینے میں مکمل آزادی تھی۔ نہ مسلمان کو نماز سے روکا گیا اور نہ ہندو کو پوجا سے۔ ملکی معاملات اور دنیوی معاملات میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک و تعاون کرتے رہے۔ ان میں اختلاف مذہب کی بناء پر نہ آپس میں مخالفت تھی اور نہ کوئی جھگڑا و فساد۔

ہندوستان کو یہی امتیاز حاصل تھا۔ لیکن انگریزوں نے ”پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو“ کی پالیسی اختیار کی۔ ہندو اور مسلمان کو مذہبی بنیاد پر الگ کرنے کیلئے ایک دوسرے کے خلاف ہنگامہ و فساد برپا کرنے کی سازش کرتے رہے۔ ان حالات کو دیکھ کر ہندوستان کے ہندو مسلم قائدین بیدار ہوئے اور آپس میں مل بیٹھ کر فیصلہ کئے کہ ہم ہندوستانیوں کو متحد ہونا چاہئے اور انگریزوں کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے ان سے آزادی حاصل کرنا چاہئے۔ چنانچہ حصول آزادی کیلئے تمام قوموں نے مشترکہ جدوجہد کی۔ ہزاروں ہندو اور ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانوں کی قربانی دی۔

کئی صعوبتوں اور مصائب کو برداشت کرنے کے بعد آزادی ملی۔ آزاد ہندوستان کیلئے جو دستور مرتب کیا گیا اس میں تمام شہریوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی کہ بلا کسی روک و ٹوک ہر شہری اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے۔ اور آزادی کے

آزاد ہندوستان کیلئے جو دستور مرتب کیا گیا اس میں تمام شہریوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی کہ بلا کسی روک و ٹوک ہر شہری اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے اور آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض انجام دے سکتا ہے اور تمام شہریوں کے حقوق بلا فرق و امتیاز ہونگے۔

ہندوستان کی ترقی اسی بات میں مضمر ہے کہ یہاں رہنے بسنے والی تمام قومیں متحد ہوں اور ملک کی ترقی کیلئے مشترکہ جدوجہد کریں۔ اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ ہر قوم اپنے آپ کو یہاں ہر اعتبار سے آزاد تصور کرے۔ اس کو کسی کی جانب سے دباؤ یا ظلم کا اندیشہ نہ ہو۔ کسی بھی مرحلہ میں اس کے انسانی یا مذہبی حقوق متاثر نہ ہوں۔

اس تناظر میں ہمیں یہ بات جان لینا چاہئے کہ ہندوستان زمانہ قدیم سے مختلف تہذیبوں اور مختلف عقائد رکھنے والی قوموں کا گہوارہ رہا ہے۔

شاید ہندوستان ہی ساری دنیا میں وہ واحد ملک ہوگا جہاں اتنی کثرت سے مختلف تہذیبیں، عقائد اور بولیاں پائی جاتی ہے ہیں اور ہندوستان اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں اختلاف رنگ و نسل، عقیدہ و تہذیب کے باوجود اتحاد و اتفاق کا مرکز رہا ہے اس سرزمین پر مختلف قوموں نے حکمرانی کی ہے۔ مسلمان بھی مدت دراز تک یہاں حکمران رہے۔ لیکن کہیں بھی اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کسی حکمران نے کسی مذہب والوں کو دوسرے مذہب کے عقائد و اعمال

دئے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ اسی طرح ان کی شادی بیاہ کے معاملہ میں بھی ان کو ان کے مذہبی عقیدہ پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اسی طرح مسلمان بھی دوسروں سے مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ بھی ہمارے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کریں خصوصاً ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ایسے ناروا اور ناعاقبت اندیش فیصلوں کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ ورنہ جمہوریت کا کوئی معنی و مطلب ہی نہ ہوگا۔

اہل انصاف سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اکثریت کے بل بوتے پر ناحق کو حق نہیں کہا جاسکتا اور نہ کسی کے حقوق سلب کئے جاسکتے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ زمام حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم کو اکثریت حاصل ہے، ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں تو یہ کسی آزاد جمہوری ملک کا طریق کار نہ ہوگا بلکہ جنگل راج ہوگا۔ جہاں ہر طاقتور کمزور کو ختم کر دیتا ہے، نہ کسی کو حقوق ہیں نہ کوئی ضابطہ ہے۔

انسانی دنیا میں ایسا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً موجودہ ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ دور میں اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ بلکہ آئیوالا مورخ ان واقعات پر جب قلم اٹھائے گا تو یہی لکھے گا کہ بعض فرقہ پرست اور اندھی فکر کے حامل گروپ اپنی ان نادانیوں کی وجہ سے ہندوستان کی ترقی کو روکتے رہے۔

ہندو مسلم کی تفریق کرتے ہوئے ہندوستان کو اقوام عالم میں رسوا کرتے رہے۔ آج کل ملک کی ترقی کی فکر کے بجائے

ساتھ اپنے مذہبی فرائض انجام دے سکتا ہے اور تمام شہریوں کے حقوق بلا فرق و امتیاز ہونگے۔ دستوری ضمانت کے بعد وقفہ وقفہ سے ایسے فتنے پیدا کرنا اور مسلمانوں کو ان کے عقیدہ کے خلاف چیزیں اختیار کرنے پر مجبور کرنا دستور کے ساتھ ایک کھلواڑ اور دھوکہ ہے۔

”بھارت ماتا کی جئے“ نعرہ لگانے کیلئے مجبور کرنے کا مطلب بالفاظ دیگر یہی ہے کہ تم بت پرستی کے دائرہ میں شامل ہو جاؤ۔ کیونکہ اس نعرہ میں زمین کو دیوی تصور کیا جا رہا ہے۔ یہی معاملہ ”وندے ماترم“ کا بھی ہے جس میں شاعر کہتا ہے: ”میں تیرا بندہ ہوں“۔ ظاہر ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں کہہ سکتا اور اس کو یہاں مجبور کیا جا رہا ہے تو غیر خدا کو خدا کہہ ایسا مشرکانہ قول مسلمان کیلئے ہرگز جائز نہیں بلکہ بالرضاء ایسا کہنے سے مسلمان کفر و شرک کا مرتکب قرار پاتا ہے اور دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔

اسلام نے روز اول ہی واضح کر دیا ہے کہ (لا اکراہ فی الدین) یعنی مذہب کے بارے میں جبر و باؤ نہیں۔ مذہب اپنی خوشی، علم و عرفان، عقیدت و محبت اور حق و صداقت کی بنیاد پر تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اس لئے اسلام مذہب کے بارے میں تشدد کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام اگرچہ کہ بنیادی طور پر بت پرستی، کفر اور شرک کا مخالف ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنی غیر مسلم رعایا کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے۔ مسلم سرزمین پر بھی ان کی جانب سے ان کے مذہبی رسوم انجام

خود غرضی اور مفاد پرستی کو ترجیح دیجارہی ہے تاکہ اقتدار باقی رہے۔ یہ کھیل تماشا کچھ دن چل سکتا ہے لیکن دھیرے دھیرے ہندوستانی عوام ان جعلساز یوں سے واقف ہوتے جا رہے ہیں لیکن مایوس فکر والے کبھی آزاد فکر کے حامل نہیں ہو سکتے۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ مینڈک اپنے کنویں کو کل کائنات سمجھتا ہے۔ اسکو باہر کی کچھ خبر نہیں۔

ہندوستان کی ترقی اسی بات میں مضمر ہے کہ یہاں رہنے بسنے والی تمام قومیں متحد ہوں اور ملک کی ترقی کیلئے مشترکہ جدوجہد کریں۔ اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ ہر قوم اپنے آپ کو یہاں ہر اعتبار سے آزاد تصور کرے۔ اس کو کسی کی جانب سے دباؤ یا ظلم کا اندیشہ نہ ہو۔ کسی بھی مرحلہ میں اس کے انسانی یا مذہبی حقوق متاثر نہ ہوں۔ آپسی اتحاد کی یہ اصل بنیاد ہے۔ اس کے برخلاف کسی قوم میں اندیشے، شکوک اور شہبات پیدا ہو جائیں تو سامنے والے سے اتحاد کرنے میں بھی احتراز کرتا ہے اور اشتراک و تعاون میں بھی محتاط رویہ اپناتا ہے۔

تمام ہندوستانیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے ملک کی ترقی کیلئے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں۔ اور جو طاقتیں ان عظیم مقاصد میں رکاوٹ ہیں انکا مشترکہ مقابلہ کیا جائے۔ ہندوستان کو فرقہ واریت کے ناسور سے پاک کیا جائے۔ اور ہندوستان کی ہمہ رنگی خصوصیت کو باقی رکھا جائے۔



پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیوں ضروری ہے؟

عالمی محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولوی کامل جامعہ نظامیہ

- ۱۔ تعریف و توصیف اس اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو رب العالمین ہے۔ ہم اسی ہی کی پرستش کرتے ہیں اور اسی ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ انسانیت کی اصلاح و فلاح کے لئے کیا ہم اس کی تصدیق و توقیر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔
- ۲۔ ”رب تعالیٰ جل شانہ کے پیغمبر“ کا تصور مختلف ممالک، اقوام اور ادوار کے حوالے سے مختلف ہو سکتا ہے۔ اسلام میں انسان تمام مخلوقات سے اشرف و افضل ہے جب کہ رب تعالیٰ جل شانہ کے پیغمبر انسانوں میں سب سے زیادہ اشرف و افضل و کامل و اکمل ہیں۔ یقینی طور پر یہ بات انسانیت کے بہتر پہلوؤں کے تحت ہی سمجھی جاسکتی ہے۔
- ۳۔ انسانی زندگی دو عظیم شعبوں میں تقسیم ہے۔ ایک مادی جب کہ دوسرا روحانی ہے۔ ان دونوں شعبوں میں ہم آہنگی اور توازن پیدا کرنے کے لئے ایسی حیات مبارکہ کی عملی مثال دینا ہوگی جو فانی انسانوں کی رہنمائی کے لئے ایک

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن کے پہلے ہی روز سے تمام دنیا سے مخاطب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک قوم یا کسی زمانے تک محدود نہیں رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ و نسل اور سماجی و معاشرتی درجہ بندیوں کی غیر مساوی تقسیم کو تسلیم نہیں کیا۔ اسلام میں تمام انسان مکمل طور پر برابر ہیں اور ذاتی برتری کی بنیاد نیک اعمال و افعال پر ہے۔

مثالی نمونہ ہو۔

کے کئی نسخے اپنے پیروکاروں تک پہنچانے کا محتاط و محفوظ انتظام فرمایا۔ جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے تحفظ کا تعلق ہے یہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ بن گیا کہ وہ رب تعالیٰ جل شانہ کی جانب سے نازل ہونے والے کلام کے مختلف حصوں (اقتباسات) کو نمازوں میں تلاوت کریں۔ اس طرح اس متبرک کلام کا زبانی یاد کرنا لازم ہو گیا۔ یہ روایت بغیر کسی رکاوٹ کے جاری و ساری رہی کہ رب کائنات کے کلام قرآن الحکیم کے تحریر شدہ نسخے محفوظ رکھے جائیں دوسرا یہ کہ انہیں زبانی حفظ کیا یہ دونوں طریقے اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام کی اس کی اصلی زبان میں مستند و معتبر ترسیل و تشہیر میں ایک دوسرے کے مددگار ثابت ہوئے۔ قرآن الحکیم اپنے مواد کے اعتبار سے ”عہد نامہ قدیم“ کی پہلی پانچ کتابوں مع ”عہد نامہ جدید“ کی پہلی چار کتابوں سے بھی زیادہ ضخیم ہے۔ چنانچہ اس امر میں حیرت و حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ قرآن الحکیم میں تمام شعبہ ہائے حیات کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔

(ب) پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، رب تعالیٰ جل شانہ کے نبی اور رسول کا اعزاز حاصل کرنے پر اپنی اجارہ داری کا اعلان نہیں فرماتے بلکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام قوموں کے لئے پیغمبر بھیجے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے

۴۔ تاریخ نے ایسے لا تعداد بادشاہوں، دانشوروں، ولیوں اور دوسرے ممتاز رہنماؤں کا ریکارڈ پیش کیا ہے، جن کی زندگیوں ہمارے لئے بہترین قابل عمل مثالیں ہیں۔ پھر آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیوں کیا جائے جو کہ دوسرے انسانوں کی طرح ۴۰۰ سال قبل اس دار فانی سے کوچ فرما گئے اور اس دوران سائنس کی قابل قدر ترقی کے ساتھ ساتھ ہمارے حالات اور زندگی کے بارے میں ہمارے نظریات میں ٹھوس تبدیلیاں آچکی ہیں؟

۵۔ ایک مسلمان کے لئے اس کا جواب انتہائی سادہ ہے کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو کرے لیکن وہ افراد جو ابھی تک نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت (سوانح حیات) کی تفصیلات سے آگاہ و آشنا نہیں ہیں ان کے لئے چند حقائق کی یاد دہانی اہمیت کی حامل ہے۔

(الف) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی نگرانی میں انتہائی قابل اعتماد انداز میں محفوظ کرنے کی خاطر تحریر میں لائی گئیں۔ دوسرے مختلف بڑے مذاہب کے بانیوں میں سے صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک نے خوش بخت نظریہ کے تحت وقتاً فوقتاً رب تعالیٰ جل شانہ کی جانب سے وحی اور احکامات کو نہ صرف اپنی امت کے افراد تک پہنچایا بلکہ اپنے کاتبوں کو لکھوایا اور یہ کہ اس

معاشرتی درجہ بندیوں کی غیر مساوی تقسیم کو تسلیم نہیں کیا۔ اسلام میں تمام انسان مکمل طور پر برابر ہیں اور ذاتی برتری کی بنیاد نیک اعمال و افعال پر ہے۔

(ث) انسانی معاشرے میں مکمل طور پر اچھے اور مکمل طور پر انسان شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ اکثریت کا تعلق متوسط درجے سے ہوتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھ کر اطمینان حاصل نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے ”فرشتوں“ سے مخاطب ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام کا رخ بنیادی طور پر عام لوگوں اور فانی انسانوں کی بہت زیادہ اکثریت کی جانب رکھا۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں انسان کو ”اس دنیا کے اچھے حصے اور آخرت کے اچھے حصے“ کے حصول کے لئے کوشش و کوش کرنی چاہئے۔

(ج) انسانی معاشرے میں عظیم سلاطین، عظیم فاتحین، عظیم مصلحین اور عظیم متقین کی کمی نہیں لیکن زیادہ تر افراد اپنے متعلقہ شعبے ہی میں مہارت اور قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ ان تمام اوصاف کا تمام پہلوؤں کے حوالے سے اجتماع صرف ایک ہی شخص میں ہونا۔ جیسا کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں ہے۔ نہ صرف بہت ہی نایاب و کمیاب ہوتا ہے کہ بلکہ۔۔۔۔۔ ہوتا ہے۔ جب معلم کو اپنی تعلیمات کو بذات خود عملی شکل دینے کا موقع ملتا ہے یعنی تدریس و تجربہ میں توازن پیدا ہوتا ہے۔

چند کے نام بھی لئے ہیں جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جن پیغمبروں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لئے ہیں ان کے علاوہ اور بھی کئی پیغمبر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض یہ دعویٰ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقانیت و واحدانیت کی بحالی کا کردار ادا کرنے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ پیغمبروں کی تعلیمات کا احیاء چاہتے ہیں جو کہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا کے جانشینوں کی بدقسمت تاریخ کے دوران جنگوں اور انقلابات کے ذریعہ بے قدری و تنزلی کا شکار ہوئیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش قسمت و مقدس یادداشت کی بہت مضبوط و مستحکم اور غیر مصالحانہ توثیق و تصدیق یہ رہی کہ رب تعالیٰ جل شانہ کے کلام کی ترسیل و ابلاغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی برقرار رہی جس سے رب تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے مزید پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔ یقینی طور پر ہمارے پاس القرآن حکیم اور الحدیث اپنی اصل زبان میں محفوظ ہیں۔

(ت) نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن کے پہلے ہی روز سے تمام دنیا سے مخاطب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک قوم یا کسی زمانے تک محدود نہیں رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ و نسل اور سماجی و

انسانی جانوں کے ضیاع کی کل تعداد چند سو افراد سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن ان علاقوں کی رعایا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامل و اکمل تھی۔ درحقیقت رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسموں کی بجائے دلوں پر حکمرانی کی۔ جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی کامیابی و کامرانی کا تعلق ہے کہ مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیڑھ لاکھ (۱۵۰۰۰۰) پیروکاروں کے اجتماع سے خطاب کیا جب کہ ابھی تک مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس تاریخی موقع پر لازماً اپنے اپنے گھروں میں رہی ہوگی (کیونکہ ہر سال حج کرنا فرض نہیں ہے)۔

(خ) پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوانین اپنے پیروکاروں کے لئے لاگو کئے اپنے آپ کو کبھی بھی ان قوانین سے بالاتر نہیں سمجھا بلکہ اس کے برعکس جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں سے عمل کی توقع ہو سکتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بڑھ کر عبادت و ریاضت کی۔ روزے رکھے اور رب تعالیٰ جل شانہ کی راہ میں خیرات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف پسند تھے اور حتیٰ کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی و ہمدردی سے پیش آتے تھے چاہے وہ امن کا زمانہ یا جنگ کا دور ہو۔

(د) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات زندگی کے ہر

(ح) اتنا کہنا کافی ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلح کی حیثیت سے ایک مذہب کے بانی ہیں جو دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے جس کا ہمیشہ شاندار و جاندار وجود رہا ہے۔ جس کا نقصان اس کے روزانہ کے فوائد و ثمرات کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اپنے ہی بتائے گئے اصول و ضوابط پر انتہائی ریاضت و استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے حوالے سے رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بے داغ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک سماجی و معاشرتی منتظم کی حیثیت سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ملک میں صفر سے سفر آغاز کیا جہاں ایک شخص ہر دوسرے شخص سے برسر پیکار تھا۔ سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھنے میں دس سال لگے جو تیس (۳۰) لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ کے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی اور جس میں تمام جزیرہ نمائے عرب کے ساتھ ساتھ فلسطین اور جنوبی عراق کے علاقے شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بڑی سلطنت کو اپنے جانشینوں کے لئے ورثہ میں چھوڑا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پندرہ سال کے عرصہ میں اسے یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے تین براعظموں تک وسعت دے دی (طبری، جلد اول صفحہ ۲۸۱) فاتح کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی و عسکری مہمات میں دونوں جانب سے

شعبہ کا احاطہ کرتی ہیں یعنی عقائد، روحانی، عبادات، اخلاقیات، معاشیات، سیاست الغرض وہ تمام کچھ جس کا انسان کی انفرادی یا اجتماعی روحانی و مادی زندگی سے ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام شعبہ ہائے حیات میں اپنے فعل و عمل کی مثال چھوڑی ہے۔

۶۔ چنانچہ کسی بھی فرد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے اس سے پہلے کہ وہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی فرانسیسی تصنیف Leprophete de Islam مترجم پروفیسر خالد پرویز سے مستفاد)



قصیدہ بردہ شریف چوتھی فصل کی عارفانہ تشریح

’فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب علیہ الرحمہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے اپنے وصال سے قبل قصیدہ بردہ شریف کی معرکہ الآراء شرح قلمبند فرمائی؛ جو زیر طبع ہے۔ حضرت کی اس آخری قلمی یادگار سے چوتھی فصل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال میلاد پر مشتمل ہے؛ ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے‘

یہ مبارک قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی محبت سے بھرپور ہے۔ یہ مبارک قصیدہ مسمی بنام قصیدہ بردہ شریف اور اس کے ناظم ہمام حضرت امام شرف الدین بوسیری کو اللہ نے سارے عالم میں ایسی شہرت دی ہے دنیائے عالم میں روز روشن کی طرح سب جانتے ہیں یہ قصیدہ شہرت کی معراج کو پار کر گیا ہے

اس قصیدہ کے ناظم عارف باللہ امام شرف الدین بوسیری ہیں آپ ساتویں صدی کے نہایت بلند پایا شاعر ہیں آپ بمقام بوسیر بتاریخ یکم شوال ۶۰۸ ہجری مطابق ۷ مارچ ۱۲۱۳ء تولد ہوئے، اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ بمقام دلائل میں پیدا ہوئے، ایک روایت کے مطابق آپ کے والدین میں سے ایک کا تعلق بوسیر سے تھا، اور آپ کا تعلق

عنصر سے مراد ذات اقدس اور اس کا نسب ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت جو انوار و تجلیات کا ظہور ہوا اور معجزات کا صدور ہوا اور جو نورانی احوال و کیفیات نمود ہوئے اور جو نور و کمال و جمال اور نورانی احوال دیکھے گئے آپ کی ذات عالی کی پاکیزگی کے براہین و دلائل ہیں۔

دلاص سے تھا اس لئے آپ کو بوسیری اور دلاصی بھی کہتے ہیں۔

اس مبارک قصیدہ کو نظم کرنے کی وجہ خود امام بوسری فرماتے ہیں مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور میرا آدھا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا، کسی علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، مایوسی کے عالم میں میں نے آقائے عالم و عالمیاں رحمت للعالمین کی شان میں قصیدہ نظم کروں پھر میں نے قصیدہ لکھنا شروع کیا قصیدہ کے ختم پر مجھے نیند آگئی خواب میں میری قسمت جاگ اٹھی آقائے دو عالم کا دیدار سے مشرف ہو گیا آپ تشریف ہوئے اور میں اپنا قصیدہ سنانے لگا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قصیدہ کو سماعت فرماتے ہوئے بہت سرور میں بعض ابیات پر جھومتے جا رہے تھے اور یہ قصیدہ کے شعر مبلغ العلم فیہ انہ بشر کے بعد کا مصرعہ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے وا نہ خیر خلق اللہ کلہم اور قصیدے کے شعر کما برات واصبا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ناظم قصیدہ پر پھردیئے، اور چادر مبارک عطا فرمائے اسی وقت آپ کا فالج اور ساری بیماری کا فور ہوگئی اور شفا یاب ہو گئے اور ناظم قصیدہ حضرت بوسیری جب صبح اٹھے تو نہایت صحت مند خوب رو تھے اور راستے میں لوگوں سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے رات میں جو قصیدہ حضور کی پیشی میں آپ نے سنایا تھا آپ وہ ہمیں سنائیں تو آپ نے کہا کہ تمہیں کیسے معلوم کہ میں نے کوئی قصیدہ سنایا ہے تو بزرگ نے کہا ”من بودم“ اس مبارک مجلس میں میں بھی حاضر تھا اور وہ قصیدہ امن تذکر سے شروع ہوتا ہے پھر کیا ہوا کہ وہ قصیدہ

مبارک ہرزبان پر ہو گیا اس کی شہرت دنیا میں پھیل گئی۔

أَبَانٌ مَوْلُدُهُ عَن طَيْبٍ عُنْصُرِهِ
يَا طَيْبٌ مُّبْتَدَأٌ مِّنْهُ وَمُخْتَمَمٌ

آپ کی ولادت باسعادت نے آپ کے نسب کی پاکیزگی کو ظاہر کر دیا۔

کس قدر پاکیزہ ہے آپ کی ابتداء اور اختتام۔

یہ چوتھی فصل میلاد شریف کے بیان میں ہے۔

مبتداء اور مختتم سے مراد استمرار ہے یعنی ہر وقت ہر زمان جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وسجود بکرۃ واصیلا صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو، اس سے مراد ہمیشہ ہر وقت و ہر زمان۔ مبتداء و مختتم اسم ظرف ہے، عنصر اصل شئیء مراد آپ کی ذات عالی اور نسب مبارک ہر پاکیزہ سے بڑھ کر پاکیزہ ہیں۔

امام بوسیری رحمہ اللہ اب تک رسول پاک آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرما رہے تھے تو شوق بڑھتا جا رہا تھا آپ کے ابتداء کی کیفیت کو اور اس دنیا میں تشریف لائے اور عالم شہود میں آپ کے سرور کی تفصیلات جاننے کے لئے روح میں گدگدی اور شوق بڑھتا گیا تو آپ نے یہاں سے آپ کی ابتداء سے انتہاء تک آپ کے پاکیزہ احوال اور نورانی کیفیات بیان کرنا شروع کئے، یہ (۵۹) انسٹھواں شعر ہے آپ کی ولادت باسعادت کا ذکر شروع کرتے ہیں آپ کی پاکیزگی اور مہک بیان سے باہر ہے اس لئے ایسے موقعہ پر قاعدہ ہے مجمل پیرایہ میں بیان کا جاتا ہے۔

(۱) آپ ولادت کے ساتھ ہی سجدہ ریز ہوئے۔
 (۲) پھر سر اٹھا کر لا الہ الا اللہ فرمایا۔
 (۳) آپ کے جسم اطہر سے نور چمکا سر منور ہو گیا۔
 (۴) حسب دستور میں غسل دینا چاہی تو آواز آئی اے صفیہ
 تکلیف مت کرو یہ پشت قدرت سے دئے کئے ہوئے ہیں۔
 (۵) آپ مختون ناف بریدہ تھے۔
 (۶) آپ کے دونوں شانوں کے درمیان (مہر نبوت)
 تھا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔
 امام قسطلانی نے کتاب مواہب لدنیہ میں طویل حدیث
 شریف کی تخریج کی ہے
 ولادت باسعادت کے فضائل عجیبہ بکثرت احادیث
 شریفہ میں موجود ہیں، حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے
 ہیں: جس رات اللہ تعالیٰ نے نور محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کو لطن
 آمنہ میں منتقل فرمایا وہ ماہ رجب کی شب جمعہ تھی اس رات اللہ
 تعالیٰ نے خازن جنت کو فرمایا کہ فردوسِ اعلیٰ کے دروازے
 کھول دو اور زمین و آسمان میں ندا کر دیں کہ وہ نور جس سے رحمتہ
 للعالمین ظاہر ہونے والے ہیں وہ لطن آمنہ میں قرار پا گیا
 ہے۔ قریش میں ان دنوں نہایت قحط سالی تھی، اچانک زمین
 سرسبز و شاداب ہونے لگی اور درخت ثمر آور ہو گئے تو عرب نے
 اس سال کا نام سۃ الفتح والا بہتاج رکھا۔ (طیب الوردہ)
 اور شرح شیخ زادہ میں ہے استقرار حمل کی رات تمام
 اصنام اوندھے گر گئے اور شیطان کا تخت اوندھا پڑ گیا اور

عنصر سے مراد ذات اقدس اور اس کا نسب ہے۔ آپ کی
 ولادت باسعادت کے وقت جو انوار و تجلیات کا ظہور ہوا اور
 معجزات کا صدور ہوا اور جو نورانی احوال و کیفیات نمود ہوئے
 اور جو نور و کمال و جمال اور نورانی احوال دیکھے گئے آپ کی
 ذات عالی کی پاکیزگی کے براہین و دلائل ہیں۔

یا طیب مبتداء، ندا برائے تعجب ہے، یہ کس قدر تعجب خیز
 پاکیزگی ہے، اس نور کی کیفیت اور کمیت پر تم غور کرو اس کی
 ابتداء کا جب یہ حال ہے تو اس کی انتہاء اور اس کے اختتام کا کیا
 حال ہوگا۔ اس مولود کریم کی کس قدر شان و عظمت ہے اور اس
 کے فضائل و کمالات مالا تعد ولا تحصى ہیں۔ آپ کی ولادت
 مبارکہ کے موقعہ پر جو احوال عظمت نور کی کیفیات رونما ہوئیں
 بیان سے باہر ہیں، منجملہ ان کے چند لکھے جاتے ہیں:

(۱) حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:
 بوقت ولادت ایسی خوشبو اور مشام جان اور ساری فضاء معطر
 ہو گئی اور ایسا نور پھیلنا کہ جس سے آسمان تک ہر شی منور ہو گئی
 اور اس روشنی سے مجھے ملک شام کے محلات نظر آنے لگے اور
 آپ مختون اور ناف بریدہ تھے آپ کا جسد اطہر ہر قسم کی آلائش
 سے پاک تھا۔

حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی بی بی صفیہ فرماتی ہیں:
 جو آپ کی پھوپھی ہوتی ہیں بوقت ولادت بحیثیت دایہ وہاں
 موجود تھی وہ فرماتی ہیں میں نے بوقت ولادت چھ عجائبات
 دیکھیں۔ (طیب الوردہ)

کو پیش ہے۔ فرس فارس کی جمع ہے، اس سے مراد اہل ایران ہیں، جو مجوسی تھے آگ کی پوجا کرتے تھے ان کا شجرہ یہ ہے یہ اپنے والد کی دس سے زیادہ اولاد تھی، اور سب کے سب شہسوار اور بہادر تھے اسی لئے فرس نام پائے۔ اور دوسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ فارس فراست سے ہے فارس اس لئے بھی کہتے ہیں کہ یہ اہل فراست تھے کسی چیز کا اپنے فہم و نظر سے اندازہ کر لیتے تھے۔ اہل فارس کو ان کے کاہن پہلے سے کہتے آرہے تھے کہ نبی آخر الزماں تشریف لائیں گے ان کے صحابہ اور ان کے مومنین کے دست مبارک پر تہناری حکومت ختم ہو جائیگی یوم میلاد میں یعنی جس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور اس مبارک دن جو معجزات ارہاصات اور علامات نبوت ظاہر ہوئے اہل ایران کو انداز ہو گیا کہ ان کی حکومت زوال سے دوچار ہو جائیگی۔ ولادت مبارک کے مبارک دن میں ایران جو واقعات پیش آئے مجملہ ان کے ایران کے وائٹ ہاوز (سفید محل) کے بارہ کنگرے جھڑ گئے۔

(۲) ایک ہزار سال سے جلتے ہوئے آتش کدہ کی آگ سرد ہو گئی جھگئی۔

(۳) دریائے سادہ خشک ہو گیا۔

(۴) دریائے فرات بہنے سے رک گیا۔

یہ میلاد شریف کا دن تھا ان واقعات سے وہ جان گئے کہ ان کو حکومت کے زوال سے متنبہ کر دیا گیا ہے ان پر شکست و ریخت اور ذلت مسلط کر دی جائیگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل

چالیس دن تک سمندروں میں غوطے لگاتار ہا پھر جبل بوقیسیس پر آکر چیخ مارا تمام شیاطین جمع ہو گئے۔ ان سے کہنے لگا تم پر ہلاکت ہو اب یہاں محمد بن عبد اللہ آرہے ہیں وہ صنم پرستی کو ختم کر دیں گے، لات و عزی کی پرستش کو ختم کر دیں گے۔ توحید کا پیام دیں گے دنیا میں ہر سو توحید کا غلغلہ ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے استقر ارحمہم کی رات قریش کے تمام جانور بول اٹھے اور فصیح زبان سے کہنے لگے حمل محمد و رب الکعبۃ و هو امان لاهل الدنیا، اور مشرق سے مغرب کی طرف مغرب سے مشرق کی طرف وہ بشارت دیتے ہوئے دوڑنے لگے۔ ابشروا فقد آن لابی القاسم ان یخرج الی الارض میمونا مبارک کا طیبا طاہرا ابی خرامۃ اخرجت الناس یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر فیا طوبی بہا۔

یَوْمَ تَفْرَسَ فِيهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمْ

قَدْ أَنْذَرُوا بِحُلُولِ الْبُؤْسِ وَالنَّقَمِ

میلاد کے دن اہل فارس اپنی فراست سے جان گئے تھے کہ ان کو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ ان پر سخت مصائب اور بلائیں اتریں گی۔

یوم تفرس یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ اس کا مبتداء یوم ولادته محذوف ہے۔ اس میں اور بھی احتمالات ہیں تفرس کہتے کسی چیز کو فراست سے معلوم کر لینا۔ فرس فا

کاہنوں کو بلایا اور کہا میں آج ایک ایسا خواب دیکھا ہوں جو مجھے متحیر اور پریشان کر دیا ہے تو میرا خواب سننے سے پہلے اس کی تعبیر دو تو نجومیوں نے کہا آپ اس طرح تعبیر لینا چاہتے ہوں تو کس کو سطح راہب کے پاس بھیجئے وہ تعبیر دیگا تو بادشاہ نے عبدالمسیح نامی شخص کو سطح کے پاس بحرین روانہ کیا پھر اس کی تعبیر دیا وہ خواب یہ تھا۔ عربی گھوڑے اس کے تمام شہروں میں بھر گئے ہیں اور عراقی اونٹ ہانکے جارہے ہیں اور اسے نکال رہے ہیں پھر اس خواب کی تعبیر دیا عربی گھوڑے ان کے اصحاب ہیں جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جو فارس کے شہروں میں داخل ہو کر ملک فارس اور چودہ کنگرے گرجانا کی تعبیر چودہ پشت تک یہ حکومت چلے گی پھر ختم ہو جائے گی۔ یہ تعبیر سن کر قوم ناراض ہو گئی اور سطح کو قتل کر ڈالا گیا اور چودہ پشت کی بات پر ان کو تھوڑی تسکین ہوئی مگر دیکھتے ہی دیکھتے ()

سالوں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فارس پر حملہ ہوا اور مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ملک فارس سارا کا سارا ممالک محروسہ اسلامیہ میں شامل ہو گیا اور دیار فارس سے کفر کا نام و نشان ختم ہو گیا۔

تفرس اور فرس میں تجنیس ہے۔

وَبَاتِ أَيَوَانٌ كِسْرَى وَهُوَ مُنْصَدِّعٌ

كَشْمَلٍ أَصْحَابِ كِسْرَى غَيْرِ مُلْتَمِعِمْ

اور راتوں رات کسری کا محل ٹوٹ کر ایسا ہو گیا جیسا کسری

فارس کو اللہ تعالیٰ فراست عطاء فرمائی تھی لیکن انہوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا، آگ کی پوجا کرتے کفر و شرک میں مبتلاء رہتے آخر کار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایران پر مسلمانوں کا پہلا حملہ ہوا، اس وقت ایران کا آخری بادشاہ یزدجر تھا۔ رستم فوج کا کمانڈر تھا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص تھے آپ کے فوج میں سے ہلال بن علقمہ یشمی نے ایران کے کمانڈر رستم کو ختم کیا پھر مسلمانوں کو پہلی کامیابی عطا ہوئی، اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ماقبی کسر پوری ہو گئی پھر ایران بلاد اسلام میں شامل ہو گیا۔ (تفصیلات تاریخ کی کتابوں میں دیکھیں)

فارس کی تعریف میں احادیث ہیں: ان اللہ تعالیٰ من بین خلقه من العرب قريشا ومن العجم فارسا. اللہ تعالیٰ سارے عرب میں سے قریش کو پسند فرمایا اور عجم میں سے فارس کو۔ (حوالہ)

ایک حدیث میں ہے بعد الناس عن الاسلام الروم ولو كان الاسلام معلقا بالثرى لالتنا وله رجال في فارس (لوگوں میں اسلام سے بعید تر روم ہے اور اگر اسلام ثریا پر معلق ہو جائے تو فارس کے کچھ لوگ وہاں سے بھی اس کو لائیں گے۔ (حوالہ))

(یہ کام ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کئے ہیں)

شب میلاد ایران کا ایک مشہور واقعہ ہے ہم اس کو مختصر لکھتے ہیں: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب ایران کا بادشاہ ابوشیروان ایک خواب دیکھا صبح پریشان ہو کر اٹھا اور تمام

کی جماعت ٹوٹ گئی اب وہ جمع ہونے والی نہیں ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ولادت مبارک کے دن کسریٰ کا محل جو سفید سنگ مرد کا تھا نور (ج) برس تعمیر ہوا تھا، جس کے چھت کی بلندی سو گز کی تھی جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ قیامت تک وہ نہیں ٹوٹے گا زمر داور موتیوں سے اس پر نقاشی کا کام کیا گیا اور قیمتی جواہرات جڑے گئے تھے اور سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا، میلاد مبارک کی رات میں اس میں ایسا شگاف آ گیا کہ اس کے (۱۴) چودہ کنگرے اچانک ٹوٹ کر گر گئے اور آٹھ (۸) باقی رہے، جو اس بات کو بتا رہے تھے کہ اس کی حکومت زوال پذیر ہو جائیگی، وہ نہایت مضبوط عمارت تھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ قیامت تک پائدار رہے گی اچانک اس کے کنگروں کا جھڑ جانے سے ان کے دل دہل گئے اور رنج و غم سے دوچار ہو گئے اور ان کو اندازہ ہو گیا کہ ان کی یہ حکومت ختم ہو جائے گی۔

انصداع صدع سے پھٹ جانا پارہ پارہ ہو جانا۔
منصدع پارہ پارہ ہونے والا۔ ملتئم ملنے (لٹام) سے ملنا، جڑنا،
جڑنے والا غیر ملتئم نہ ملنے والا۔

کسریٰ خسرو کا معرب ہے اس کے محل کے بارے میں شیخ عبدالرحمن بن محمد المعروف بابن مقلاش زہرانی نے بردہ بوسیر یہ شرح متوسط میں لکھا ہے کسری۔

کسری لقب تھا اہل فارس کے بادشاہ کا جیسے قیصر اہل روم کا اور تیج اہل سین کا اور خاقان اہل ترک کے بادشاہ کا نجاشی اہل

حبشہ کا اور لذریق اہل اندلس کے بادشاہ کا فرعون اہل مصر کے بادشاہوں کا اور شاہ اہل بابل کے بادشاہوں کا اور نمرود اہل کنعان کے بادشاہوں کا اور ایک قول میں بھلول ہندوستان کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اور کنعان کے بادشاہ کا لقب نمرود ہے۔

اس میں لفظ کسری کی تکرار ہے اگر اسم ظاہر کی جگہ ضمیر لاتے تو اس میں دو احتمال تھے (۱) دو کسری کا ایک ہونے کا احتمال تھا حقیقت ایسی نہیں ہے پہلا کسری نوشیروان عادل بن قیاد ہے اور دوسرا کسری پرویز بن ہرمز ہے۔ ہوتا کہ مرجع ایوان ہو اور اس میں تو الی اضافات ہے۔ تو الی اضافت شعراء کے کلام میں موجود ہے، اور یہ عیب نہیں ہے۔

اور انصداع ایوان کو شمل اصحاب کسری سے تشبیہ دنیا بظاہر مطابق معلوم نہیں ہوتا کیونکہ چودہ کنگرے گرے تھے، اور شتات اصحاب صرف چودہ افراد میں تو یہ بہت تھوڑا اور معمولی ہے اس کا جواب یہ ہے، یہ تشبیہ نہایت مطابق ہے یعنی چودہ سلاطین پر یہ حکومت ختم ہو جائے گی اور اصحاب کسری کی جماعت جس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر ختم ہو گئی اسی طرح یہ ایوان حکومت بھی ایسا ختم ہو جائے گا پھر مل نہیں سکے گا۔

بات افعال ناقصہ سے رات میں کسی چیز کا ہونا یہ واقعہ میلاد مبارک کی رات میں ہوا ایوان کسری کا اسم غیر ملتئم اس کی خبر میں زلزلہ کے وقت اس پر (۱۵۰) سال گزرے تھے۔ ایوان دارالمواہ جس میں بادشاہ اور اس کے ہمنشین وزراء بیٹھتے ہیں۔

وہو منصدع جملہ حالیہ ہے، شمل سے مراد نظام

حکومت اور جماعت۔

ہے، ظلم و بربریت ٹوٹ رہی ہے۔

الفاظ معانی و بلاغت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات کفر کا

بات افعال ناقص ہے اور اس کا عطف تفرس پر ہے اور
بات کسی چیز کا رات کے وقت ہو جانا اور یہاں مراد شب میلاد
مبارک ہے۔

زور ٹوٹا بتوں اور ندھے گر گئے اور بت پرستوں پر دہشت طاری
ہو گئی فارس کے بتکہہ کی آگ بجھ گئی جو آگ ایک ہزار سال
سے دھک رہی تھی اس کو دہکاتے رکھنے اور بجھنے نہ دینے کے

ایوان، شاہی محل، دار المشورہ۔ انصراع ٹوٹ جانا۔

لئے بکثرت خدمتگار کام کرتے تھے۔ اور ایک قول میں وہ آگ

التنام مل جانا جڑ جانا۔

دو ہزار سال سے جل رہی تھی، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ

کسری: ایران کے بادشاہ کا لقب اس کی جمع اکاسرہ۔

و صبحہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات اچانک اس کا بجھ جانا

شمل جماعت (نظام)

اس بات کی علامت تھی کہ آتش پرستی کو زوال ہے اور اس کا زور

اس میں مراعاة النظر ہے کیونکہ دو تناسب ایوان اور شمل

ٹوٹنے والا ہے۔ آگ کا یہ بجھنا قصر فارس کے ٹوٹنے اور اس

کو جمع کیا گیا ہے اس میں ایوان کسری کو شمل کسری سے تشبیہ

کے اصحاب کی شتات و افتراق اور آتش پرستی کے زوال کے غم

دی گئی اس میں شبہ مشبہ بہ اور اداة تشبیہ مذکور ہے اس لئے یہ

میں تھا، اور اسی رات نہر فرات جو وادی ساوہ میں واقع تھی جس

تشبیہ مفصل ومرسل ہوئی۔ وجہ شبہ عدم التمام ہے۔

کے کناروں پر بت پرستی اور بے حیائی کے اڈے تھے وہ بھی

مراعاة النظر۔ تشبیہ مفصل مرسل

اسی شدت غم میں اپنا راستہ بھول گئی اور میدانوں میں چلی گئی۔

وَالنَّارُ خَامِدَةٌ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسْفٍ

رنج و غم کی مختلف صورتیں ہیں منجملہ ان کے:

عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمٍ

(۱) اسف حالت غصہ میں جو رنج ہوتا ہے (۲) کمد وہ

اور اہل فارس کی آگ کی سانسیں اس پر غم کے مارے سرد

غم جس کا اظہار نہیں کیا جاسکتا (۳) بیث شدت غم (۴) غم

ہو گئیں اور دریائے فرات دہشت کے مارے بہنے سے رک

یہ وہ غم جو نفس کو بے چین کر دیتا ہے (۵) سدوم وہ غم ہے جو

گئی۔

حالت ندامت میں ہوتا ہے (۶) اسی (۷) لہف کسی چیز کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک ساری دنیا

چھوٹ جانے کا غم (۸) وجوم وہ غم جو انسان کو سکت

کے لئے نوید مسرت لائی کہ اب اسلام کی روشنی آرہی ہے۔ کفر

و خاموش کر دیتا ہے۔ (۹) کابہ غم زدہ انسان کی وہ بری

کی تاریکی چھٹ رہی ہے، اہل دنیا کے امن و سلامتی آرہی

حالت جس میں انسان ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) ترح خوشی کی ضد

لغت میں نہر پانی کے بہنے کے نالے کو کہتے ہیں مگر مجازاً نالے میں بہنے والا پانی مراد ہے۔

اس شعر میں سہو (بھول جانے) کی نسبت مجازی ہے اور اس میں دو تشبیہات ہیں (۱) خادمۃ الانفاس میں آگ کو ایک انسان سے تشبیہ ہے اور ساہی العین میں نہر کو انسان کی آنکھ سے تشبیہ ہے اور ہر ایک میں مشبہ بہ کے لوازم کا ذکر کیا گیا خادمۃ الانفاس میں مشبہ بہ کا لوازم انسانوں کے انفاس کا ذکر اور ساہی العین میں مشبہ بہ کا لوازم میں سے عین (آنکھ) کا ذکر ہے۔

وہ آتش کدہ جس کی نے محسوس کر لیا کہ آتش پرستی ختم ہونے والی ہے، اور اس کو دہکانے والوں کا زوال آنے والا ہے۔ اس غم میں وہ بجھ گئی اور دریائے فرات کو معلوم ہو گیا کہ مستقبل قریب میں باطل بھاگنے والا ہے اور آتش پرستی بجھنے والی ہے عظیم انقلاب آنے والا ہے اس کی وجہ سے اس پر جو دہشت طاری ہوتی اس دہشت کے مارے وہ اپنی روانی کا راستہ بھول گیا اور اس کا پانی وادی سامرہ میں داخل ہو گیا اور وادی خشک ہو کر ایسی ہو گئی گویا زمین کھولائی گئی ہے اور آگ نکل رہی ہے۔

خادمۃ الانفاس میں استعارہ تصریحیہ ہے اور نہر ساہی العین میں استعارہ مکنیہ ہے یہ دونوں تشبیہات نہایت خوبصورت ہیں سر کی آنکھ سے نہر کی آنکھ کی طرف منتقل ہو کر آنکھ کی استقدر غفلت کا ذکر کیا کہ پانی کے راستہ بھول کر دریا کے سوکھ جانے تک اس کو پتہ نہیں چلا۔

استعارہ تصریحیہ۔ استعارہ مکنیہ ہے۔

وَسَاءَ سَاوَةٍ أَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا

وَرُدَّ وَاوَدُّهَا بِالْغَيْظِ حِينَ ظَمَى

اور ساکنان شہر ساوہ کو ان کے تالاب کا سوکھ جانا غمزدہ کر دیا

اور اس پر آنے والے پیاسے کو غصہ سے ہی واپس ہونا پڑا۔

ہمدان: ساوہ ایک شہر کا نام ہے جو شہر ہمدان اور قم کے

درمیان (ری) واقع ہے۔ اس میں ایک تالاب تھا جو چھ میل

لمبا اور چھ میل چوڑا تھا وہ موجیں مارتا تھا اس میں اطراف

واکناف کے علاقوں کی کشتیاں چلتی تھیں اس کے اطراف

بہت سی نہریں تھیں اور اس کے اطراف چمن سرسبز و شاداب

باغات اونچے اونچے سایہ دار اور پھل درخت تھے اور اس کے

اطراف مشرکین کے معابد کنائس اور بت خانے تھے وہ کفر

و شرک اور نفس پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے جس مبارک

ساعت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی میلاد

مبارک اور تشریف آوری ہوئی تو آتش پرستوں پر ذلت کے

بادل چھا گئے ان کا ہزار سال کا آتش کدہ بجھ گیا اس میں اس

میں ان کا بڑا تالاب خشک ہو گیا، نہریں سوکھ گئیں اطراف کی

شادابی ختم ہو گئی، اور چرند و پرند سب وہاں سے نکل گئے وہاں

صرف وحشت رہ گئی اور ذلت چھا گئی یہ سب ان کے کرتوتوں

کی وجہ سے ہوا اللہ تعالیٰ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

سَاءَ (غمگین کر دیا) یہ فعل ماضی ہے مساوۃ فوٹحہ (زبر)

ہے یہ مفعول بہ ہے اور مضاف الیہ ہے، اس کا مضاف اہل

قہرا کے ساتھ لوٹایا گیا۔

اور بعض حضرات نے اس شعر میں ساء ساوۃ اور غاضت بالغیض میں تجنیس قرار دیا ہے۔

لیکن علامہ ابو مقلّاش دحرسانی فرماتے ہیں اس میں تجنیس نہیں ہے، تجنیس کے تمام شرائط پائے نہیں جاتے۔ اور ساء ساوۃ میں نسبت مجازی ہے اور ساوہ کہہ کر اہل ساوہ مراد لیا گیا ہے اس لئے یہاں غیض سے مراد پانی کا ختم ہو جانا اور خشک ہو جانا ہے۔ اور علاقہ محلیت کا ہے اس لئے یہ مجاز مرسل ہے۔

كَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

گویا غم کے مارے آگ میں پانی کی تری آگئی اور پانی میں آگ کے شعلے آگئے۔

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تو آتش پرستوں کی حالت غم کے مارے الٹ پلٹ ہوگئی کہ ان کے آتش کدے ایسے بجھ گئے کہ وہاں پانی کی تری آگئی اور ان کے پانی کے تالاب اور ندیاں نالے ایسے خشک ہو گئے کہ وہاں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ کفر و شرک کے قلعہ سہما ہونے لگے، ان کی شادابی خشک سالی سے بدل گئی اور ان کے آتش کدوں میں سردی آگئی۔

اس شعر میں حسین استعارے ہیں، پانی کا اپنی صفت ٹھنڈک کو چھوڑ کر آگ کی صفت بھڑکنے کو اختیار کر لیا اور آگ نے اپنی صفت بھڑکنے کو چھوڑ کر پانی کی صفت ٹھنڈک کو اختیار

محذوف ہے یعنی اہل ساوۃ ہے اور ان غاضت بتاویل مصدر فاعل ہے، یعنی اہل ساوہ کو بحیرہ تالاب کے پانی کا سوکھ جانا غمزدہ کر دیا اور جو لوگ پانی کے لئے اس تالاب پر آتے تھے ان کو پانی سے محروم ہو کر جانا پڑا ہے۔ بالغیظ غصہ سے مراد محروم ہو کر واپس ہونا پڑا۔

اسی طرح ایک اور تالاب بحیرہ طبر یہ بھی تھا اس کے اطراف بھی سونے چاندی سے منقش گرجے کنائس تعمیر کئے گئے تھے وہاں بھی بت پرستی کفر و شرک اور بے حیائی کی مستی تھی۔ آپ کی ولادت مبارکہ کے موقع پر وہ تالاب بھی سوکھ گیا خشک ہو گیا یہ سب اس بات کی علامت تھی کہ اب یہ کفر و شرک کے مرکز ختم ہونے اور ٹوٹ جانے والے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں اسلام کا سورج ہر طرف طلوع ہوا کفر کی اندھیری راتیں جاتی رہیں۔

غاضت بحیرہ تھا: اسناد مجازی ہے، غاضت متعدی ہے اس کا مفعول ماء ہا محذوف ہے، غیض کی نسبت بحیرہ آبادی کی طرف مجاز ہے۔ ایک دوسری روایت میں غیضت ماضی مجہول ہے۔

بالغیض میں باء سیبہ ہے پانی کے غصہ کے سبب سوکھ جانا۔ ظمی پیاسا ہوا باب سہم سے ماضی معروف ہے، قافیہ کی رعایت کے لئے ی کو ساکن کر دیا گیا۔

رُذْ: ماضی مجہول ہے، معنی میں رجوع ہے، لازم کی جگہ متعدی لانے میں تحکم اور غلبہ ہے اس میں بلاغت ہے کہ اس کو

لگیں اور حق الفاظ و معانی یعنی حال و قال سے ظاہر ہونے لگا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کی جب ولادت باسعادت ہوئی تو سارے آفاق روشن ہو گئے زمین و آسمان میں نور پھیلا اور تیز رفتار مخلوق جنات دنیا میں مشرق سے مغرب کی طرف اور مغرب سے مشرق کی طرف اعلان کرتے جانے لگے کہ رحمت للعالمین تشریف لائے ہیں نور مبین کا ظہور ہو چکا ہے ایمان کی روشنی پھیل رہی ہے کفر کا محل ٹوٹ رہا ہے۔

اور روم سے ایران تک مشرق سے مغرب تک ہر طرف روشنی پھیلنے لگی ہے شمس نبوت طلوع ہو چکا ہے اس کی روشنی سے عالم منور ہونے لگا ہے۔ طبقات ابن سعد میں روایت ہے:

عن امہ قالت لما ولدته خرج منی نور اضاء له
قصور الشام فولدته نظيفا ولدته كما ولد السخل ما به
قدر ووقع الى الارض وهو جالس على الارض بیده.
آپ کی والدہ فرمائیں جب آپ کی ولادت ہوئی تو مجھ سے
ایسا نور چمکا اس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے آپ صاف
ستھرے پیدا ہوئے جیسا..... کا بچہ کسی قسم کا کوئی میل نہیں تھا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کے چچا محترم حضرت
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمائے:

(شعر)

وانت لما ولدت اشرفت الار
ض وضاءت بنورک الافق
فنحن في ذلك الضياء وفي النو

کرلی۔ اہل فارس جس چیز کو عظیم قرار دیتے اور تعظیم کرتے تھے
اللہ تعالیٰ نے اس کو ادنیٰ ترین اور خسیس ترین کر دیا، اس میں
عکس و تبدیل ہے۔

آگ جس کی پوجا کرتے تھے اس کی طبیعت کے لحاظ
سے اس کو گرم رہنا چاہئے تھا مگر وہ سرد ہو گئی اور راکھ بن گئی اور
پانی جس کو ٹھنڈا اور خوشگوار ہونا چاہئے تھا تا کہ پیاسے کے کام
آئے اور پیاسے کی پیاس بجھے مگر وہ گرم ہو گیا، اور حزننا مفعول
لہ ہے اس سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ آگ اور پانی نے اپنی
صفت و ہیئت کو جو بدلا ہے وہ اس کی پوجا کرنے والوں کو اور
اس کو رب ماننے والوں کے عقیدے کے ابطال کیلئے ہے کہ تم
اس کو آب مت سمجھو دیکھو حالت بدل گئی ان کا مخالف ان پر
چھا گیا یہ خدا نہیں ہو سکتے تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ، اب
حق کا غلبہ ہونے والا ہے تو حیدر کی روشنی چار سو پھیلنے والی ہے۔
کان بالنار میں جار مجر و خبر مقدم ہے، اور ما بالماء کا من
اسم مؤخر ہے۔ اور لفظ من بیان جنس کے لئے ہے۔ ما بالماء اور
ما بالنار میں الف لام عہدی ہے۔

اور اس شعر میں النار (آگ) کو ماء سے اور الماء (پانی)
کو نار (آگ) سے تشبیہ دی گئی ہے اور اداۃ تشبیہ مذکور اس لئے
یہ تشبیہ مرسل ہے۔

وَالجِنُّ تَهْتَفُ وَالْانْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنَى وَمِنْ كَلِمٍ

اور جنات بلند آواز سے اعلان کرنے لگے اور روشنیاں چمکنے

روسل الرشاد تخرق

آپ کی ولادت باسعادت ہوئی زمین اور آفاق منور ہو گئے اور ہم اسی روشنی اسی نور میں اور بھلائی کے راستوں پر چلتے ہیں۔

اس شعر میں تین جملے ہیں ناظم ہام کا کمال ہے ان تین جملوں میں بکثرت علامات کو جمع کر دیا ہے۔ پہلا جملہ والجن تہتف اور دوسرا جملہ والانوار ساطعہ تیسرا جملہ والحق یظہر من معنی ومن کلم۔

پہلے جملے میں ہتاف عام ہے بیداری میں ہو یا خواب میں چنانچہ دونوں حالتوں میں جنت مشرق سے مغرب، مغرب سے مشرق کی طرف اعلان کرتے رہے کہ نبی تشریف لائے ہیں، والانوار ساطعہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے مشرق و مغرب سب دکھائے گئے یہاں تک کہ شہر بصرہ ملک شام کے شاہی محلات دکھائے گئے، مشرق و مغرب میں حتی کہ کعبۃ اللہ کے اوپر جھنڈے نصب کئے دکھائی گئے۔ اور انوار سے حسی اور معنوی دونوں مراد ہو سکتے ہیں یہ تو حسی انوار تھے۔ معنوی انوار قلوب و یقین و اطمینان کی کیفیات ہیں۔

والحق یظہر: ہر آئے دن حق کا ظہور ہوتا جا رہا تھا جمادات گواہی دینے لگے اور آپ کی خدمت بجائے کنکریاں آپ کی مٹھی میں تسبیح کرنے لگے، ایسے بے حساب علامات کا ظہور ہوتا گیا جس سے دلوں میں اطمینان اور یقین کی روشنی پیدا ہوتی گئی، معنی سے آپ کے احوال اور کلم سے آپ کے اقوال سب

آپ کی گواہی دے رہے تھے۔

اور شفاء میں ہے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں لما ولدته خرج منی نور اضاء له من رحمی نورا اضاء له قصور الشام فولدته نظیفا، ولدت کما یولد السخل ما بہ قدر و وقع الی الارض وهو جالس علی الارض بیدہ (طبقات ابن سعد) اور . اور آپ کی ولادت ایسی پاک و صاف ہوئی جیسے کی ولادت ہوتی ہے جس پر کسی قسم کی گندگی اور ناپاکی نہیں تھی، اور اپنے دست مبارک کے سہارے سے زمین پر تشریف فرماتے، آپ کی ولادت کے وقت میرے رحم سے ایسا نور چمکا جو ملک شام کے محلات کو روشن کر دیا۔

ہتف یہتف. ایسی آواز کہ آواز دینے والا دکھائی نہ دے۔ جن وہ مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی جو اشکال بدل سکتے ہیں جنات کی بھی بہت سے قسمیں ہیں۔ جن (جن ن) کے مادہ میں پوشیدہ رہنے کا مفہوم ہے چنانچہ جنین وہ بچہ ہے جو رحم مادر میں مستور رہتا ہے۔ جنات انسانوں کی نظروں سے چھپے ہوئے رہتے ہیں اسی طرح جنت باغ کو کہتے ہیں جس کے گھنے درختوں یا اس کے اطراف کی بادندری کی وجہ سے چھپ جاتا ہے۔ جنان (جن کو کسرہ) دل جو چھپا ہوا ہے۔ جنات بھی شریعت اسلامیہ کے مکلف ہیں ان میں مومن اور صالحین و اولیاء کرام بھی ہیں اور کافر و مشرک آوارہ بد معاش بھی ہیں۔ یہاں الجن سے نفس جن مراد ہیں مومن جن خوشخبری

اور اس شعر میں ارصاد بھی ہے ارصاد یعنی ایسی بات بولنا کہ خود بخود اس کے بعد کالفظ زبان پر آجائے جیسے والحق یظہر من معنی بولتے ہیں ومن کلم خود بخود آجاتا ہے ارصاد قوت فکر پر دلالت ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

بہر حال آپ کی میلاد شریف کے موقعہ پر خلاف عادت ایسے امور ظاہر ہوئے جس سے اس بات کا اعلان تھا کہ اب نور آنے والا ہے کفر کی ظلمت اور باطل کا اندھیرا چھٹنے والا ہے مگر جو لوگ دل کے اندھے تھے وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ معنی و کلم میں بہت سے مطالب ہیں، معنی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه وسلم کے صفات اور کلم سے مراد قرآن مجید ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه وسلم کے اقوال و سنت یہ کلمہ کی جمع ہے۔ یعنی قرآن کریم اور حدیث شریف دونوں سے حق ظاہر و باہر ہو رہا ہے۔

والحق یظہر الخ. حق سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور معنی سے مراد آپ کی ولادت کے وقت کی آیات و نشانیاں ہیں اور من کلم سے مراد جنات کے جگہ جگہ اعلانات ہیں۔

عَمُوا وَصَمُوا فَاعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ

تُسْمَعُ وَبَارِقَةُ الْإِنْدَارِ لَمْ تُشَمَّ

کفار اندھے اور بہرے ہو گئے نہ خوش خبری کا اعلان سن

سنانے گئے اور وہ کافر جن اپنی قوم کو صنم پرستی کے ختم ہونے سے ڈراتے رہے، قرآن مجید میں ہے وان لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شديدا وشهباً (الایة سورة الجن) اور یہ ہوائف میلاد شریف کے وقت اور بعثت کے وقت دونوں مواقع پر بھی ہو سکتے ہیں۔

والانوار ساطعة. حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ولادت کے موقعہ پر میں دیکھی ایک ایسا نور چمکا کہ ملک شام کے محلات روشن ہوئے اور نظر آنے لگے اور ہر طرف ایک جھنڈا نصب کیا گیا اور کعبۃ اللہ پر بھی ایک جھنڈا نصب کیا گیا، والانوار ساطعة سے ارہاصات اور معجزات بھی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

معنی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے صفات و احوال اور کلم سے مراد کلمات اللہ قرآن مجید اور آپ کے اقوال ہیں۔

اس شعر میں تذبذیب ہے یعنی استدلال کو استدلال کے ذریعہ مضبوط کرنا اور مراعات النظر بھی ہے بہت سے مناسبات جمع ہیں اور اس میں دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کیا گیا ہے یعنی کلم اور معنی دونوں کا حکم ایک ہے یعنی دونوں اظہار حق کے لئے ہیں اس میں عکس و تبدیل بھی ہے وہ اس طرح کہ پہلے کلم سے آغاز ہے والجن تہتف بھی معنی کا ذکر ہے والانوار ساطعة پھر اس کا عکس لایا گیا پہلے والحق یظہر من معنی ہے پھر من کلم ہے ترتیب کو بدل دیا گیا۔

سکے اور نہ ڈرانے کی بجلی کو دیکھ سکے۔

ہونے اور دلائل و براہین قائم ہونے کے باوجود ان کا اسلام نہ

لانا اسلئے ہے کہ وہ دل کے اندھے بہرے ہو چکے ہیں۔

اس شعر میں حضرت بوصری ناظم ہمام ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ان تمام براہین و دلائل اور کھلے معجزات کے باوجود کفار کیوں اسلام قبول نہیں کئے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے موقعہ پر ظہور حق کی جو روشیاں ہر طرف چمکنے لگیں اور سید المرسلین کی آمد مبارک کی خوش خبری کا اعلان ہونے لگا اور باطل طاقتوں کے ٹوٹنے اور کفر و شرک کے مٹنے کی جو علامتیں نمودار ہو رہی تھیں وہ اس کو نہ سن سکے نہ دیکھ سکے تھے، کیونکہ وہ دل کے اندھے اور دل کے بہرے ہو گئے تھے، وہ ظاہر میں صاحب سماعت و بصارت اور بینا اور؟ نظر آ رہے تھے مگر باطن میں اندھے بہرے تھے۔ ان کے دل مردہ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ ان کی اندرونی طاقتیں دل کی سماعت اور دل کی بینائی وغیرہ ختم ہو گئی تھیں، ان پر مہر لگ گئی تھی، یہ سب ان کے کروت اور سیاہ اعمال کا نتیجہ تھا۔

عموا و صموا میں مجاز ہے، اور دونوں میں دو استعارے تشریحیہ اور تبعیہ ہیں، اور مراعاة النظر ہے اندھے و بہرے سے یہاں مراد آنکھ و کان سے فائدہ نہ اٹھانا ہے بارقۃ الانذار۔ میں بارقۃ سے مراد چمک اور بجلی، انذار ڈرانا آگاہ کرنا مراد معجزات کا ظہور۔ بارقۃ یا مصدر ہے یا اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔

لم تسمع۔ یہ لفظ واحد مذکر غائب لم یسمع اور واحد مؤنث غائب لم تسمع دونوں طرح پڑھا گیا صیغہ مذکر میں ہوگا مرجع اعلان اور صیغہ مؤنث میں ہی کا مرجع بھی اعلان ہوگا کیونکہ اضافت بشارت کی طرف ہونے سے وہ بھی مؤنث کی تاویل میں ہے۔

عموا و صموا دل کا اندھا اور بہرا ہونے اور آنکھ و کان کے اندھا بہرا ہونے کے مفہوم میں فرق یہ ہے آنکھ و کان کا اندھا بہرا ہونا حسی ہے اور دل کا اندھا ہونے سے مراد قبول نہ

اس شعر میں حضرت بوصری ناظم ہمام ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ان تمام براہین و دلائل اور کھلے معجزات کے باوجود کفار کیوں اسلام قبول نہیں کئے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے موقعہ پر ظہور حق کی جو روشیاں ہر طرف چمکنے لگیں اور سید المرسلین کی آمد مبارک کی خوش خبری کا اعلان ہونے لگا اور باطل طاقتوں کے ٹوٹنے اور کفر و شرک کے مٹنے کی جو علامتیں نمودار ہو رہی تھیں وہ اس کو نہ سن سکے نہ دیکھ سکے تھے، کیونکہ وہ دل کے اندھے اور دل کے بہرے ہو گئے تھے، وہ ظاہر میں صاحب سماعت و بصارت اور بینا اور؟ نظر آ رہے تھے مگر باطن میں اندھے بہرے تھے۔ ان کے دل مردہ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ ان کی اندرونی طاقتیں دل کی سماعت اور دل کی بینائی وغیرہ ختم ہو گئی تھیں، ان پر مہر لگ گئی تھی، یہ سب ان کے کروت اور سیاہ اعمال کا نتیجہ تھا۔

یہاں اندھا اور بہرہ ہونے سے مراد دل کا اندھا بہرا ہونا مراد ہے۔ دل کا اندھا بہرہ ہونے سے مراد حق کو دیکھتے ہوئے اور سنتے ہوئے بھی قبول نہ کرنا ہوتا ہے۔

عموا و صموا میں ضمیر فاعل ہم کا مرجع کفار ہے اگرچیکہ یہ اہل فارس کے ذکر کے بعد ہے مگر قرینہ دلالت کرتا ہے عام کفار معاندین مراد ہیں۔

اس شعر میں ناظم ہمام کا مقصود یہ ہے کہ حق اسقدر ظاہر

کاہنوں نے بھی ان کو بتا دیا تھا کہ تمہارا دین جو تیرا ہے تم نے کرنا ہے۔
اس میں تبدیلی اور تحریف کر لیا ہے اب وہ باقی رہنے والا نہیں ہے اور اب وہ وقت آچکا ہے جس کا عالم کو انتظار ہے رحمۃ اللعالمین شریعت شہباء اور ملت بیضاء لیکر تشریف لانے والے ہیں اہل ارض و سماء کے لئے سعادت کا روشن سورج طلوع ہو رہا ہے، اور ظلمت کفر و شرک کا فور ہونے والی ہے، کاہن سے مراد وہ لوگ ہیں جو شیاطین اور جنات سے یا نجوم کے ذریعہ غیب کی خبریں لوگوں کو بتاتے تھے لوگ ان کے پاس چلے آتے تھے، اس دور میں کاہنوں کا زور تھا اور عرب میں کاہنوں میں دو بڑے مشہور تھے۔ (۱) سطح سین کوزبر (فتح) طاء کو کسرہ اور (۲) بینوبان (ی ن وب ان) مسطح کا قصہ گزر چکا ہے۔ دوسرا کاہن بینوبان کے پاس بھی گئے اور اس سے مشورہ کئے کہ جو مولود مبارک کی ولادت باسعادت ہوئی ہے اس کو شہید کر دینے کے بارے میں مشورہ کئے تو اس نے بتایا تم یہ کام نہیں کر سکتے تم کو اس پر قدرت نہیں ہے۔ سیرت ابن ہشام، دلائل النبوة للبیہقی وغیرہ)

دینہم میں دین کی اضافت، ہم ضمیر کی طرف اس دین کی خست کے لئے ہے یہ ان کا اپنا بنایا ہوا دین ہے معوج باب افعال سے اسم فاعل ہے اور دین کی صفت ہے، ان کا دین اس لئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ دین ان کا گھڑا ہوا دین ہے جو قائم نہیں رہے گا۔ لم یقم اب وہ نہیں اٹھے گا یعنی قائم نہیں رہے گا۔

دینہم المعوج: میں استعارہ مکنیہ ہے ان کے غلط

لم تشم۔ مضارع مجہول، مادہ شیم اجوف یائی ہے لم جازمہ آخر کو جزم ہے، قافیہ کی وجہ سے اس کو کسرہ دیا گیا۔

الفاظ ومعانی و بلاغت:

عمو اباب سح مادہ عمی ناقص یائی۔

صموا: مادہ صم مضاف۔

فاعلان میں فاستثانیہ ہے۔ اعلان باب افعال سے مصدر ہے اگر ہمزہ کوزبر (فتح) پڑھیں تو یہ علن کی جمع ہے اس کے معنی اعلان کے ہیں۔

انذار۔ اعلام مع التخویف، ڈرانا اور اطلاع کرنا مراد آگاہ کرنا۔

بارقة: چمک اس میں مصدر کی ہے یا اسم فاعل اور مونث ہے انوار کی صفت لم تشم نفی۔ حمد بلم مجہول مادہ شیم اجوف یائی۔

اس میں مراعاة النظر، استعارہ نصریحیہ، استعارہ تبعیہ، لف و نشر غیر مرتب (مشوش) ہے۔

مَنْ بَعْدَ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ

بِأَنَّ دِينَهُمُ الْمَعْوَجَ لَمْ يَقُمْ

اقوام عالم کو ان کے کاہن خبر دینے کے باوجود کہ ان کا تیرا دین قائم نہیں رہے گا۔ (اندھے بہرے بنے رہے ایمان نہیں لائے)

ان کے کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑ گئے تھے ان کے

والبر والصلوة للارحام اور ایک تیسرا بت بھی تھا اس سے یہ آواز آئی ان الذی ورث النبوة والهدی بعد ابن مریم من قریش مہندی بنی یخبر ما سبق وما یكون فی غد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو ہدایت و نبوت کے وارث ہیں وہ قبیلہ قریش کے ہیں والے ہیں اور گزشتہ کی اور آئندہ کی خبریں دینے والے ہیں۔

مواہب میں حضرت عائشہ سے ایک روایت منقول ہے مکہ معظمہ میں ایک یہودی رہتا تھا جس رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ولادت ہوئی اس کی صبح اس نے کہا یا معاشر قریش هل ولد فیکم اللیلۃ مولود الخ (طویل عبارت ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے) اے جماعت قریش کیا تم میں آج کی رات کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے تو انہوں نے کہا ہم کو نہیں معلوم تو اس نے کہا دیکھو آج کی رات اس امت کے نبی پیدا ہوئے ہیں ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت (مہر نبوت) ہے وہ واپس لوٹے اور دریافت کئے تو ان سے کہا گیا کہ (حضرت) عبد اللہ بن عبد المطلب کو ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو وہ یہودی ان کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کے پاس جاتا ہے۔ آپ کی والدہ نے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کیا اور اس یہودی نے جب آپ کی زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت کو دیکھا تو بیہوش ہو کر گر پڑا پھر کہا نبوت بنی اسرائیل سے جاتی رہی اے جماعت قریش سنو خدا کی قسم اس بچے کی سطوت و عظمت

دین کو تیرے سے تشبیہ دی گئی وجہ شبہ دونوں میں صلاحیت کا نہ ہونا پھر اس کے لوازم میں سے اوجاج کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہ استعارہ ممکنہ ہے۔

اس شعر میں ناظم ہمام کا مقصد منکرین کی شاعت اور ان کے عناد و تکبر کو بتاتا ہے کہ ان کے کاہن جن پر یہ لوگ اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے وہ کاہن خود ان کو بتا رہے تھے کہ ان کا اپنا بنایا ہوا باطل دین اب ختم ہو جائے گا آخری نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر اس کے باوجود وہ لوگ ایمان نہیں لارہے تھے۔

خصائص کبریٰ میں کاہنوں کے بہت سے واقعات منقول ہیں، ایک بت جس کا نام سواع تھا، بنی ظفرہ کے کچھ لوگوں نے اس پر کچھ بھینٹ چڑھانے کے لئے راشد بن عبد اللہ کو بھیجا، راشد فرماتے ہیں کہ جب میں صبح کے وقت اس کے پاس پہنچا تو اس بت سے میں نے یہ آوازیں سنیں العجب کل العجب من خروج بنی عبد المطلب یحرم الزنا والرباء والذبح للاصنام وخرست السماع ورمینا بالشہب تعجب پر تعجب ہے ایک بنی کے ظہور پر جو عبد المطلب کی اولاد سے ہوں گے اور وہ زنا کو سود کو اور بتوں کے لئے جانوروں کو ذبح کرنے کو حرام کر دیں گے آسمان سے خبروں کو سننا بند کر دیا گیا اور ہم پر شہب (انگار کے شعلے) پھینکے گئے ہیں۔ اور وہیں ایک اور بت تھا جس کا نام ضمار تھا اس کے اندر سے یہ آواز آنے لگی ترک الضمار وکان یعبد وخرج احمد نبی یصلی الصلوۃ ویامر بالزکوۃ والصیام

شروع میں اچھا تھا بعد میں اس میں بگاڑ پیدا کئے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کا دین شروع سے تباہی ہے۔

دینہم الموعج: میں استعارہ مکنیہ ہے ان گمراہ دین کو ٹیڑھے نیزے سے تشبیہ دی گئی وجہ شبہ عدم صلاحیت پھر مشبہ بہ کو حذف کر کے اس کے لوازم میں سے ایک لازمہ امو جاج کا ذکر کیا گیا اس لئے یہ استعارہ مکنیہ ہے۔

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوا فِي الْأَفْقِ مِنْ شُهُبٍ

مُنْقَضَةٍ وَفَقَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ صَنَمٍ

باوجود اس کے کہ وہ آفاق میں شہاب یعنی آگ کے شعلوں کو ٹوٹتے دیکھے جس طرح زمین میں بتوں کو گرتے دیکھے۔ (پھر بھی مخالفت کرتے رہے)

جنات و شیاطین غیب کی خبریں لانے کے لئے آسمان تک جاتے تھے پوشیدہ طور پر وہاں کی خبریں لے کر آتے تھے اور اپنے کاہنوں کو سناتے تھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پاک کی رات سے ان کو آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا اس کے باوجود وہ وہاں کی باتیں سننے اور اس کو کاہنوں تک پہنچانے کی کوشش میں قریب تک جانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے اور گولے پھینکے جاتے ہیں وہ ایک آدھ بات سن کر کاہنوں تک اس کو پہنچا دیتے ہیں کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بولتے ہیں میلاد پاک کی رات سے شیاطین پر آگ کے گولے اور شہاب ثاقب ٹوٹنے لگے اور ادھر زمین میں اس رات سارے بت اورندھے گرنے لگے۔

سب پر غالب آجائے گی اور اس کی خبر مشرق و مغرب تک چھا جائیگی، ناظم ہمام اس شعر میں اہل شرک و کفر پر انتہائی شقاوت و بدبختی کا اظہار کر رہے ہیں کہ حق کی اس قدر واضح علامات کے ظہور کے باوجود وہ ایمان نہیں لارہے، عناد و ہٹ دھرمی پر تلے ہوئے ہیں۔

ناظم ہمام کا مطلب یہ ہے کہ وہ کافر جن کے قلوب پر ان کی ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے مہر لگ گئی ہے ان کی سماعت میں ڈاٹ اور ان کی بصارت پر پردے پڑ گئے ہیں وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں جو انوار وحج قاطعہ ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور جو زواجر اور اندازات ان کا نون سے کھٹکھٹا رہے ہیں اس طرف کان دھرنا نہیں جانتے ہیں باوجودیکہ ان کے ملعون شیاطین اور ان کے گمراہ کاہن بھی بول رہے ہیں جب کہ تمہارا باطل دین ختم ہو جائے گا۔ دین حق اسلام غالب آجائے گا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائچکے ہیں اب سارے عالم میں ان کا غلبہ اور ان کی سطوت رہے گی۔

الفاظ ومعانی و بلاغت:

من بعد جار مجرور متعلق ہیں ما قبل شعر کے عموا و صموا سے۔

معو ج تیڑھا۔ اسم فاعل باب افعلال سے ہے۔

دین کا بہت معانی پر اطلاق ہوتا ہے، ناظم ہمام نے دین کی عفت الموعج لائے ایک وہم کو ختم کرنا ہے کہ ان کا دین

تم نے ایسے مولود کی زیارت کی جس کے نور سے مشرق و مغرب کی ساری زمین روشن ہوگئی۔ اور سارے بت اوندھے گر گئے اور ان کے رعب سے زمین کے سارے بادشاہ تھرانے لگے

حضرت سودا بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں پہلے ایک کاہن تھا اور ایک جن مجھے خبریں دیا کرتا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے موقع پر اس نے مجھے سے کہا اب ہم خبریں دینے سے قاصر ہیں کیونکہ جب ہم آسمان پر جاتے ہیں تو ہم پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں اس لئے آپ بھی اب یہ کام چھوڑ دو اور اس ہادی برحق کو تلاش کرو جو قبیلہ بنی لوی بن غالب میں ظاہر ہوئے ہیں مخلوق کو بت پرستی سے روکتے ہیں اور ہدایت کے راستہ پر لاتے ہیں وہ بولتا رہا تیسری مرتبہ میں توجہ کیا اور میرے دل میں ہادی برحق کی اور اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور میں مکہ مکرمہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ شب میلاد اور اس سے پہلے سے اس طرح کے بکثرت واقعات پیش آئے۔

لفظ افق الف اور تادونوں کو پیش ہے اور تخفیف کے لئے قاف کو سکون سے پڑھ سکتے ہیں اور منقضة کے آخر کو کو تینوں اعراب سے پڑھا جاسکتا ہے۔ کسرہ ہو تو شہب کی صفت اور فتح ہو تو شہب سے حال اور ضمہ ہو تو مبتداء محذوف کی خبر بنا سکتے ہیں۔ یہ اسم فاعل ہے باب انفعال ہے۔

بعد ما عابوا: ما مصدر یہ اور ما صولہ دونوں ہو سکتا ہے اور

کفار قریش اور اہل دنیا اس کو دیکھ رہے تھے اس رات کعبۃ اللہ کے اطراف جو (۳۶۰) بت بٹھائے رکھے تھے وہ سب اوندھے گر گئے دنیا میں جہاں جہاں بت تھے وہ سب اسی طرح اوندھے گر گئے۔

قرآن مجید میں ہے وانا لمرسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شديدا وشهباً (سورہ جن آیت ۸) اس سے معلوم ہوتا ہے جنات کی قوت میں ہے کہ وہ تھوڑی دیر میں آسمانوں تک پرواز کر سکتے ہیں اور فرشتوں کی گفتگو کو سن سکتے اور اس کو سمجھ بھی سکتے ہیں اگرچیکہ دونوں کی زبانیں الگ الگ ہوں۔ صنم اور وثن میں فرق۔ صنم بغیر جثہ اور بغیر جسم کے اور وثن وہ تصویر ہے جو جسم کے ساتھ ہو، اس شعر میں صنم لانے کی وجہ اس لئے ہے جو تصور بغیر جسم کے کسی دیوار وغیر پر وہ جب گر جائے تو جو بت جسم و جثہ کے ہوں وہ بدجہ اولیٰ گر جائیں گے۔ اور ایک قول میں صنم پتھر کے بت اور وثن پتھر کے سوا پیتل اور تانبے کے بت۔

میں ہے ولادت باسعادت کے وقت حضرت عبدالمطلب کعبۃ اللہ میں تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام بت سرنگوں ہیں اور ہبل بت سے یر باعی سنی

تَرَى بِمَوْلُودٍ أَصْنَاءَ تَبْنُورِهِ
جَمِيعُ فَجَاجَةِ الْأَرْضِ مِنْ شَرْقٍ وَمِنْ غَرْبٍ
وَحَرَّتْ لَهُ الْأَوْتَانُ طُرًّا وَأَرْعَدَتْ
قُلُوبُ مَلُوكِ الْأَرْضِ جَمْعًا مِنَ الرَّعْبِ

عاینوا فعل ماضی باب مفاعلہ مادہ عین دیکھنا معائنہ کرنا۔ شہب جمع ہے، شین اور ہاء دونوں کو پیش۔

حَتَّىٰ غَدَا عَنْ طَرِيقِ الْوَحْيِ مُنْهَزِمٌ
مَنْ الشَّيَاطِينِ يَقْفُو اَثْرَ مُنْهَزِمٍ

یہاں تک کہ وحی کے راستے سے یعنی آسمانوں سے شیطان ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔

جو شیاطین آسمانوں پر غیب کی خبریں لانے کے لئے میلا دشریف سے پہلے جاتے تھے ان پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی میلا دمبارک کے موقعہ پر آگ کے شعلے برسنے لگے تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے کیونکہ وہ شعلہ کسی شیطان کو لگ جاتا تو وہ مرجاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ جاری فرمادیا۔

ہزم (زامجمہ) باب سح شکست دینا قوت توڑ دینا۔ انہزام (انفعال) شکست کھا جانا یہاں منہزم سے مراد بھاگنے والا۔ اثر کے معنی پیچھے، اثر کے ہمزہ کو زیر (کسرہ) اور زبر (فتح) دونوں طرح ہے، یہاں کسرہ کے ساتھ معروف ہے۔

اثر منہزم: سے مراد یہ ہے کہ شیاطین شعلے برسنے سے اسقدر خوف طاری ہو گیا تھا کہ وہ منتشر نہیں ہو سکے بلکہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے تھے اور اس شعر میں منہزم کی تکرار ہے اور یہ تکرار محمود ہے کیونکہ دونوں منہزم ایک تابع اور ایک متبوع ہے دونوں میں سے ہر ایک الگ الگ حتیٰ یہاں غایت کا ہے پہلے شعر میں جو منقضضہ ہے اس کی غایت ہے یعنی

شعلے گرنے لگے یہاں تک کہ جب جنات پر شعلے گر رہے تھے وہ بھاگنے لگے البتہ وہ جنات آسمانوں کے قریب تک جاتے ہیں تو وہاں بھی شعلے برستے ہیں اس عرصہ میں ان کو ایک آدھ بات سن گن مل جاتی ہے وہ لا کر کاہنوں کو سناتے ہیں کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتے ہیں اس ایک سچی بات کی وجہ سے لوگ کاہن پر اعتبار کر لیتے ہیں یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا لوگوں کو چاہئے کہ کاہنوں کے پاس نہ جائیں ان کی باتوں پر اعتماد نہ کریں کیونکہ کہانت ختم ہو چکی ہے۔ حدیث شریف میں.....

حتیٰ غایت کا ہے اور یہ منقضضہ کی غایت ہے، یعنی ان شیاطین پر شعلے برستے گئے یہاں تک کہ وحی کے راستوں سے وہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے غدا کے معنی صرار ہے اور یہ افعال ناقصہ میں سے ہے من الشیاطین میں من بیانیہ ہے اور منہزم کا بیان ہے۔

قرآن مجید میں ہے جنوں نے کہا وانا لمسنا المساء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا وشہبا۔ انا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد له شہابا رصدا۔ (سورہ جن) جنوں نے کہا اور ہم آسمانوں کے پاس پہنچے تو اس کو سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا، ہم سننے کے لئے (خبروں کو) نشست گاہوں میں بیٹھا کرتے تھے، اور اب جو کوئی سنتا ہے تو گھات میں لگے ہوئے شعلوں کو پاتا ہے۔ (سورہ جن)

کہایا کہ کعبۃ اللہ کو ڈھادے گا چنانچہ وہ ہاتھیوں کی فوج لیکر نکلا اور اس کے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ کعبۃ اللہ کے قریب تک پہنچا جب وہ کعبۃ اللہ حملہ کا ارادہ کیا تو اس کا عبرت ناک انجام ہوا اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی جھنڈ کی جھنڈ بھیجا جو اپنی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں لاکر جو چنے کے دانے سے کم اور مسور کے دانہ سے ذرا بڑی تھیں ابرہہ اس کی فوج اور اس کے ہاتھیوں پر ان کنکریوں کو مارنے لگے وہ اس قدر سخت تر حملہ تھا کہ وہ کنکری جب خود پر گرتی تو خود کو پھاڑ کر سر کو چیر کر دربر میں سے نکل جاتی تھی اس سے اس کی فوج اور ان کے ہاتھی سب زخمی ہونے لگے اور سر اسیمہ ہو کر ایک دوسرے کو روندتے بھاگنے لگے اور ابرہہ اور اس کا لاؤ لشکر سب ناکام ہو گئے قرآن مجید میں سورہ فیل میں اس کا ذکر ہے اور یہ تاریخ کا مشہور عبرت ناک واقعہ ہے اس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔ من شاء المزید فلیراجع۔ یہ شیاطین جو آسمانوں پر جاتے تھے ان پر شہاب گرتے گئے تو یہ شیاطین بھی ابرہہ کی فوج کی طرح بھاگنے لگے ان بھاگنے والے شیاطین کی ایک دوسری مثال بھی ہے جنگ بدر و حنین میں کفار قریش کی پہلوان فوج ایک ہزار کی تعداد میں مسلح ہو کر میدان بدر میں مسلمانوں سے جنگ کے لئے آئی تھی اور یہ رمضان ۲ ہجری کا واقعہ ہے، اور مسلمان صرف (۳۱۳) کی تعداد میں تھے اور مسلح بھی نہیں تھے کفار قریش کے ایک ہزار پہلوان مسلح فوج اپنے زعم باطل میں یہ سمجھ کر مسلمان کو العیاذ باللہ ہلاک اور ختم کر دیں

یہ سوال کے شیاطین آگ سے بنائے گئے ہیں ان کو آگ کیسے جلانے کی تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے انسان کو مٹی سے مٹی کے گولوں سے مار لگتا ہے حالانکہ وہ مٹی سے بنایا گیا ہے۔

كَانَهُمْ هَرَبًا أَبْطَالًا أَبْرَهَةَ

أَوْ عَسْكَرًا بِالْحَصَىٰ مِنْ رَا حَتِيهِ رُمِي

وہ شیاطین بھاگنے میں ابرہہ کے لشکر کے یا اس فوج کے مانند ہیں جس کو آپ ﷺ کے دست مبارک سے کنکریوں سے مارا گیا ہو۔

ابطال بطل کی جمع ہے پہلوان بہادر آدمی اس سے مراد لشکر ہے، بطل باب.... سے معنی قوت کا ٹوٹ جانا ان کو بطل اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے ملاقات پر لوگوں کی ہمت و قوت ٹوٹ جاتی ہے، اس شعر میں دو تشبیہات ہیں پہلی تشبیہ ابرہہ کے بھاگے ہوئے لشکر سے ہے دوسری تشبیہ جنگ بدر و حنین میں قتل ہونے والے کفار قریش سے ہے۔ ابرہہ بن صباح اور اس کی کنیت ابو یکسوم تھی یمن کا بادشاہ تھا ابرہہ کے معنی حبشہ کی زبان میں سفید چہرہ والا یہ یمن کا بادشاہ تھا وہ یمن میں ایک خوبصورت گرجا بنایا تھا اس کا مقصد تھا کہ لوگ حج کے لئے کعبۃ اللہ کو نہ جائیں بلکہ اس کے گرجا کو آئیں تو عرب کے قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے ابرہہ کی اس ناپاک حرکت پر ناراضی کا اظہار کرنے کے لئے اس کے اس کلیسا کو غلاظت تھوپ دیا اور اس میں غلاظت کر دیا تو ابرہہ غصہ میں آ کر قسم

بھاگنے لگتے ہیں اس کی تفہیم کے لئے دو تشبیہات پیش کی گئی ہیں، مطلب یہ ہے کہ شیاطین غیبی خبروں کو جاننے کے لئے جو آسمانوں پر جاتے ہیں ان پر شہاب برسائے جاتے ہیں تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنے لگتے ہیں۔ اگر کسی کو وہ شعلہ شہاب لگ جاتا ہے تو ہلاک ہو جاتا اور کوئی زخمی ہو جاتا ہے۔

اس شعر میں اداۃ تشبیہ کا ان اور وجہ تشبیہ یعنی بھاگنا دونوں مذکور ہیں اس لئے یہ تشبیہ مرسل و مفصل ہے۔ اس میں عکس تشبیہ ہے کیونکہ تشبیہ میں مشبہ ضعیف اور مشبہ بہ قوی ہوتا ہے مگر یہاں اس کا الٹا ہے۔ مشبہ شیاطین ہر وہب میں اقویٰ ہیں اور مشبہ بہ ابطال ابرہہ اضعف ہیں، اور ہر بات ترکیب میں تمیز ہے یعنی کان ہر بہم ہر با ابطال ابرہہ اور مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے اس وقت تقدیری عبارت اس طرح ہوگی فکانہم من اجل الہرب ابطال ابرہہ اور یہ دونوں تشبیہ تمثیلی ہیں۔ شطر اول میں بھاگتے شیاطین اور شہاب جو ان کا پیچھا کر رہے ہیں اس صورت میں حالی کی ابرہہ کی بھاگتی فوج اور ان پر کنکریوں کی صورت حال سے تشبیہ ہے اور شطر ثانی میں بھاگتے شیاطین اور شہاب جو ہر طرف سے پیچھا کر رہے ہیں اس صورت حال کو مشرکین کی فوج جن پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جو کنکریاں ماری گئیں یہاں تک کہ وہ شکست کھا گئے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس شعر میں مراعاة العظیر بھی ہے متعدد تناسبات کو ایک حکم میں جمع کر دیا گیا ہے اور اس میں استنباع بھی ہے یعنی کسی

گے حملہ آور ہوئے ایسے خوفناک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے درمیان میں ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں اور شاہت الوجوہ (منہ کا لے ہو جائیں) فرمایا پھر کیا تھا ان میں سے ہر ایک کی آنکھ ناک اور منہ میں وہ مٹی گری اور دشمن بیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہو گئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (اے حبیب! جب آپ پھینکے تھے آپ نہیں بلکہ اللہ نے پھینکا تھا)۔ اور آپ نہیں پھینکے جب آپ پھینکے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ پھینکتا ہے۔

شعر کے پہلے مصرعہ میں ابرہہ کی فوج اور ابابیل کی کنکریوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعہ میں جنگ بدر و حنین کا واقعہ ہے جو ماہ شوال ۵ھ میں ہوا۔ اور اس میں قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے کفار اپنی سب سے بڑی عددی طاقت مال و متاع اور عورتوں اور بچوں کو لیکر میدان حنین میں مقابلہ کے لئے اترے تھے۔ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کفار قریش کی طرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکنے کا ذکر ہے، اسی طرح جنگ حنین میں کفار کا حملہ شدید تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک مٹھی مٹی کفار کی طرف پھینکی پھر مسلمان یکدم حملہ کئے کفار منتشر ہو گئے۔ ان واقعات میں کفار کی تباہی اور مسلمانوں کی فتیابی ہے اس کو سیرت کی کتابوں میں دیکھا جائے۔

شیاطین پر جب شہاب پھینکے جاتے ہیں تو وہ جس طرح

رمی۔ اس طرح کنکریوں کو پھینکنے کا واقعہ جنگ بدر اور جنگ حنین دونوں موقعوں پر ہوا ہے۔ اس واقعہ کو طبرانی نے فی الاوسط اور ابن سعد نے اور بزار نے عن ابی ذر روایت کیا ہے۔

اور اس شعر میں بہت سے محسنات بدیعہ ہیں اس میں استنباع ہے، استنباع سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کسی کی خوبی کو یکے بعد دیگرے مسلسل بیان کرتے جانا جیسا کہ سابق شعر میں انقضاض شہب علی الشیاطین شیاطین پر شہب پھینکے جانے اور ان کے بھاگنے کا ذکر اور بھاگنے کی دو تشبیہات اس کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کو بیان کر رہے ہیں اس میں تضمین یعنی ایک کلام میں ایک معنی دوسرے معنی کو بھی شامل ہے۔

اور اس شعر میں جو تشبیہ ہے وہ تشبیہ بلغ ہے حرف تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں مذکور ہیں۔

مسبح تسبیح پڑھنے والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں آپ کا واقعہ مشہور ہے آپ شہر نینوا کے رہنے والوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یہ شہر شہر موصل کے مقابل دریائے دجلہ کے کنارہ واقع ہے، آپ نے جب قوم کو ایمان کی دعوت دی تو قوم نے آپ کا انکار کیا اور کفر و شرک میں مبتلا رہے تو اللہ کی طرف سے حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو عذاب کا فیصلہ سنایا کہ تین دن کے اندر عذاب آئیگا پھر آپ اس بستی سے نکل کر چلے گئے، دریائے دجلہ میں کشتی میں بیٹھ کر جا رہے تھے کشتی بھنور میں آگئی ملاح یہ سمجھ کر کوئی شخص مالک کی اطلاع

چیز کی تعریف کرنا جس سے دوسری چیز کی تعریف لازم آئے۔

نَبْدًا بِمَبْعَدَ تَسْبِيحِ مَبِطْنِهِمَا

نَبْدَ الْمُسَبِّحِ مِنْ أَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ

ان کنکریوں کو آپ کی دونوں ہاتھوں میں ان کے تسبیح پڑھنے کے بعد (کفار کی طرف) پھینکا جیسا کہ تسبیح پڑھنے والے یعنی یونس علیہ السلام کو نکلنے والی مچھلی کے پیٹ میں سے پھینکا گیا۔

نبدارمی کا مفعول مطلق ہے کیونکہ وہ ہم معنی ہے روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه وسلم (۷) کنکریاں اپنی ہتیلی میں لئے پھر ان کنکریوں نے آپ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی یعنی آپ کی نزاہت اور آپ کی ہر عیب سے پاکی بیان کیا اور دوسروں نے اس تسبیح کو سنا پھر آپ نے ان کنکریوں کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا ان کے ہاتھ میں بھی وہ تسبیح پڑھیں، پھر اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تو وہاں بھی تسبیح پڑھیں پھر اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه وسلم نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا وہاں بھی وہ تسبیح پڑھیں پھر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دیا تو وہاں بھی وہ تسبیح پڑھیں اور ہر وقت ہر ایک نے اس کو سنا، پھر ان کنکریوں کو جنگ بدر میں کفار کی طرف پھینکا یہ کنکریاں ہر ایک کافر کے آنکھ میں گریں پھر کافروں کو شکست ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولكن الله

عذاب کے آتادیکھ کر میدان میں نکل کر ساری قوم توبہ استغفار کی اللہ نے ان کی توبہ کو قبول کیا پھر یونس علیہ السلام کو اسی قوم کی طرف دوبارہ مبعوث فرمایا۔ اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

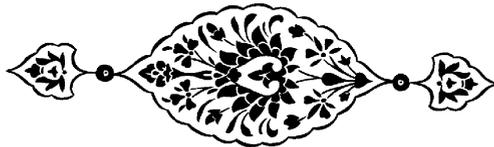
رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے ان کو پھینکنے سے پہلے تسبیح پڑھی جیسا کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی اپنے پیٹ سے پھینکنے سے پہلے یونس علیہ السلام تسبیح پڑھتے رہے۔

احشاء کا واحد حشی ہے اس کے معنی وہ چیز جو مچھلیوں کے درمیان ہے یعنی آنتیں ہیں، یہاں مراد پیٹ ہے، اس میں اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیا گیا ہے، یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ اور تشبیہ تمثیلی بھی ہے کیونکہ جو کنکریاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه وسلم کے دست مبارک سے پھینکی گئی تھیں ان کو حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس میں بہت سے معجزات کا ظہور ہوا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور ان سات کنکریوں کا ایک ہزار کی فوج کے آنکھوں میں گرنا یہ سب خارق عادت اور معجزات ہیں۔

کے بغیر جہاز میں سوار ہوتا ہے تو جہاز بھنور میں آجاتا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کے لئے قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام آیا لیکن آپ کی نورانیت و بزرگی اور پاکیزگی کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کر رہے تھے مگر اللہ کے نبی یونس علیہ السلام نے خود بتایا میں اللہ کا نبی ہوں، قوم کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آنے والا ہے میں قوم کو اس سے باخبر کر کے نکل گیا ہوں اس کے بعد کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں ڈال دیا، اللہ کے حکم سے ایک مچھلی آپ کو نکل گئی لقمہ بنا لی، تو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک لا الہ الا انت سبحانک انی کنت میں الظالمین کی تسبیح پڑھتے رہے، چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے آپ کو اپنے اندر سے ساحل پر اگل دی، یہ ایک طویل واقعہ ہے تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے من شاء فلیراجع الیہ۔ اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مسج سے تسبیح پڑھنے والے اسم فاعل باب تفعیل سے اس سے ملتقم اسم فاعل باب افعال سے لقمہ بنانے نکل جانے والی یعنی مچھلی، مراد حضرت یونس علیہ السلام اور ملتقم (لقمہ بنانے والا) سے مراد مچھلی ہے احشاء سے مراد مچھلی کا پیٹ ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد قوم نے



تعارف نفس و تزکیہ نفس

مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب، پروفیسر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

سب سے پہلی مخلوق جس سے قدرت الہی کا تعلق ہوا وہ روح انسانی ہے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انسان کے اس عالم میں آنے سے پہلے ارواح کو پیدا کیا گیا، پھر ان تمام ارواح میں اور تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور رحمتہ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارکہ کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر روح البیان: ج ۵/۱۹۹)

عالم ارواح میں انسان کی ترقی کے ذرائع نہیں تھے اس لیے اسے جسم دے کر اس عالم میں بھیجا گیا۔ روح ایک غیر مرئی جوہر ہے جو اس جسم کثیف میں رکھی گئی۔

انسان مختلف عناصر سے مرکب ہے۔ اس کی صورت کا تعلق عالم محسوس سے ہے اور اس کی روح کا تعلق عالم غیب اور ملکوت سے ہے۔ اس جسم اور روح کے علاوہ انسان کو اور ایک دولت اور پوشیدہ خزانہ قلب کی صورت میں دیا گیا جو روح کا منبع و محل ہے۔ روح اخلاط باطنی میں لطیف بخار کی مانند دل کی محرک رگوں کے ذریعہ دماغ اور سارے بدن میں پہنچتی ہے۔ قلب کو محل انوار تجلیات الہی کے اعتبار سے عرش اللہ قرار دیا گیا۔ انسان کی حقیقت روح و قلب ہے اور اس کے سوا سب اعضاء جسمانی تابعدار، لشکر اور خدمت گزار ہیں۔ انسان کی آزمائش کے لیے روح کے مقابلہ میں نفس کو پیدا کیا گیا۔ جس طرح خیر کے ساتھ شر کا وجود اور ملائکہ کے ساتھ شیاطین کا وجود اور جنت کے ساتھ دوزخ کا وجود ہے، روح کے ساتھ نفس کا وجود ہے، یہ اجتماع محض آزمائش کے لیے ہے۔ ارشاد الہی ہے:

تزکیہ نفس کے بغیر عبادت میں جان اور لذت پیدا نہیں ہوتی ہے، اس لیے سورۃ الاعلیٰ میں اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے اور ذکر الہی سے پہلے تزکیہ نفس کی اہمیت کو بتایا۔ ارشاد الہی ہے: قد أفلح من تزكى و ذکر اسم ربہ فصلی (کامیاب ہو گیا وہ شخص جسے تزکیہ حاصل ہو اور اپنے رب کا نام یاد کرتا رہا اور نماز پڑھا۔

وقت اس کی شعاع بدن کے ظاہر اور باطن دونوں سے منقطع ہو جاتی ہے اور نیند کی حالت میں فقط ظاہر بدن سے منقطع ہو جاتی ہے، باطن سے نہیں۔ بعض اہل علم نے قبض اور وفات میں فرق نہیں رکھا۔ کتاب وسنت میں نفس کہہ کر مجازاً روح اور روح کہہ کر مجازاً نفس مراد لینا عام ہے۔ جیسا کہ امام لغت علامہ محمد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس المحیط نے نفس کے پندرہ معانی بیان کئے۔ اس لیے یہ دونوں کلمات مجازاً ایک دوسرے کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اہل تحقیق کے نزدیک نفس اور روح دو الگ ممتاز حقیقتیں ہیں۔ اس لیے بعض مقامات پر نفس کو روح کی جگہ اور روح کو نفس کی جگہ استعمال نہیں کر سکتے۔ علامہ زبیدی صاحب تاج العروس، الروض الأنف، امام سہیلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اگر یہ دونوں نام ایک ہی چیز کے ہوتے جیسا کہ اللیث والاسد (شیر) تو البتہ نفس اور روح کا ایک دوسرے کی جگہ ذکر کر دینا صحیح ہوتا مثلاً ارشاد الہی ہے: و نفخت فیہ من روحي (میں نے اس میں خاص اپنی طرف سے روح پھونکی) یہاں (من نفسی) نہیں فرمایا۔ نیز قرآن مجید میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: تعلم ما فی نفسی (تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے) آپ نے (مانی روجی) نہیں فرمایا اور ایک مقام پر قرآن میں ہے، ویقولون فی أنفسہم (وہ اپنے نفسوں میں کہتے ہیں۔ یہاں فی ارواحہم) (اپنی روحوں میں کہیں گے) کا استعمال مناسب نہ ہوتا، نیز ارشاد

خلق الموت والحيوة لیبیلو کم ایکم أحسن عملاً۔ (اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے تم میں کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے)

انسان کا ہر عضو کسی نہ کسی چیز کا محل ہے۔ جس طرح آنکھ دیکھنے اور کان سننے اور ناک سونگھنے اور زبان قوت ذائقہ کا محل ہے۔ اسی طرح اوصاف حمیدہ کا محل ”روح“ ہے اور نفس اوصاف ذمیمہ، رذائل غضبیبہ اور معائب شہویہ کا محل ہے۔ روح کی زبان عقل اور اس کی بصیرت قلب ہے اور نفس کا آلہ خواہش ہے اور جب قلب پر روحانی جذبات غالب ہوتے ہیں تو وہ اللہ کے انوار کا محل بن جاتا ہے اور جب نفسانی جذبات قابو پا لیتے ہیں تو اس پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے اور دل میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔

علمائے اسلام کے مابین اس امر میں اختلاف ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا دونوں کی حقیقت الگ الگ ہے۔ اکثر اہل علم انہیں ایک ہی چیز تصور کرتے ہیں۔ جیسا کہ علماء کی ایک جماعت (اللہ یتوفی الأ نفس حین موتہا) کی آیت میں نفس کی تفسیر نفس ہی کے معنی سے کی ہے۔ کوئی تاویل نہیں کی، جیسا کہ علامہ سید شریف جرجانی ”کتاب التعریفات“ میں لکھتے ہیں۔

نفس ایک لطیف بخاری جو ہر ہے جو قوت حیات حس اور حرکت ارادی کا حامل ہے۔ حکماء سے روح حیوانیہ کا نام دیتے ہیں۔ بدن اسی کی شعاع سے حرکت پذیر ہوتا ہے۔ موت کے

ان میں سے ایک نفس ہے جو غضب اور شہوت کی ایک جامع قوت ہے اور اہل تصوف کے نزدیک لفظ ”نفس“ اکثر اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ نفس کو صفات مذمومہ کی اصل جامع قوت قرار دیتے ہیں، اسی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ نفس کی، حدت (تیزی) کو توڑنے کے لیے مجاہدہ نفس لازمی ہے۔ نفس اور روح کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تحقیق بڑی اہمیت کی حامل ہے، آپ فرماتے ہیں:

نفس کو جسم لطیف کہتے ہیں۔ اسے حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک آئینہ کی مثال بنایا ہے، جو آفتاب کے بالمقابل رکھ دیا گیا ہو تو آفتاب کی روشنی اس میں ایسی آجاتی ہے کہ یہ خود آفتاب کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔ نفس انسانی اگر تعلیم وحی کے مطابق ریاضت و محنت کر لیتا ہے تو وہ بھی سنور ہو جاتا ہے، ورنہ جسم کثیف کے خراب اثرات میں ملوث ہوتا ہے۔ یہی نفس جب منور ہو چکا ہو تو اسی جسم لطیف کو فرشتے بعد وفات اوپر لے جاتے اور پھر اعزاز کے ساتھ نیچے لاتے ہیں۔ روح مجرد کا تعلق جسم لطیف کے واسطے سے جسم کثیف کے ساتھ ہوتا ہے اور اس پر موت طاری نہیں ہوتی، قبر کا عذاب و ثواب بھی اسی جسم لطیف یعنی نفس سے وابستہ ہے اور اس نفس کا تعلق قبر سے ہی رہتا ہے اور روح مجرد علیین میں رہتی ہے اور روح مجرد اس کے عذاب و ثواب سے بالواسطہ متاثر ہوتی ہے، اسی طرح روح کا قبر میں ہونا طبعی نفس کے لیے صحیح ہے۔

باری (ان تقول نفس) (کوئی شخص یہ کہے گا) یہاں ان تقول روح (کوئی روح کہے گی) ایسا کوئی بھی عربی شخص نہیں کہے گا۔ پس اگر نفس اور روح ایک ہی چیز کے دو نام ہیں تو پھر یہ فرق کیسا؟ یقیناً ان دونوں کے مابین تعبیری فرق ہے۔

اس امر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو امام عبدالرؤف مناوی نے اپنی مشہور تصنیف ”فیض القدير“ میں ذکر فرمایا ہے:

إن الله تعالى خلق آدم وجعل فيه نفساً و روحاً فمن الروح عفافه و فهمه و حلمه و سخاؤه و وفاقه. و من النفس شهوته و طيشه و سفهه و غضبه“ (فیض القدير، عبدالرؤف مناوی ۲/۲۲۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اس میں نفس اور روح رکھی، پس روح کی بدولت آدمی کی عفت، فہم، حلم سخاوت اور وفا ہے اور نفس کی وجہ سے اس کی شہوت، طیش، بیوقوفی اور غصہ ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی نے نفس کی جو تعریف کی ہے، اس سے صوفیہ کی فکر کی مکمل ترجمانی ہوتی ہے:

أحدهما أنه يراد به المعنى الجامع لقوة الغضب والشهوة في الإنسان و هذا الإستعمال هو الغالب على أهل التصوف لأنهم يريدون بالنفس الأصل الجامع للصفات المذمومة من الإنسان فيقولون لا بد من مجاهدة النفس و كسرها (احياء العلوم ۲/۲۳)

دیتے ہیں اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے) اگر قرآن مجید میں یہ مضمون ایک مرتبہ بھی آتا تو کافی ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن میں چار مقامات پر، ان میں سے ایک حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کی صورت میں اور تین جگہ اس کی قبولیت کی صورت میں بیان کیا۔ قرآن حکیم میں کسی بات کی اہمیت کو بتانے کے لیے اتنی طویل قسم نہیں کھائی گئی۔ جیسی قسمیں تزکیہ نفس کے لیے بیان کی گئیں، چنانچہ قرآن حکیم کی سب سے بڑی قسم سورہ والشمس میں مذکور ہے۔ والشمس وضحھا (سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم) اس طرح اللہ تعالیٰ نے جملہ سات چیزوں کی قسم گیارہ (۱۱) قسم کے صیغوں کے ساتھ ارشاد فرمائی، جس بات پر قسم کا یہ طویل سلسلہ آیا ہے وہ یہ ہے: ونفس وما سواها فألهمها فجورها و تقواها، قد افلح من زكها وقد خاب من دسها۔

تزکیہ نفس کے بغیر عبادت میں جان اور لذت پیدا نہیں ہوتی ہے، اس لیے سورۃ الاعلیٰ میں اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے اور ذکر الہی سے پہلے تزکیہ نفس کی اہمیت کو بتایا۔ ارشاد الہی ہے: قد أفلح من تزكى و ذکر اسم ربہ فصلی (کامیاب ہو گیا وہ شخص جسے تزکیہ حاصل ہو اور اپنے رب کا نام یاد کرتا رہا اور نماز پڑھا۔

تزکیہ نفس کو تمام اعمال پر اس لیے تقدیم حاصل ہے کہ تمام گناہوں کا تعلق نفس سے ہے۔ بخل کا تعلق نفس سے ہے،

روح فطرۃ نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور نفس کا میلان بدی کی طرف ہوتا ہے۔ ”قلب“، نفس اور روح کے درمیان ہوتا ہے کبھی نفس سے متاثر ہوتا ہے۔ اور کبھی روح سے اسی لیے اس کو قلب کہا جاتا ہے۔ قلب کے معنی ”بدلنے“ کے ہیں۔ جب قلب پر نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے تو ”روح“ اکیلی ہو جاتی ہے، وہ ایسی ہو جاتی ہے جیسے فولاد پر زنگ چڑھ گیا ہو۔ ایسی روح کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ نفس کی طبیعت میں اگرچیکہ ”شر“ ہے مگر تزکیہ نفس، ریاضت اور مجاہدہ اور صحبت صالحین سے نفس پر روح و قلب کی نورانیت غالب آنے سے صفات حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ نفس، نفس امارہ سے بتدریج کوامہ پھر مطمئنہ و ملہمہ کا درجہ حاصل کر کے بارگاہ ربانی سے راضیہ مرضیہ کی سند حاصل کرتا ہے۔

کیونکہ تزکیہ نفس ایک نازک مسئلہ ہے، جس کے لیے ایک مرشد اور معلم کی سخت ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد تعلیم کتاب و حکمت و تزکیہ نفس قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے: لقد من الله على المؤمنين إذ بعثت فيهم رسولا من أنفسهم يتلو عليهم آياته و يزكيهم و يعلمهم الكتاب و الحکمة و إن كانوا من قبل لفی ضلال مبين۔ (یقیناً اللہ نے مومنین پر احسان کیا ہے جبکہ ان ہی کی جانوں میں سے ان میں ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم

اسی لیے حضور رحمۃ اللعالمین علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اعلان فرمایا:

أعدى عدوك نفسك التى بين جنبيك -
(بیہقی)

تیرے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں میں ہے۔ اسی لیے کہا گیا:

نہنگ و اژدہا و شیر نرمارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا، نفس امارہ کو گر مارا۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی خبر دی ہے:

إن النفس لأماراة بالسوء إلا ما رحم ربي (یشک
نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رحم
کرے)

اللہ تعالیٰ نے ”إلا ما رحم ربي“ کے ذریعہ ان کو مستثنیٰ
کیا ہے جن کا نفس کڑے مجاہدہ و ریاضت و عبادت کی وجہ سے
مغلوب ہو کر لوامہ پھر مطمئنہ بن گیا ہے۔ ان دونوں نفسوں کا
ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

کمال ایمان کا حصول حب نبی و اتباع رسول اور اپنی ساری
خواہشات کو شریعت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے موافق
کئے بغیر ممکن نہیں، جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: لایؤمن أحدکم حتی یکون ہواہ تبعاً لما
جئت بہ. (مشکوٰۃ المصابیح)

ارشاد الہی ہے: ”وأحضرت الأنفس الشح“ حسدا کا
تعلق نفس سے ہے۔ ارشاد الہی ہے: حسدا من عند
أنفسهم تکبر کا تعلق نفس سے ہے۔ لقد استکبروا فی
أنفسهم۔ گناہوں کی اصل خواہش نفس ہے۔ ارشاد ربانی
ہے: وما أصابک من سیئة فمن نفسک۔

راہ معرفت اور قرب الہی کی راہوں میں سب سے بڑی
رکاوٹ بننے والی چار چیزیں ہیں:

(۱) دنیا (۲) مخلوق (۳) نفس

(۴) شیطان

پھر ان چاروں میں سب سے زیادہ خطرناک دشمن نفس اور
شیطان ہیں، کیونکہ دنیا اور مخلوق، ظاہری طور پر نگاہوں کے
سامنے ہیں جبکہ نفس اور شیطان یہ دونوں نگاہوں سے پوشیدہ
ہیں اور یہ واضح بات ہے کہ نگاہوں سے پوشیدہ دشمن نظر آنے
والے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

پھر ان دونوں میں بھی نفس کو سب سے بڑا دشمن قرار دیا گیا،
جس نے خود شیطان کے ایمان کو برباد کیا تھا۔

حضرت امام غزالی ”منہاج العابدین“ میں فرماتے ہیں کہ
جس وقت شیطان نے سجدہ سے انکار کیا تو کوئی دوسرا شیطان تو
تھا نہیں جو اسے بہکاتا تو وہ آخر کونسا سبب تھا جس کی بناء پر
شیطان بے ایمان ہو گیا؟ پھر خود ہی جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ
وہ اس کا نفس تھا، جس نے اسے سرکشی اور تکبر کی جانب مائل کیا
اور تباہی کے گہرے گڑے میں گرنے پر مجبور کر دیا۔

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وإن اللہ لمع المحسنین (اور جنہوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا ہم ضرور ضرور انہیں اپنی راہ دکھائیں گے اور بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ہے)۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع هواها و تمنى على الله - (المستدرک للحاکم)

(معتقد وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور موت کے بعد کے لیے تیاری کی اور وہ شخص عاجز (کمزور) ہے جس نے اپنے نفس کی پیروی کی اور (اس کے باوجود) اللہ تعالیٰ سے آرزو رکھی۔)

حضرت سیدنا عمرؓ کا مشہور قول ہے: حاسبوا قبل أن تحاسبوا۔ (تم اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو! قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔)

محاسبہ کا پہلا مرحلہ کیا ہے۔ حضرت امام حارث محاسبی سے پوچھے جو حضرت جنید بغدادیؒ کے استاذ ہے، آپ اپنے نفس کا کثرت سے محاسبہ کرنے کی وجہ سے حارث بصری کے بجائے حارث محاسبی سے مشہور ہوئے۔ آپ سے ایک شاگرد نے سوال کیا: محاسبہ کیا ہے، فرمایا: عقل کا مسلسل نفس کی نگرانی کرنا، تاکہ وہ نفس کی خیانت کو پکڑے اور اس کی افراط و تفریط کا جائزہ

اس متابعت کے بھی کئی درجات ہیں۔ متابعت کا کمال فنائے نفس میں ہے۔ حضور غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فنا کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) فنائے اول: فنا عن الخلق ہے۔ یعنی تو مخلوق سے فنا ہو جا! ان سے تو نفع کی امید رکھے اور نہ نقصان کا خوف مطلب یہ ہے کہ تیری نظر حق تعالیٰ پر ہو اور مخلوق سے نظر کلی اٹھ جائے۔

تو پھر ذات ہے ذات سر بسر تعین سے جب اٹھ جائے نظر (۲) فنائے دوم: فنا عن النفس ہے۔ یعنی تو اپنے نفس سے فانی ہو جا! جس کا مطلب یہ ہے کہ تیرا نفس تابع شریعت ہو جائے اور خواہشات نفس سے فنا ہو جائے۔

(۳) فنا عن الارادہ: یعنی تو اپنے ارادہ سے فنا ہو جائے! تو تقدیر کے سامنے ایسا ہو جائے، جس طرح مردہ غسل کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تیری اپنی کوئی خواہش نہ رہے، کوئی ارادہ نہ رہے۔ تیرا ارادہ، ارادہ الہی میں فنا ہو جائے۔

فنائیت جو قرب الہی کی منازل میں سے اہم منزل ہے۔ بغیر ریاضت و مجاہدہ نفس کے حاصل نہیں ہوتی اور مجاہدہ، محاسبہ کے بغیر مفید نہیں ہوتا۔ صرف آرزو اور تمنا سے یہ مقام حاصل

کٹ جاتا، لیکن اپنے عمل کو نفس کی مخالفت کرتے ہوئے رب کی مرضی کے تابع کر دیا تو کفر کٹ گیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد سے واپسی کے موقع پر فرمایا:

رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر -
(ہم، کافروں کے جہاد، جہاد اصغر سے۔ نفس کے جہاد، جہاد اکبر کی طرف لوٹے۔)

نفس کے جہاد کو جہاد اکبر اس لیے کہا گیا کہ دشمن کا جہاد وقتی ہے اور یہ جہاد زندگی کی آخری سانسوں تک ہے۔

اس لیے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: تصوف ایک جنگ ہے جس میں کوئی صلح نہیں۔ نفس کی مخالفت کے ساتھ تمام عمر یہ جنگ باقی رہتی ہے۔

”جہاد اکبر“ اس لیے بھی کہا گیا: نفس کی چالبازیاں اور مکاریاں خطرناک ہوا کرتی ہیں۔ بہت احتیاط اور ہمیشہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، کیونکہ نفس ہمیشہ تاک میں رہتا ہے کہ قلب پر غلبہ حاصل کر کے روح کو کمزور کر دے، اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے یہ دعا فرمائی:

اللهم رحمتك أرجو فلا تكلني إلى نفسي طرفة عين، أصلح لي شأنى كله، لا إله إلا أنت.
(مسند احمد) (اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ آنکھ جھپکنے کے بقدر بھی مجھے اپنے نفس کے حوالہ نہ کر اور میرے تمام امور کی اصلاح فرما، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔)

لے۔ پھر شاگرد نے سوال کیا: مزید وضاحت کیجئے فرمایا: جو تم کام کرنا چاہتے ہو تو اس سے پہلے یہ سوچ لو کہ کس لیے کرتے ہو اور کس کے لیے کرتے ہو، پس اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہو تو کر گزرو اور اگر غیر اللہ کے لیے ہو تو رک جاؤ اور اپنے نفس کو ملامت کرو اور اس کا تعاقب کرو کہ اس خواہش کا داعیہ کیوں پیدا ہوا۔

یہ وہ طریقہ ہے جو اولیاء اللہ نے عابدوں و عارفوں کے امام مولیٰ مشکل کشا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سیکھا۔

جیسا کہ مولانا رومؒ مثنوی میں یہ حکایت نقل کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں مولیٰ مشکل کشا کافر کو زیر کر دیتے ہیں۔ دشمن نیچے گرتے ہی آپ کے چہرہ مبارک کی جانب تھوکا تو آپ مزید اس پر سختی کرنے کے بجائے فوراً اٹھ جاتے ہیں۔ جب اٹھنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: تجھے زمین پر گرانا اللہ کے لیے تھا اور تونے وہ کام کیا جس کی وجہ سے نفس کا غصہ درمیان میں آ گیا، اس لیے اٹھ گیا کہ کہیں تیرا قتل نفس کے لیے نہ ہو جائے۔

تا أحب لله آید نام من

تا کہ ابغض لله آید کام من

گبرایں بشنید و نورے شد پدید

درد دل او تا کہ ز نارش برید

اس کافر نے جو یہ بات سنی تو اس کے قلب میں نور ایمان ظاہر ہوا جس سے اس نے اپنا زنا کفر توڑ ڈالا
اگر آپ اس حالت میں اس کا کام تمام کر دیتے تو کافر

پہلوؤں کے درمیان موجود ہے۔

اسی لیے صوفیہ کرام نے اسی نفس کی سرکوبی کے لیے مختلف مجاہدوں اور ریاضتوں پر خود عمل پیرا ہو کر دوسروں کو تعلیم دی، ان کی تعلیمات میں سے کم خوردن و کم گفتن و کم خفتن (کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا) روح کی سرعت کے لیے کلیدی اہمیت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ نفس کے مرغوبات ہیں اور نفس کی مخالفت عبادت و اطاعت کی جڑ ہے۔

صوفیہ کرام نے مذکورہ احادیث پر کس طرح عمل کر کے دکھایا اور نفس کی جانب سے دل میں آنے والے خیالات کا کس طرح محاسبہ و مواخذہ کیا، ان کی سیرت پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، بطور مثال حضرت بایزید بسطامیؒ کے محاسبہ کی ایک حکایت نقل کی جاتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ وہ عظیم صوفی ہے جن کے بارے میں حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا:

أبویزید منا بمنزلة جبریل من الملائكة (بایزید بسطامی ہم اولیاء میں ایسے معظم ہیں، جیسے ملائکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام معظم ہیں)

حضرت بایزید بسطامیؒ کے دل میں ایک مرتبہ یہ خیال گذرا کہ میں بڑا بزرگ اور شیخ وقت ہو گیا ہوں، لیکن اس کے بعد فوراً یہ خیال بھی آیا کہ میرا یہ خیال فخر اور عجب کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ فوراً خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور ایک منزل پر پہنچ کر دعاء کی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی ایسے کامل بندے کو نہیں بھیجے گا جو مجھے میری حقیقت سے روشناس کرا سکے تو اس وقت

حضرت حصین بن عبد اللہ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کلمات تعلیم فرمائے کہ انہیں پڑھا کرو: اللهم ألهمني رشدی و قنی شر نفسي. (جامع ترمذی)، (اے اللہ مجھے ہدایت الہام فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا۔)

نفس کا شرکتنا خطرناک ہے اس کی وضاحت اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے پوچھا: ماتقولون فی صاحب لکم إن أنتم أکرمتموه و أطمعتموه و کسوتموه أفضی بکم إلی شر غایة و ان أهنتموه و أعریتموه و أجمعتموه أفضی بکم إلی خیر غایة قالوا یا رسول اللہ هذا شر صاحب فی الارض قال فوالذی نفسی بیدہ إنها لنفوسکم التی بین جنوبکم۔ (تفسیر قرطبیؒ ۲۱۰۹)

(تم اپنے ایسے ساتھی کے بارے میں کیا کہتے ہو! اگر تم اس کی تکریم کرو اور اس کو کھلاؤ اور اس کو پہناؤ تو تمہیں برائی کی انتہاء کو پہنچا دے اور اگر تم اس کی اہانت کرو، اسے ذلیل کرو اور اسے ننگا اور بھوکا رکھو تو تمہیں بھلائی کی انتہاء کو پہنچا دے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ روئے زمین پر سب سے بدترین ساتھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! وہ تمہارا نفس ہے جو تمہارے

سے باندھ کر شہر لایا اور اپنے کمال کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اژدھا کو جب دھوپ کی تمازت ملی تو وہ ہلنا چلنا شروع کر دیا۔ بالآخر ساری رسیوں کو توڑ کر آزاد ہو گیا۔ مولانا رومیؒ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ چند حالات میں انسانی نفس بظاہر مردہ نظر آتا ہے، لیکن یہ مرتا نہیں گناہ کے اسباب نہ ہونے کی وجہ سے نیک نظر آتا ہے۔ جب بھی اسے شہوت یا حرص یا خود نمائی کی گرمی پہنچے تو یہ ساری رسیاں توڑتاڑ کر پھر زندہ ہو جاتا ہے۔

یہ حقائق اس بات پر دلیل ہے کہ واقعی نفس کا جہاد ”جہاد اکبر“ ہے۔ جس طرح جہاد اصغر کے لیے کسی قائد یا کمانڈر کی ضرورت ہے اسی طرح جہاد اکبر کے لیے اس سے بڑھ کر کسی رہنما و مرشد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر شخص بخوبی خود اپنے عیوب سے مطلع نہیں ہوتا، اس لیے کسی شیخ کامل کے زیر سایہ ہی تزکیہ نفس کی راہ آسانی سے طے کی جاسکتی ہے۔

مولانا رومیؒ نے فرمایا:

ھیچ نہ شد نفس را جز ظل پیر

دامن آن نفس کُش را سخت گیر

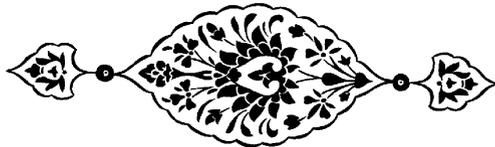
نفس کو مرشد کے سایہ عاطفت کے بغیر کوئی چیز مار نہیں سکتی

ایسے نفس کو مارنے والے پیر کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔

تک میں یہیں پڑا رہوں گا۔ تین روز کے بعد ایک شخص اونٹ پر آیا۔ آپ نے اسے رکنے کا اشارہ کیا، لیکن اس اشارے کے ساتھ ہی اونٹ کے پاؤں زمین دھستے چلے گئے جو شخص اس پر سوار تھا اس نے خشکیاں لہجے میں کہا اے بایزید! کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی کھلی ہوئی آنکھ بند کر لو اور بند آنکھ کھول دو اور بایزیدؒ سمیت پورے بسطام شہر کو غرق کر دوں۔ اس کی بات سن کر آپ کے ہوش اڑ گئے اور آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جس وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس وقت میں یہاں سے تین ہزار میل دور تھا اور اس وقت میں سیدھا وہیں سے آ رہا ہوں اور تمہیں خبر دار کرتا ہوں کہ اپنے قلب کی نگرانی کرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و فوق کل ذی علم علیم (یعنی ہر علم والے پر ایک علم والا ہے)

(تہذیب نفس، پیر عبداللطیف خاں نقشبندی ص ۴۹۶)

حضرات صوفیہ کی تعلیمات میں سے ہے کہ انسان کتنے ہی بڑے مرتبہ پر فائز ہو جائے اپنے نفس سے اطمینان کا اظہار نہ کرے۔ اس سلسلہ میں مولانا رومیؒ کی ایک حکایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص جنگل سے ایک بے حس و حرکت اژدھے کو جو سردی کی وجہ سے ٹھٹھڑ گیا تھا اور مردہ معلوم ہو رہا تھا، رسیوں



مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

نادرو نایاب تحقیقی کتب کی اشاعت کا منفرد ادارہ

مولانا سید شاہ نعمت اللہ قادری صاحب، معتمد مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

التجويد جامعہ نظامیہ، مولانا محمد فاروق علی سابق مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، (کنويز انتخابات) مولانا قاضی محمد عبدالقوی سابق شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ، راقم الحروف سید شاہ نعمت اللہ قادری سابق صدر مودب جامعہ نظامیہ، مولانا محمد عبد القدير صدر انجمن طلباء قدیم جامعہ نظامیہ، مولانا محمد سلطان احمد معتمد انجمن طلباء قدیم جامعہ نظامیہ، مولانا محمد انوار اللہ خان صاحب، رکن انجمن طلبہ قدیم، مولانا محمد انوار احمد نائب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ، مولانا محمد امتیاز احمد منتظم جامعہ نظامیہ، مولانا خواجہ سید ابوتراب شاہ قادری قدیری سجادہ نشین ہلکھ شریف شامل ہیں۔

ہفتہ 31 اگست کو ارکان عاملہ کا اجلاس جامعہ نظامیہ میں منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر مولانا مفتی محمد عظیم الدین مفتی جامعہ نظامیہ کو صدر نشین، راقم الحروف سید شاہ نعمت اللہ قادری کو معتمد، مولانا محمد سلطان احمد کو شریک معتمد اور مولانا محمد امتیاز احمد کو خازن منتخب کیا گیا۔

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ 111 سال سے علوم اسلامیہ کی مفید، نادر، تحقیقی، اصلاحی اور معلومات آفریں کتب کی اشاعت کا معتبر ادارہ ہے، جس کو حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے 1330ھ میں قائم فرمایا۔ عالم اسلام کی مایہ ناز کتب اس ادارہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں اور کئی ایک نادرو نایاب تصانیف کی اشاعت مسلسل جاری ہے۔

اتوار 25 اگست 2019 کو حسب قاعدہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کے انتخابات احاطہ جامعہ نظامیہ میں عمل میں آئے۔ جس میں ارکان عام نے رائے دہی میں حصہ لے کر 15 رکنی مجلس عاملہ کو منتخب کیا، جن میں مولانا مفتی محمد عظیم الدین صدر مفتی جامعہ نظامیہ، مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ، مولانا ڈاکٹر محمد عبد الجبیر نظامی سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ، مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ، مولانا مفتی سید صادق محی الدین صدر نشین دارالقضاء والافتاء للہند، مولانا شیخ محمد عبدالغفور شیخ

حضرت محبوب الہی کا پیغام انسانیت

مولانا حافظ سید واحد علی صاحب، نائب شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ

اسلام نے محبت و رحمت، اخوت و بھائی چارے کی تعلیم دی اور نفرت و عداوت، تعصب و جانبداری سے منع کیا، عدل و انصاف، مساوات و برابری کی ترغیب دی اور ظلم و ستم، جبر و قہر کو ناپسند کیا، ہمدردی و رواداری، مواسات و غمخواری کی دعوت دی اور قتل و غارتگری، سفاکیت و بربریت پر قدغن لگائی، دین اسلام نے تشدد و استبداد کے دور میں انسان کو بحیثیت انسان محترم قرار دیا اور شرف آدمیت کو غیر معمولی وقعت دی، دین اسلام کا یہ پیغام انسانیت، نیوکلیر ٹکنا لوجی کے اس دور میں پہلے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ تعلیمات ساری انسانیت کی سلامتی و بقا کے لئے ہیں، ارشاد الہی ہے: کنتم خیر امة

آخر جت للناس۔ ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے (فائدہ کے) لئے لایا گیا ہے۔ (سورۃ ال عمران: 110)

منشائے الہی یہی ہے کہ خلق خدا کو ہر طرح سے سہولت و آسانی حاصل ہو، لوگوں کو فائدہ پہنچایا جاتا رہے جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے: عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق کلہم عیال اللہ فأحب الخلق الی اللہ انفعہم لعیالہ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس

صحابہ کرام و اہل بیت اطہار اور تابعین و تبع تابعین نے انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی تعلیمات کو دنیا کے گوشوں تک پہنچایا، صوفیہ کرام و اولیاء عظام نے اس مشن کو آگے بڑھایا اور اقطاع عالم میں پوری ذمہ داری کے ساتھ عام کیا، ان صوفیہ کرام میں ایک عظیم صوفی سلطان المشائخ محبوب سبحانی نظام الحق والدین زر زری بخش حضرت محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی دہلوی معروف بہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

نظام الحق والدین زرزی بخش حضرت محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی دہلوی معروف بہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ کی ولادت شریفہ 636ھ شہر بدایوں میں ہوئی، نجیب الطرفین سید ہیں، بیس سال کی عمر شریف میں تمام علوم و فنون، معقولات و منقولات میں کمال حاصل کیا، نام سے زیادہ اپنے القاب نظام الدین اولیاء محبوب الہی، سلطان المشائخ اور زرزی بخش سے مشہور ہیں، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور حضرت نصیر الدین چراغ دلی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، صاحب کمالات و صاحب کرامات بزرگ ہیں، مشہور جملہ ”ہنوز دلی دور است“ آپ ہی کا فرمودہ ہے، جو آپ کی ایک کرامت کا مظہر اور ضرب المثل بن چکا ہے، آپ کا وصال مبارک 725ھ دلی میں ہوا، مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تفریق مذہب و ملت لوگوں کی ہمدردی و نغمگساری کی، بلا تعین دین و مذہب پریشان حال افراد کی پریشانیوں کو دور فرمایا، ضرورت مندوں کی ضروریات کی تکمیل کی، بھوکوں کے لئے غذا اور رنگوں کیلئے پوشاک کا انتظام فرمایا، لنگر خانہ میں روزانہ ہزاروں افراد کو کھلاتے، کوئی سائل آتا تو اسے نوازتے، داد و دہش میں اجانب و اقارب آشنا و نا آشنا، دوست و دشمن سب برابر ہوتے۔

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں مختلف مذاہب رکھنے والوں اور الگ الگ پیشے و حرفے والوں کو باہم

سب سے زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو اس کے کنبہ کو زیادہ فائدہ پہنچانے والے ہیں۔ (المجم الکبیر للطبرانی، حدیث: 10033)

نیز صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے: عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکوا العانی یعنی الأسیر و اطعموا الجائع و عودوا المریض۔ ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیدی کو رہا کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔ (صحیح البخاری، باب فکاک الأسیر، حدیث نمبر 3046)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غمزدوں کی نغمگساری، مصیبت زدہ افراد کے ساتھ ہمدردی، بیماروں کی تیمارداری، بیواؤں اور یتیموں کی امداد، مہمانوں کی ضیافت اور ہر فرد انسانی کے ساتھ نیک برتاؤ کی تاکید و تلقین فرمائی، اس میں مسلمان و غیر مسلم، امیر و غریب، رفیق و بیگانہ یا سیاہ و سفید کا کوئی فرق نہیں کیا، کیونکہ انسانیت کے رشتہ میں سب برابر و یکساں ہیں۔

صحابہ کرام و اہل بیت اطہار اور تابعین و تبع تابعین نے انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی انہیں تعلیمات کو دنیا کے گوشوں تک پہنچایا، صوفیہ کرام و اولیاء عظام نے اس مشن کو آگے بڑھایا اور اقطاع عالم میں پوری ذمہ داری کے ساتھ عام کیا، ان صوفیہ کرام میں ایک عظیم صوفی سلطان المشائخ محبوب سبحانی

مائل ہوگا تو ایک جہاں اندھیرا ہو جائے گا۔ یہ فرما کر کھڑے ہو گئے اور خلیفہ کے محل میں تشریف لائے۔ اس وقت خلیفہ نے اسی بد بخت حکیم کے لئے تخلیہ کر رکھا تھا اور اسی علم کی بحث میں مشغول تھا، خبر کی گئی کہ شیخ شہاب الدین تشریف لائے ہیں شیخ کو اندر بلایا گیا، شیخ اندر آئے تو خلیفہ اور فلسفی کو دیکھ کر پوچھا کہ تم لوگ اس وقت کیا بحث کر رہے تھے؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ کچھ اور بات ہو رہی تھی، فلسفے کی بحث کو انہوں نے چھپایا۔ شیخ نے بہت اصرار کیا کہ بتاؤ کیا بات کر رہے تھے؟ جب شیخ نے بہت تقاضا کیا تو وہ فلسفی بولا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے۔ حرکتوں کی تین قسمیں ہیں، (۱) طبعی (۲) ارادی (۳) قسری۔ حرکت طبعی وہ ہے کہ خو دا اپنی خاصیت سے گردش کرے، اور ارادی وہ ہے کہ اپنی مرضی سے جس طرف چاہے حرکت کرے۔ حرکت قسری وہ ہے کہ اسے کوئی اور حرکت میں لائے جیسے کہ کوئی فضا میں پتھر پھینکے، اس کو حرکت قسری کہیں گے، جب پھینکنے کی قوت کم ہوگی تو وہ اپنی خاصیت کے مطابق زمین پر گر پڑے گا، جس کو حرکت طبعی کہتے ہیں، اب ہم اس بحث میں ہیں کہ فلک کی حرکت طبعی ہے۔ شیخ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں، ایسا نہیں ہے۔

اس کی حرکت قسری حرکت ہے۔ وہ بولے کہ کیسے؟ شیخ نے ارشاد کیا کہ اس ہیئت و صورت کا ایک فرشتہ ہے۔ وہ خدائے تعالیٰ عزوجل کے فرمان کے مطابق آسمان کو گردش میں رکھتا ہے، جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے، فلسفی ہنسنے لگا، اس کے بعد شیخ خلیفہ اور حکیم کو اس چھت کے نیچے سے کہ جہاں

جوڑ دیا، مختلف گروپوں اور گروہوں کو ایک ساتھ مل بیٹھنے کے لائق بنایا اس طرح کہ لوگوں کے مختلف طبقات ایک دوسرے سے تعلقات استوار رکھیں، حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے عصبیت و جانبداری سے روکا، نابرابری و عدم مساوات سے منع فرمایا، احترام آدمیت و عظمت انسانیت کا درس دیا، آپ نے اخلاقی محاسن و کمالات کی تعلیم دی اور ظلم و جبر، تشدد و دہشت گردی سے پرہیز کرنے اور انسانی اقدار کی پامالی سے اجتناب کرنے کی تاکید و تلقین فرمائی، آپ نے اعمال کی اصلاح کے ساتھ عقیدہ کی بھی اصلاح فرمائی، مسلمانوں کے ذہن و دماغ کو جب گمراہی یا بے دینی سے متاثر کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی تو آپ نے اپنی نصیحتوں کے ذریعہ اس پر روک لگائی۔

آسمان کی حرکت کے بارے میں قدیم فلاسفہ کا یہ نظریہ رہا ہے کہ وہ طبعی ہے، آسمان اپنی طبیعت کی بنیاد پر حرکت کرتا ہے، کسی کے حرکت دینے کی وجہ سے متحرک نہیں ہوتا، حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا کہ آسمان کی حرکت طبعی نہیں بلکہ قسری ہے، فرشتہ کے حرکت دینے کے سبب آسمان حرکت کرتا ہے خود سے نہیں، اس ضمن میں آپ نے ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا:

ایک دفعہ کوئی فلسفی خلیفہ وقت کی خدمت میں اپنی کتابیں لے کر آیا اور چاہا کہ خلیفہ کو راہ حق سے برگشتہ کر دے اور خلیفہ نے بھی اس کے علم میں دلچسپی دکھائی۔ یہ خبر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت پہنچی تو شیخ نے اس کی طرف توجہ کی اور فرمایا کہ جب خلیفہ ان فلسفیوں کی طرف

مناسب حال حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک بزرگ تھے جن کو شیخ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے، ایک دوست انہیں تفریح کیلئے باہر لے گئے اور کھیر پکائی جب کھانا سامنے لگایا تو خواجہ شاہی موئے تاب بولے کہ اس کھانے میں خیانت ہوئی ہے۔ شاید دو آدمیوں نے اس میں کچھ دوستوں کے سامنے لانے سے پہلے پی لیا تھا اور یہ درویشوں میں بہت بڑی خطا سمجھی جاتی ہے۔ الغرض جب خواجہ شاہی نے کہا کہ ایسا کیوں ہوا کہ دوستوں کے سامنے کھانا لانے سے پہلے کسی نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو وہ بولے کہ دیگ میں دودھ ابل کر باہر گر رہا تھا۔ ہم نے تو باہر گرنے والے دودھ کو لیا ہے اسے کیا کرتے گرنے دیتے؟ ناچار اسے پی لیا۔ خواجہ شاہی نے کہا: نہیں اس طرح دودھ پینا غلط تھا، بہتا تھا بنے دیتے، (ممکن ہے حضرت کا منشا یہ ہو کہ وہ حیوانات یا حشرات الارض کی غذا بن جائے جو مکلف نہیں ہوتے برخلاف مکلفین کے؛ جنہیں بلا اجازت لینا درست نہیں) چنانچہ ان کا یہ عذر نہیں سنا گیا وہ پیچھے چلے گئے۔ وہاں دھوپ تھی۔ دھوپ میں کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ان کا پسینہ بہہ بہہ کر گرنے لگا۔ اس وقت خواجہ شاہی نے کہا کہ حجام (پچھنا لگانے والے) کو بلاؤ۔ پوچھا گیا کہ آپ کیا کریں گے؟ جواب دیا کہ جس قدر پسینہ میرے دوستوں کا بہا ہے اسے کہوں گا کہ اتنا خون میرا نکال دے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر جب اس بات پر پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ شاباش! محبت ہو تو ایسی ہو اور انصاف کا خیال رکھا جائے تو اس طرح رکھا جائے۔ (فوائد الفوائد ص 258)

بیٹھے ہوئے تھے، باہر لائے اور آسمان کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ خداوند اچھو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے وہ انہیں بھی دکھا دے، پھر خلیفہ اور فلسفی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ ان دونوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو وہ فرشتہ نظر آ گیا جو فلک کو گردش دیتا ہے، اس وقت خلیفہ اس عقیدے سے تائب ہوا اور دین اسلام پر پکا ہو گیا۔ والحمد لله رب العالمین۔ (فوائد الفوائد، 202، 203)

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یکے بعد دیگرے سات بادشاہوں نے حکومت کی، ان میں اکثر آپ کے عقیدت مند تھے یا بالآخر معتقد ہو چکے تھے، شاہوں اور امیروں کی جانب سے جو نذرانے آتے وہ سب آپ مخلوق خدا پر خرچ کر دیتے، آپ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے، دوسروں کی راحت کا خیال رکھتے، کسی سے قصور ہو جائے تو درگزر فرماتے۔

لوگوں کی تکلیف دور کرنے کی فکر

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کو دوسروں کی تکلیف کا پورا احساس تھا اور ان کی تکلیف دور کرنے کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے جیسا کہ فوائد الفوائد میں مذکور ہے:

بہت لوگ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر (محبوب الہی) کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے بعض کو سایہ میں جگہ نہیں ملی تھی، دھوپ میں بیٹھ گئے، حضرت نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ اور قریب ہو کر بیٹھو تاکہ ان لوگوں کے لئے بھی جگہ نکل آئے کیوں کہ دھوپ میں وہ بیٹھے ہیں اور جلتا میں ہوں! اسی کی

بیماروں کو تیمارداری

سفر میں کسی شخص کی طبیعت بگڑ جائے، کسی شخص کو کوئی مرض لاحق ہو جائے تو ساتھیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے، اس سلسلہ میں فوائد الفوائد کے مرتب حضرت امیر حسن علا سنجری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بلخ جو میرا آزاد کردہ غلام اور رفیق ہے کسی قدر بیمار تھا، اس بیماری کی حالت میں حاضر اور راقم کے ساتھ ہی خدمت میں پہنچا، اس کے مرض کا حال دریافت فرمایا، بندے نے عرض کی کہ بندے کو راستے میں ان کی بیماری کی وجہ سے ٹھہرنا پڑا تھا۔ فرمایا تم نے اچھا کیا اگر کوئی اپنے دوست کے ساتھ جائے اور دوست کو زحمت اور تکلیف پہنچے تو اس پر واجب ہے کہ دوستی کا حق نبھائے اور اس کا خیال رکھے۔ (فوائد الفوائد، ص 360)

انغماض و چشم پوشی

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ غفور و گزرا انغماض و چشم پوشی سے کام لیتے اور اس کی تلقین فرماتے، آپ کی انسانیت نوازی کا یہ عالم تھا کہ ایک مسلح شخص جب پکڑا گیا تو نہ صرف اس کو معاف کر دیا بلکہ اسے نواز کر روانہ فرمایا جیسا کہ فوائد الفوائد میں ہے:

ایک شخص کو جماعت خانے میں چھری کے ساتھ پکڑا گیا تھا واللہ اعلم وہ کون تھا اور کیوں آیا تھا جب خدمت گاروں نے اسے پکڑ لیا اور خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر کو اس کی خبر ہوئی تو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کہیں لے جائیں اور اسے تکلیف پہنچائیں۔ اس کو سامنے بلوایا اور فرمایا کہ خدا کے سامنے عہد کرو

کہ کسی مسلمان کو دھوکا نہیں دو گے۔ اس نے عہد کر لیا خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے اسے چھوڑ دیا اور خرچ بھی عطا فرمایا۔ (فوائد الفوائد، ص 334، 335)

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ خدا کی مخلوق پر اس قدر مہربان تھے کہ عام لوگوں پر آپ کی عنایتیں ہوتی ہی تھیں، جو لوگ مختلف طریقوں سے تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ جادو کے ذریعہ تکلیف پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے تھے، آپ انہیں بھی معاف کر دیا کرتے تھے چنانچہ آپ پر کئے گئے جادو سے متعلق فوائد الفوائد میں مذکور ہے:

ارشاد ہوا کہ ہاں دو مہینے تک بیمار رہا، سخت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ ایک شخص کو لایا گیا جو جادو کی علامتوں کو ڈھونڈ نکالنے میں کمال رکھتا تھا، قصہ مختصر وہ شخص آیا اور گھر کے دروازے کے سامنے اور اطراف پھرا اور ہر دفعہ تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس کو سونگھ کر بولا کہ یہاں سے کھودو، جب کھودا گیا تو جادو کی چیزیں نکل آئیں۔ اس وقت مرض میں تھوڑی سی کمی ہو گئی، اس عرصے میں اس شخص نے کہا کہ میں اس قدر مہارت بھی رکھتا ہوں کہ اگر کہا جائے کہ کس نے جادو کیا ہے؟ تو میں اس کا نام بتا دوں۔ یہ اطلاع مجھ تک پہنچائی گئی تو میں نے کہا: ہرگز نہیں، اس کو منع کر دو کہ نام نہ بتائے۔ جس کسی نے بھی جادو کیا تھا میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس درمیان بندے نے عرض کیا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز پر بھی جادو کیا گیا تھا؟ فرمایا کہ ہاں وہ جادو بھی ظاہر ہو گیا تھا اور

ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ ایک شخص اپنی طرف سے صفائی کر لے جب یہ شخص اپنے اندر سے عداوت کو نکال دے تو ضرور دوسری جانب سے بھی آزار کم ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگ اس برا (بھلا) کہنے سے آخر کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں؟ کہا گیا ہے کہ صوفی کا مال سمیل ہے اور اس کا خون مباح! جب معاملہ یہ ہو تو برا کہنے کی وجہ سے کسی سے دشمنی کیوں کی جائے۔ (فوائد الفواد، ص 261)

مہربانی اور ہمدردی کی ستائش

عہد قدیم سے غلاموں اور باندیوں کی خرید و فروخت کا رواج رہا، حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی غلاموں کا استعمال ساری دنیا میں رائج تھا اور لوگ غلاموں، کنیزوں کو اپنی سہولت کے مطابق ایک مقام سے دوسرے مقام لے جاتے اور یہ شرعی لحاظ سے یا عقل و دانش اور عرف و رواج کے اعتبار سے کوئی معیوب بات نہیں تھی لیکن حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت امیر حسن علاء سنجرى رحمۃ اللہ علیہ نے کنیز کو اس کے والدین سے جدا کرنا گوارا نہ کیا، جیسا کہ حضرت امیر حسن علاء سنجرى رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملیح جو میرا پرانا خدمت گار ہے، اس نے پانچ تینکے میں ایک کم عمر کنیز خرید لی، جب لشکر شہر کی طرف واپس آنے لگا تو اس کنیز بچی کے ماں باپ کہیں سے نکل آئے اور عاجزی و زاری کے ساتھ خدمت گزار کے پاس دس تینکے لے کر آئے کہ یہ لے لو اور بچی کو ہمیں دے دو۔ بندے کا ان کی آہ و زاری

جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی ان کا پتہ بھی چل گیا تھا اور ان کو اجودھن کے حاکم اور وہاں کے بااختیار لوگوں نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیج دیا تھا اور عرض کی تھی کہ آپ کیا فرماتے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ ارشاد ہوا تھا کہ میں نے انہیں معاف کر دیا، انہیں چھوڑ دو۔ (فوائد الفواد، ص 360، 361)

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کے حق میں بھی عفو و گزر سے کام لیتے جو سرعام آپ کے بارے میں برا کہتے اور بدگوئی کرتے تھے، فوائد الفواد میں مذکور ہے:

حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض داشت کی کہ بعض لوگ کیا برس منبر اور کیا دوسرے مقامات سب جگہ آپ کی بدگوئی کے طور پر کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں اور ہم سے نہیں سنا جاتا۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ میں نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ پھر کیا موقع ہے کہ لوگ عداوت اور کسی کی دشمنی میں مشغول ہوتے ہیں۔ جو بھی مجھے برا کہتا ہے میں اسے معاف کر دیا، تم کو بھی چاہیے کہ معاف کر دو اور اس شخص سے دشمنی نہ رکھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ چھچھو اندر پت کارہنے والا تھا اور برا کہتا اور میرا برا چاہتا۔ برا چاہنا کہنے سے بھی برا ہے۔ الغرض جب وہ مر گیا تو میں تیسرے روز اس کی قبر پر گیا اور میں نے دعا مانگی اور کہا کہ الہی اس نے جو کچھ بھی مجھے برا کہا اور میرا برا چاہا میں نے اس کو معاف کر دیا۔ تو میری وجہ سے اسے عذاب نہ دیجو! اسی سلسلے میں فرمایا کہ اگر دو آدمیوں کے درمیان رنجش

سلطان غیاث الدین تغلق کو دہلی کے تخت پر بٹھایا۔ دوسرے دن اس نے خزانے کا معائنہ کیا اور خسر و خان نے جس کسی کو رقم دی تھی سلطان نے واپس طلب کی درویشوں سے بھی رقم واپس طلب کی گئی۔ جب سلطان المشائخ سے رقم کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا بیت المال کی رقم تھی ہم نے درویشوں میں تقسیم کر دی ہے۔ (مرآة الاسرار، ص 794)

طعن و تشنیع اور عیب جوئی کی ممانعت

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے نفرت و عداوت کو پسند نہیں فرمایا، توڑنے کے بجائے جوڑنے کی ہدایت دی، نفرت کی جگہ الفت کی تلقین فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

ایک شخص نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں چاقو کا تھنہ پیش کیا۔ شیخ نے وہ چاقو اس کو واپس دے دیا اور فرمایا کہ میرے پاس چھری مت لاؤ، سوئی لاؤ کہ چھری کاٹنے (اور جدا کرنے) کا آلہ ہے اور سوئی جوڑنے کا آلہ ہے۔ (فوائد الفوائد، ص 421)

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی کرنے سے منع فرمایا اور اپنے عیوب پر نظر رکھنے اور محاسبہ کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ فرمایا:

اگر کوئی شخص کسی کو کسی عیب کا طعنہ دیتا ہے تو پہلے اس کو سوچنا چاہئے کہ یہ عیب مجھ میں ہے یا نہیں؟ اگر وہ عیب اس میں بھی ہے تو اس کو شرم نہیں آتی کہ جس عیب میں خود مبتلا ہے اس کا طعنہ دوسروں کو دیتا ہے اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو خدائے عز و جل کا شکر ادا کرے کہ اس عیب سے محفوظ رکھا ہے، دوسروں

پر کلجہ کٹ گیا۔ دس تنکے ملیح کو اپنے پاس سے دیئے اور کہا کہ تو نے اسے پانچ تنکے میں خریدا تھا۔ دس تنکے میں میرے ہاتھ بچھ دے اس نے بچھ دیا، میں نے میں خریدا، اس کے بعد ان کی لڑکی کو ان کے حوالے کر دیا اور جو تنکے وہ لائے تھے وہ بھی انہیں واپس کر دیئے۔ بندے نے یہ کام کیا تھا مخدوم کیا فرماتے ہیں؟ خواجہ ذکریہ اللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھرا لائے اور فرمایا بہت اچھا کیا!۔ (فوائد الفوائد، ص 388)

فقراء کے درمیان تحائف کی تقسیم

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عوام و خواص کی جانب سے جو نذرانے و تحفے تحائف آتے وہ سب آپ تقسیم کر دیتے، اپنے لئے کچھ ذخیرہ نہ رکھتے، آپ کی خدمت میں پیش کی جانے والی ہر چیز انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے خرچ کی جاتی، ۲۰۰ھ میں خسر و خان تخت نشین ہوا جیسا کہ مرآة الاسرار میں ہے:

اس نے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور لوگوں کی پرورش شروع کر دی جس سے لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس نے کافی رقم درویشوں کے لئے بھی وقف کی۔ چنانچہ اس نے پانچ لاکھ روپے سلطان المشائخ کی خدمت میں ارسال کئے۔ دوسرے درویشوں نے روپیہ جمع کر لیا لیکن سلطان المشائخ نے سب کچھ فقرا میں تقسیم کر دیا۔ چار ماہ کے بعد غیاث الدین تغلق نے جو قطب الدین کی طرف سے ملتان کا حاکم تھا لشکر کشی کی اور خسر و خان بھاگ نکلا۔ چونکہ سلطان علاؤ الدین کی نسل کا کوئی آدمی موجود نہ تھا سب اراکین سلطنت نے

پھر فرمایا کہ اگر کوئی کاٹھار کھے اور تم بھی جواب میں کاٹھار کھو تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ ان کلمات کے درمیان فرمایا کہ عوام میں یہ دستور ہے کہ اچھوں کے ساتھ اچھائی اور بروں کے ساتھ برائی، لیکن درویشوں میں یہ طریقہ ہے کہ اچھوں کے ساتھ اچھے اور بروں کے ساتھ بھی اچھے۔ (نوائد الفواد، ص 246)

الغرض محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے انسانوں کو انسانوں کے ساتھ رہنے کا طریقہ بتایا، آپ نے قولی اور عملی طور پر یہ پیغام دیا کہ نفرت و عداوت کا بدلہ الفت و محبت سے دیا جائے، بدسلوکی و درشت مزاجی کی جگہ حسن سلوک و خندہ پیشانی اختیار کی جائے، بدگوئی و بدکلامی کے عوض سچائی و خوش کلامی سے کام لیا جائے، تعصب و جانبداری کے مقام پر انصاف و حق پسندی اپنائی جائے، محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے اور بدی کا بدلہ بھی نیکی سے دیا جائے، دوستوں سے نیک برتاؤ کرنے کے ساتھ دشمنوں سے بھی نیک برتاؤ کیا جائے۔ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات بجائے خود پیغام ہے کہ انسانی قدروں کی بلندیوں کو تسلیم کیا جائے اور انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو یا لادینیت کا قائل ہو انسان ہونے کی حیثیت سے وہ لائق احترام ہے، اس کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت و صیانت لازمی و ناگزیر ہے، کسی ایک فرد انسانی پر زبانی زیادتی روا نہیں رکھی جاسکتی چہ جائے کہ اسے ایذا پہنچائی جائے یا قتل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ساری انسانیت کو امن و امان میں رکھے اور سب کو

توفیق خیر نصیب فرمائے۔ امین

کو اس عیب کا طعنے نہیں دینا چاہئے۔ (نوائد الفواد، ص 421)

تخل کی تاکید اور ایذا رسانی سے بچنے کی تلقین

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کا احترام کرنے، گفتگو میں سختی نہ برتنے گفتگو کے وقت تیور نہ بدلے، غصہ کا گھونٹ پی جائے، حسن سلوک کرنے والوں کے ساتھ تو حسن سلوک کیا ہی جاتا ہے، بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، چنانچہ انسانی اقدار کی حفاظت و پاسداری کی تعلیم دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: شکایت کے وقت بات اس طرح کرنی چاہئے کہ گردن کی رگ نہ ابھرے یعنی غصے اور تعصب کا اثر پیدا نہ ہو۔ پھر تخل اور بردباری کے بارے میں بہت غلو فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جو بھی جفا کوسہ لیتا ہے وہ سب سے اچھا ہے، غصہ کو پی جانا چاہئے اور بدلے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔

یہ دو مصرعے زبان مبارک پر آئے

ہر کہ ما را یار نبود ایزد او را یار باد

آنکہ ما را رنجہ دارد راحتش بسیار باد!

ترجمہ:- جو ہمارا دوست نہ بنے اللہ اس کا دوست رہے اور جو ہمیں تکلیف پہنچائے اس کو خوب راحت ملے۔

اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی

ہر گلے کز باغ عمرش بشگفتد بے خار باد

ترجمہ:- جو بھی دشمنی سے ہمارے راستے میں کاٹھار کھے اس

کی زندگی کے چمن کا ہر پھول بے کانٹے کھلا رہے۔

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ ایک قادر الکلام شاعر

ڈاکٹر محمد عظمت اللہ خان احساس، ایس اے، ای آر پی، محکمہ تعلیمات

سے فقہ کی کتابیں پڑھیں اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے بھی حیدرآباد میں فقہ اور معقول کی تکمیل کی۔

مولانا ایک عالم، صوفی، مفکر، دانشور، فلسفی، متکلم، فقیہ، محدث اور مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ادیب و شاعر اور ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔

مولانا انوار اللہ شاہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و ادبی کارناموں میں ان کی شاعری بھی اہمیت کی حامل ہے، وہ انور تخلص فرماتے تھے، مولانا انوار اللہ نے شعر گوئی کا آغاز انوار احمدی کے منظوم ترجمہ سے کیا جو بانسٹھ بندوں پر مشتمل مسدس کی بیت میں ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، معجزات اور میلاد شریف کے موضوعات شامل ہیں، مولانا نے مدینہ میں قیام کے دوران ان موضوعات کو احادیث اور سیرت

بجاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم والہ و صحبہ اجمعین۔

بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد شیخ الاسلام المقلب بہ فضیلت جنگ محمد انوار اللہ شاہ فاروقی جہاں علوم اسلامیہ کے تبحر عالم تھے، وہیں اردو زبان و ادب کے حوالے سے بھی ان کا شمار اردو زبان و ادب کے خاموش اور عظیم المرتبت خدمت گزاروں میں ہوتا ہے، انہیں علم و ادب کا ذوق ورشہ میں ملا تھا، ان کے والد عربی و فارسی کے عالم تھے، وہ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام نانڈیڑ پیدا ہوئے۔ (حضرت انوار اللہ فاروقی شخصیت علمی و ادبی کارنامے، از: حمید الدین اکبر، ص: ۱۴، ۲۰۰۰ء)

انہوں نے گیارہ سال کی عمر میں حفظ کلام اللہ مکمل فرمایا تھا، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی، مولوی محمد فیاض الدین

کہیں کیا ہوئے امتحاں کیسے کیسے
بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

عدم شکل ہستی میں بن بن کے آیا
ہوئی خانہ دل کی تعمیر مٹ کر
ذرا دیکھو انور کہ انوارِ نبوی

غزلیں بھی اس میں شامل ہیں، جن میں مولانا نے تصوف و اخلاق کے موضوعات کو شعری لوازمات کے ساتھ پیش کیا ہے، علاوہ ازیں کلام انور ”انوار الانوار“ (قلمی نسخہ مخزونہ درگاہ شاہ راجو حسینی) میں فارسی غزلوں کے ساتھ اردو کی دو غزلیں بھی شامل ہیں۔

اپنی شاعری کے بارے میں خود مولانا کی رائے یہ تھی کہ: ہر چند فن شاعری میں نہ کسی سے تلمذ ہے نہ مہارت، نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالباً، مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اسلام سے اس کو کچھ فائدہ حاصل ہو، چند اشعار لکھے۔ (انوار احمدی، از: مولانا انوار اللہ فاروقی تمہید مصنف - ص ۷، ناشر: مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، ۲۰۰۲ء)

مولانا کا یہ کہنا کہ فن شاعری میں مہارت نہیں، محاورت اہل ہند سے واقفیت نہیں وغیرہ یہ سب ازراہ انکساری تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا شاعری کے سارے مسائل و لوازمات سے واقف تھے، مولانا کس درجے کے شاعر تھے، اس بابت ابوالخیر کنج نشین رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”وہ اپنے عہد کے علمی ہمہ دانست کے بہت اچھے نمونہ تھے اور عربی، فارسی اور اردو کے اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔“ (انوار احمدی (سوانح حضرت فضیلت جنگ) ۳۲۹، از: مولانا ابوالخیر کنج نشین، ناشر: مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، ۲۰۰۲ء)

مولانا کے مزاج میں نثر پر قابو کے باوصف، شعر کہنے کی بھی

کی کتابوں سے منتخب کر کے منظوم کیا تھا، جس کی تشریح خود مولانا موصوف نے سادہ اردو نثر میں کی اور اپنے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کئی گو حرف بہ حرف سنایا، حاجی صاحب نے کمال مسرت سے اس کتاب کا نام ”انوار احمدی“ تجویز کیا اور توصیفی کلمات سے نوازا۔

مولانا نے اپنی اہلیہ کی وفات کے بعد تیسرا حج کیا، اس سفر میں انہوں نے تین سال مدینہ منورہ میں گزارے، اس وقت مولانا کی زندگی میں ایک کرب کی حالت پیدا ہو گئی تھی، اس حالت کرب میں مولانا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق قلبی کو بڑھایا اور اس کے اظہار کے لئے شاعری کا سہارا لیا، چنانچہ اس عرصے میں آپ نے جو اشعار لکھے، ان کا ہر لفظ حب رسول کی صدا دیتا ہے، انہیں اشعار کی نثری وضاحت کا نام انوار احمدی ہے، اس کے علاوہ مولانا نے فارسی میں بھی چند نعتیہ غزلیں کہی تھیں، جن کو انوار احمدی میں شامل کیا، اس کتاب میں مظفر الدین معلیٰ کا قطعہ تاریخ بھی شامل ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی۔

انوار احمدی کے شعری متن کے علاوہ مولانا کا ایک اور مجموعہ کلام ”شیم الانوار“ کے نام سے مولانا کے انتقال کے بعد مطبع اشاعت العلوم شبلی گنج حیدرآباد سے شائع ہوا، اس مجموعے میں فارسی کی چوبیس نعتیہ غزلیں، ایک نعتیہ قصیدہ اور سینتیس (۳۷) اشعار شامل ہیں، ان کے علاوہ اردو کی ایک مثنوی جس کے اشعار کی تعداد اٹھائیس (۲۸) ہے اور دس

نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے
 مولانا انور کی شاعری کے موضوعات وسیع اور متنوع ہیں
 ، انہوں نے تصوف و اخلاق ، حب رسول ، مناظر قدرت پند و
 نصح جیسے موضوعات پر اشعار کہے ہیں ، مولانا انور نے
 شاعری کے ذریعہ اسرار حق کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی
 ہے ، ان کے شعری سرمائے میں معرفت اور درس عبرت کے
 پہلو پائے جاتے ہیں ، جیسے ۔

عارف کو فہم آئیہ تخلیق کے لئے
 اوراق گل ہیں نسخہ تفسیر ایک ایک
 ہاتھ آئے جس کو سلسلہ زلف عنبریں
 توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک
 نظر جب دور میں ہونے لگے آثار قدرت میں
 تو دل ہو جائے گا پھر جام جم آہستہ آہستہ
 نہ خنجر پاس ہے ان کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
 مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں
 مولانا انور کے موضوعات کا تعلق شاعری کے داخلی پہلو
 سے ہے ، انہوں نے حیات انسانی اور کائنات کے مختلف
 موضوعات اور مسائل کو موضوع سخن بنایا ہے ، جیسے ۔
 یک روش دور زمانہ کا نہیں رہ سکتا
 رکھی رہتی ہے صراحی بھی کبھی جام سے دور
 عمر رواں اور آب رواں کی مماثلت میں عبرت کا کیسا پہلو
 نکالا ہے ، ملاحظہ ہو ۔

صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی ، مولانا انور کی شاعری برائے
 شاعری نہیں بلکہ برائے عبادت تھی ، انہوں نے اپنے مقصد
 شاعری کا ذکر ایک نعتیہ مسدس میں اس طرح کیا ہے ۔
 لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
 کیوں کہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہدیں
 تھا یہی لم جو حمد حسان کے تھے روح الامیں
 کعب اور ابن رواحہ کو اسی کا تھا یقین
 ذکر ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے
 جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

مولانا انور نے اپنی غزلوں کے لئے عموماً ان بحروں کا
 انتخاب کیا ہے جن سے کلام میں روانی اور نغمگی پیدا ہوتی ہے
 اور ایسے موزوں الفاظ کا استعمال کیا ہے جس سے شعر میں
 موسیقیت پیدا ہو جاتی ہے ، مولانا انور کی شاعری کی آواز آواز
 ربانی کا احساس دلاتی ہے ، مولانا انور کے کلام میں قرآنی طرز
 کہیں لفظوں کے آہنگ سے پیدا ہوتا ہے کہیں ردیف و قافیہ
 سے اور کہیں بحروں کے حسن انتخاب سے واضح ہوتا ہے ، اس
 مقصد کے حصول میں مولانا انور نے بحر متقارب کے علاوہ بحر
 ہزج ، بحر مضارع اور بحر رمل کی مختلف شکلوں سے اپنے کلام میں
 موسیقی اور ترم کو پیدا کیا ہے ۔ جیسے ۔

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے
 ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے
 ذرا دیکھو انور کہ انوارِ نبی

تصوف و معرفت کے مسائل بھی ان کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں، مولانا انور کا صوفیانہ رنگ کچھ اس طرح ہے

عدم شکل ہستی میں بن بن کے آیا
کہیں کیا ہوئے امتحاں کیسے کیسے
ہوئی خانہ دل کی تعمیر مٹ کر
بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے
مراد و نامرادی عاشقوں کے پاس ہے یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غم تاخیر رکھتے ہیں
ذرا دیکھو انور کہ انوارِ غیبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

بقول حالی محاورہ اگر عمدہ طور پر باندھا جائے تو بلاشبہ پست شعر کو بلند اور بلند کو بلند تر کر دیتا ہے، مولانا انور کے کلام میں بھی محاورہ کا لطف ملتا ہے، اشعار ملاحظہ ہوں ۛ

دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں
ہاتھ آئے جس کو سلسلہ زلف عنبریں
توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

مولانا انور کی شاعری کا خارجی پہلو صنائع بدائع کے ساتھ ساتھ دیگر شعری خصوصیات کا حامل ہے، جن کی بنیاد پر انہیں ایک قادر الکلام شاعر کہا جاسکتا ہے، مولانا انور کے اشعار میں صنائع بدائع کا استعمال بھی شعری حسن کو بڑھا دیتا ہے، اس سلسلہ میں چند مروجہ صنعتوں کے اشعار درج کئے جاتے ہیں ۛ

حسن تعلیل ۛ

عمر کی طرح نہیں لوٹ کے پانی آتا
سیریل جا کے بھی تم نے یہ تماشا دیکھا
حضرت انور کے اس شعر سے انسانیت نوازی کا درس ملتا ہے۔
کیا لطف سنگ و گل کی عمارت میں ممنعو!
دل ہیں شکستہ قابل تعبیر ایک ایک
خوف آخرت، سزا اور جزا کا تصور بھی ان کے کلام میں ملتا ہے جیسے ۛ

کیا حال ہو جو حشر کے دربارِ عام میں
بہر سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک
فراق اور جدائی کے کرب کو یوں بیان کرتے ہیں ۛ
یہاں آتے ہی رو دیا بے تکلف
جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے
ہر شے میں خدا کی جلوہ گری ہے، انہوں نے اس نکتہ کی گرہ کشائی اس طرح کی ہے ۛ
ہر چیز میں ہے صنعتِ خلاق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابل تصویر ایک ایک
مولانا انور نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لازوال قدروں کے حامل اشعار کہے ہیں ۛ

کی صدق دل سے جس نے اطاعت رسول کی
عالم میں اس کی کرتا ہے توقیر ایک ایک
طیبہ کی سرزمین کی مہوس کو قدر کیا
خاشاک و خاک واں کی ہے اکسیر ایک ایک

مولانا انور کو عربی اور فارسی زبانوں پر غیر معمولی عبور حاصل تھا، اس لئے انہوں نے ایسی تراکیب بھی ایجاد کی ہیں جن کے ذریعہ وہ مفہوم جو کئی جملوں میں ادا نہیں ہو سکتا چند الفاظ سے ادا ہو جاتا ہے، ان مرکب الفاظ کو حضرت انور نے بڑے سلیقے سے باندھا ہے جن سے زبان کا لطف بھی ملتا ہے۔

رحم و اظہار و فا، خوئے دل آرام سے دور
صبر آسودہ دلی عاشق ناکام سے دور
مولانا انور جہاں ایک بلند پایہ عالم و خطیب تھے، وہیں ایک شعر و ادب کے خاموش خادم بھی تھے، انہوں نے اپنے اندرون کے پاکیزہ جذبات کے اظہار کے لئے صالح مقصد کے پیش نظر شاعری کا سہارا لیا اور دو نظم و نثر میں وہ نمایاں خدمات انجام دیں کہ ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے بھی ان کی شناخت کو استحکام ملا۔

ان کی کتاب ”انوار احمدی“ کے منظوم ترجمہ سے ان کی شعری خدمات کا آغاز ہوا۔ مگر ان کا باضابطہ شعری مجموعہ شمیم الانوار ہے، جو اولاً ۱۳۳۶ھ میں مولوی حافظ ولی الدین صاحب فاروق مہتمم دفتر اشاعت العلوم حیدرآباد کے زیر اہتمام شائع ہوا جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں صفحہ نمبر ۲۶ تک فارسی اور باقی اردو کلام ہے، پھر محمد فصیح الدین نظامی کی مساعی جمیلہ اور حسن ترتیب سے از سر نو مولانا انور کے کلام کو کتابی شکل موسوم بہ ”دیوان انور“ دی گئی، ۲۰۰۳ء م ربیع الثانی ۱۴۲۴ء میں شیخ الاسلام لابریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن حیدرآباد کے زیر اہتمام جس کی اشاعت عمل میں لائی گئی، اس

یہاں آتے ہی رو دیا بے تکلف
جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے
مراعات العظیر۔

عشاق کے دلوں کو پھنسانے کا دام ہے
ہر تار موئے زلف گرہ گیر ایک ایک
صنعت تضاد۔

سیر عارف کی بدایت ہے نہایت کا مقام
دائرہ ہی نہیں آغاز ہے انجام سے دور
ایہام۔

زلف کے دام میں دانا بھی پھنسنے جاتے ہیں
کون ایسا ہے بھلا جو رہے اس لام سے دور
لف و نثر۔

مراد و نامردای عاشقوں کے پاس ہے یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غم تاخیر رکھتے ہیں
تجاہل عارفانہ۔

دوسروں کے وہ قصے کہتے ہیں
وہ ہمارا ہی ماجرا تو نہیں
تلمیح۔

زندگی سولی پہ منصور نے کاٹی الحق
اہل تحقیق کو ہے دارِ اماں دار کے پاس
تکرارِ لفظی۔

چشم بیمار کی جانے دل بیمار ہی قدر
قدر بیمار ہوا کرتی ہے بیمار کے پاس

کی شاعری کے بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کیا:
 ”علامہ انوار اللہ انور کے کلام میں کلاسیکی پختگی اور مشاقی
 قدم قدم پر نمایاں ہے، زبان نہایت نکسالی اور بامحاورہ ہے“
 (شخصی مکتوب نمٹس الرحمن فاروقی مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

مولانا کی غزلوں میں حسن و عشق کے اسرار، رندی و سرمستی
 کے آثار اور بلا کی شوخی پائی جاتی ہے، جیسے

نہ خنجر پاس ہے ان کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
 مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثر رکھتے ہیں
 نہیں رہتا ہے دل قبضے میں ان کی ہم کلامی سے
 نہیں معلوم باتوں میں وہ کیا تاثر رکھتے ہیں
 زلف کے دام میں دانا بھی پھنسے جاتے ہیں
 کون ایسا ہے بھلا جو رہے اسلام سے دور
 زلف و رخسار کا ہر وقت جو رہتا ہے خیال
 صبح عاشق نہیں رہتی ہے کبھی شام سے دور
 کڑی ہیں منزلیں ہر چند راہ عشق کی لیکن
 بڑھا جاتا ہے وہ روکا قدم آہستہ آہستہ
 دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
 وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں
 مڑگاں ہیں عاشقوں کے لئے تیر ایک ایک
 اور تار مومے زلف ہے زنجیر ایک ایک

مولانا انور کے یہاں دینی، اسلامی، تعمیری اور فکری
 پہلوؤں پر بھی سخن کی روشنی اور مہک ملتی ہے، جن کے ذریعہ سے
 معرفتِ الہی کے وہ خزانے ہاتھ آتے ہیں کہ جن سے راہ

مجموعہ میں حضرت مولانا کے تمام کلام کو یکجا کیا گیا اور فارسی
 غزلوں اور اشعار کے ترجمہ کی خدمت مشہور بزرگ ادیب و
 شاعر حضرت قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہ کی ذات
 گرامی نے انجام دی جس کی وجہ سے اس کا وقار و اعتبار اور بڑھ
 کر یہ مفید عام و خاص ہوگئی اور اب ترجمہ کی مدد سے حضرت کے
 فارسی کلام کا نہ صرف مطالعہ کیا جاسکتا ہے بلکہ مولانا انور کی فکر
 بلند نیز ان کے مزاج و منہاج کو بھی باسانی سمجھا جاسکتا ہے،
 علاوہ ازیں اس مجموعہ میں مولانا انور کا وہ کلام بھی جمع کیا گیا جو
 شمیم الانوار (پہلے شعری مجموعے) میں نہ تھا بلکہ مولانا کی مختلف
 دیگر تصانیف میں مضامین کی نسبت سے بکھرا پڑا تھا، اس طرح
 یہ دیوان انور اب جامع ہو گیا ہے، ”عرض ترجمہ“ مضمون کے
 تحت حضرت سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہ رقم طراز ہیں:

”آپ کی ہمہ پہلو شخصیت اپنی ذات میں ایک انجمن تھی،
 مفتی، محدث، مفسر و مفکر، مصنف و مؤلف، خطیب و ادیب اور
 صوفی و عارف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قادر الکلام شاعر و
 سخنور بھی تھے کہ جن کے عشق رسول میں ڈوبے ہوئے کلام کو
 پڑھ کر علامہ جامی قدس سرہ السامی کے جذبہ وارفتگی کی یاد تازہ
 ہو جاتی ہے، آپ کی کثیر تصانیف سے قطع نظر آپ کے اردو
 فارسی کلام کے مطالعہ سے جہاں ایمان کی شیرینی و حلاوت ملتی
 ہے، وہیں عشق و سرمستی اور شیفتگی و سرشاری اپنے عروج پر
 دکھائی دیتی ہے“۔ (انتخاب دیوان انور، ص: ۱۹)

اسی طرح عصر حاضر کے مشہور و مقبول، نامور اور معتبر ادیب
 و شاعر ناقد اور عروسی پروفیسر نمٹس الرحمن فاروقی نے مولانا انور

قہر میں بھی مہربانی دیکھ لی
اسی طرح دیوانِ انور میں مولانا انور کا ایک منظوم مسدس
بنام ”انوار احمدی“ ہے جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی میلاد شریف سے متعلق مضامین کو نہایت عمدہ پیرائے
میں بیان کیا ہے، چنانچہ اس کے بارے میں انوار احمدی کتاب
کی ابتداء میں حضرت انور نے یوں لکھا ہے:

”جس زمانہ میں آقائے دارین نے بنظر کمال بندہ پروری
اس ناچیز کی حضوری افضل البلاد مدینہ طیبہ زاد ہا اللہ شرفاً میں
منظور فرمائی تھی، چند روز ایسے گزرے کہ کوئی کام درس و
تدریس وغیرہ کا متعلق نہ رہا، چوں کہ نفسِ ناطقہ بیکار نہیں رہتا
، یہ بات دل میں آئی کہ چند مضامین میلاد شریف و فضائل و
معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتب احادیث و سیر سے
منتخب کر کے منظوم کئے جائیں، ہر چند فن شاعری میں نہ کسی
سے تلمذ ہے نہ مہارت، نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت مگر
صرف اس لحاظ کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے اور تعجب
نہیں کہ اہل اسلام کو اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو، چند اشعار
لکھے،“ اس منظوم مسدس میلاد شریف کے چند بند ملاحظہ
ہوں (انوار احمدی - ابتدائیہ ۲۰۰۲ء دفتر مجلس اشاعت العلوم
جامعہ نظامیہ حیدرآباد)

شکرِ حق اس نظم میں ہیں وہ مضامین دلپذیر
جس سے ایماں تازہ ہو اور ہوں دل اعدا پہ تیر
ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلا ریب و نکیر
جو محدث ہیں وہ اس کو مان لیں گے ناگزیر

سلوک کی منازل بآسانی طئے ہو جاتی ہیں۔ جیسے۔

ہر چیز میں ہے صنعتِ خلاق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابلِ تصویر ایک ایک
عارف کو فہم آئیہ تخلیق کے لئے
اور اقی گل ہیں نسخہٴ تفسیر ایک ایک
کیا حال ہو جو حشر کے دربار عام میں
بہر سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک
جوانی ڈھلتے ہی ہر دم خدا یاد آنے لگتا ہے
پئے سجدہ ہوئے جاتے ہیں خم آہستہ آہستہ
سیر عارف کی ہدایت ہے نہایت کا مقام
دارہ میں نہیں آغاز ہے انجام سے دور

مولانا انور نے اپنے پاکیزہ افکار کو شعری پیکر میں
ڈھالنے کے لئے چھوٹی چھوٹی بحر وں کا بھی سہارا لیا ہے اور
سہل ممتنع انداز میں بہترین اور معیاری اشعار کہے ہیں جن
سے ان کی شاعرانہ قدرت اور کلام کی پختگی ظاہر ہوتی ہے
ملاحظہ ہو۔

ہمارے لئے اب غذا وہ بنی ہے
جسے ہم سمجھتے تھے لم پہلے پہلے
ذرا دیکھو انور کہ انوارِ نبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے
دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں
واعظا ہم نے تو فیضِ عشق سے

کیا کرتا ہے جس سے سیر افلاک
اسی نے دی ہے عظمت انبیاء کو
کرامت بخشی اس نے اولیاء کو
سنو یارو نصیحت کرتے ہیں ہم
اسے مانو - رہو دلشاد و خرم
مولانا انور نے نثری نمائندگی کرتے ہوئے بھی کئی کتابیں
تصنیف فرمائی ہیں جن میں انوار احمدی اور انوار الحق وغیرہ
شامل ہیں، علاوہ ازیں انہوں نے کتب خانہ شیخ الاسلام اور
کتب خانہ محمودیہ سے بہت سارے عربی و فارسی مخطوطات کی
نقل کروائی، جن کی تفصیل یوں ہے:

(۱) کنز العمال (حدیث کی کتاب ، سات
جلدوں میں)

(۲) جامع مسانید امام اعظم

(۳) جوہر نقی علی بیہقی

(۴) احادیث قدسیہ (نسخن واران عہد محبوبیہ، از: ڈاکٹر
عطا اللہ خان، ص: ۸۷، ۲۰۰۳ء)

مولانا انوار اللہ شاہ فاروقی نے اردو زبان میں مختلف
موضوعات پر کئی کتابیں لکھی ہیں، نثر میں وہ ادب کی جملہ
خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات کہنے کے فن سے پوری
طرح واقف ہیں، ان کی نثر میں خیالات کی صحت، رفعت،
درستی، بلندی اور ان کا تسلسل پایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری ان میں نہیں
لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیوں کہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دین
تھا یہی لم جو مدحساں کے تھے روح الامیں
کعب اور ابن رواحہ کو اسی کا تھا یقین
ذکر ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے
حضرت عباس نے جب نعت میں اس شاہ کی
اک قصیدہ لکھا جس سے ہو نخل سبحان بھی
سن کے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی
ہم نے دی اس کے صلہ میں سلطنت اسلام کی
مل گیا پروانہ با مہر قضا اک بات میں
سلطنت کی کنجیاں دیں خاندان کے ہاتھ میں
(انوار احمدی، ص: ۳۳۱، دیوان انور (جدید ایڈیشن) ،
ص: ۴۹-۵۰)

اس طرح حضرت فضیلت جنگ کی ایک اور شاہکار نظم ”خدا
کی قدرت“ ہے، جس میں خدا کی طاقت و قوت، انبیاء کرام کا
احترام اور اولیاء کرام کی عظمت و مرتبت، ان سے تعلق اور ان
سے استفادہ کا بیان ہے جس کے چند اشعار یوں ہیں۔
خدا کی قدرت کامل عیاں ہے
اسی کی ساری قدرت ہے جہاں ہے
دئے انساں کو اس نے فہم و ادراک

خواتین اسلام کیلئے

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کی ہدایات

محترمہ سیدہ عطیہ فاطمہ، نائب شیخ المعقولات، کلیۃ البنات

کتب و رسائل تصنیف فرمائے اور انہیں دختران ملت کو بھیجا جا بجا مخاطب فرما کر ہدایات عطا فرمائی۔ ان متفرق تعلیمات کو جمع کیا جائے تو بڑا دفتر ہوگا۔ توفیق الہی سے اس بے بضاعت نے معدودے چند ہدایات و تعلیمات کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

ایمان کے خاطر ہر ستم گوارا ہے: ابتدائے اسلام میں جہاں صحابہ کرام نے جان کی بازی لگا کر دین کی حفاظت کی وہیں صحابیات نے بھی قدم بقدم ساتھ رہ کر قربانیاں دیں اور کفار کا ظلم و ستم برداشت کیا اور رضائے الہی اور خوشنودی نبوی حاصل کرنا اپنا مطمح نظر بنایا۔ گویا ان کی حیات اس شعر

قدوة الاصفیاء امام الاتقیاء شیخ الاسلام امام اہل سنت حضرت علامہ مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ علوم دینیہ میں ہمہ گیر شخصیت گذرے ہیں۔ آپ کی عقل و دانش اور علم و معرفت سے انسانیت کے تمام طبقات کو خوب سیرابی ملی۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم، مرد حضرات ہوں یا خواتین، اکابر ہوں یا اصغر سب آپ کے علوم و معارف اور عدل و فضل کے ممنون ہیں۔ انوار الہی کی مجالس پر نور سے مرد حضرات کے ساتھ، خواتین اسلام و دختران ملت نے بھی اپنے ظاہر و باطن کو منور مجلی کیا۔ یہاں تک کہ ان کے سینے اسرار الہی کے گنجینے اور انوار نبوی کے آئینہ بن گئے۔ رہتی دنیا تک اہل اسلام کے فائدہ کی خاطر حضرت شیخ الاسلام نے

عصر حاضر کی خواتین، حضرت شیخ الاسلام کے بیان فرمودہ اصول و ہدایات اور نصائح و مواعظ پر عمل پیرا ہوں تو یقیناً سارے زمانے کے لئے شرم و حیاء، اخلاق و کردار کا عظیم نمونہ بن سکتی ہیں اور آنے والی نسلوں کے دین و ایمان کی محافظ اور ساری دنیا میں علم و عرفان کی روشنی بکھیرنے والی بن سکتی ہیں۔

کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا بھی وہی رب ہے جو تمہارا ہے۔ اور جس نے خدا نے اس مقام اور ایسی خطرناک حالت میں تمہیں پلایا۔ اسی نے اسلام اتارا ہے۔ پھر وہ سب مسلمان ہو گئے۔

(دلائل النبوة للامام بیہقی ج 6- ص 124- خصائص کبریٰ، باب ما وقع فی وفد دوس من الآیات - ج 2 ص 2)
اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام، امام العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے دختران ملت کو ہدایات دی کہ: (1) ان مقدس بیوی کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان پر کیا مصیبت گذری ہوگی، مگر آپ نے اسلام سے منہ نہ موڑا۔ ایمان اسے کہتے ہیں (2) سماعت، بصارت، عقل سب زائل ہونے کو تھی مگر انہوں نے اشارہ سے کچھ کہا بھی تو توحید ہی کا اشارہ کیا۔ (3) ایمان جب اس درجہ کا ہوتا ہے تو آدمی اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا مکرم و معزز ہوگا۔ (4) اور جب آدمی اللہ کے پاس مکرم ہوتا ہے تو اس کی خصوصیت ظاہر فرمائی جاتی ہے جسے کرامت کہتے ہیں اور اس خصوصیت کی وجہ سے وہ بندہ ممتاز ہو جاتا ہے۔ (5) وہ بیوی تھیں تو عورت مگر ان کی ہمت کیسی مردانہ تھی کہ آخری زمانہ کے ہزار ہا مردوں میں شاید کوئی ہو بخلاف اس زمانے کے کہ ہر شخص کی حالت یہی تھی۔ (خلاصہ از مقاصد الاسلام ج 9 ص 91)

شدت غم میں قرب الہی کی لذت: چین و سکون میں عبادت کرنا اور اطاعت میں لگے رہنا مرد و خواتین کے لئے

کی مصداق تھی۔

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے
بس اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے
چنانچہ اسلام کی بہادر خاتون صحابیہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت میں ہے ان کے شوہر ہجرت کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے شوہر کے افراد خاندان نے حضرت ام شریک سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں میرے شوہر کے دین پر ہوں تو افراد خاندان نے انہیں بے حد ستایا اور بہت اذیتیں دی۔ یہ بھی سزا دی کہ انہیں روٹی اور شہد کھلا کر ایک قطرہ پانی نہ دیتے اور سخت دھوپ میں چھوڑ دیتے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ان تکلیفوں کی وجہ سے میری عقل اور سماعت و بصارت جاتی رہی۔ تین دن تک وہ ایسا ہی کرتے رہے۔ تیسرے دن انہوں نے مجھے کہا کہ اسلام کو چھوڑ دو، میں لاغر بے ہوشی کی حالت میں تھی اس کیفیت میں بھی میں نے توحید کا اشارہ کیا۔ وہ مجھے چھوڑ کر خیموں میں چلے گئے۔ پھر میں نے یکا یک دیکھا کہ میرے سینے پر ڈول کی سردی محسوس ہو رہی ہے جب دیکھا تو اس میں پانی تھا، میں نے خوب پانی پیا اور اپنے کپڑوں پر انڈیل لیا۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ خیموں سے نکلے اور پانی دیکھ کر پوچھا کہ یہ پانی کہاں سے آیا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو خاص میرے لئے بھیجا گیا ہے وہ لوگ فوراً برتنوں کی طرف دوڑے دیکھا کہ وہ محفوظ ہیں۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ تائید نبی ہے اور

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جانتا ہے نئی دہن کو اپنے دولہا کی موت سے کتنا زیادہ غم ہوتا ہے مگر انہوں نے غم کو اپنے پاس آنے ہی نہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنے شوہر سے کمال درجہ کی محبت تھی اور شوہر کی ہر خوشی بیوی کی اپنی خوشی تھی، انہوں نے دیکھا کہ اپنے محبوب کو آج وہ خوشی نصیب ہوئی ہے کہ اس سے بہتر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی یعنی وصال الہی اور اس وصال سے وہ مسرت ہوئی جو عمر بھر کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی اسی لئے اہلیہ نے جدائی کا غم اپنے پاس آنے ہی نہ دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس مقدس خاتون کو وصال الہی اور شہادت کی اہمیت و قدر معلوم تھی۔ اسی لئے آہ و فغاں نہ کیا۔ تیسری اہم خاصیت یہ ہے کہ ان کا ایمان کمال درجہ کا تھا۔ طبعی اور بشری عادات اس پر غالب نہ آسکیں۔

(خلاصہ از مقاصد الاسلام: ج ۱۰، ص ۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وصال خواتین کو ہدایت: ملک شام کے فتوحات میں حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا جاتا ہے کہ شہر بصریٰ پر جب آپ نے چڑھائی کی تو وہاں کے بادشاہ جس کا نام روماں تھا، عین جنگ میں اسلام سے متعلق چند سوالات کئے۔ حضرت خالد بن ولید کے سمجھانے سے وہ خفیہ مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو آہستہ آہستہ اسلام کی ترغیب دیتے رہے۔ لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی اور دیر جان نامی دوسرے شخص کو ان کی جگہ بادشاہ بنا لیا۔ کئی روز تک جنگ جاری رہی۔ ایک رات روماں رحمۃ اللہ

عموماً آسان ہوتا ہے لیکن غم و آلام میں بھی رضائے الہی کے لئے کوشش کرنا اور اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرنے کا عہد کرنا یہ جانبازوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ نے اس قسم کے کئی احوال ذکر فرمائے۔ اور اسلاف کی شجاعتوں کی مثال دے کر اخلاف میں جذبہ قربانی پیدا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے صحابیات کا صبر و تحمل، شجاعت و دلیری کی عظیم مثال بیان فرمائی جو بطور خاص عصر حاضر کی خواتین میں ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔

حضرت زید بن سعید رضی اللہ عنہ کا نکاح ان کی چچا زاد بہن سے ہوا، تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ دمشق کی لڑائی میں وہ سخت زخمی ہوئے، معرکہ جنگ سے انہیں لشکر میں لایا گیا۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم جس چیز کی مجھے آرزو تھی وہ نصیب ہوئی اور کلمہ شریف پڑھتے ہوئے انتقال کئے جب یہ کیفیت آپ کی دہن کو معلوم ہوئی تو وہ شوہر نامدار کے دیدار کو آئیں حال یہ تھا کہ مہندی کا رنگ بھی ہاتھوں سے اڑا نہ تھا اور نکاح کے دن سر میں لگائی ہوئی خوشبو اب تک باقی تھی شوہر پر بے اختیار گر کر کہا اللہ تعالیٰ نے جو دولت آپ کو دی ہے وہ آپ کو مبارک ہو، آپ خدا کے پاس چلے گئے، اب میں نے بھی اپنے نفس کو راہ خدا میں وقف کر دیا امید ہے کہ عنقریب آپ سے ملاقات ہوگی اس کے بعد وہ ہر معرکہ جنگ میں شریک ہوئیں اور دشمنان دین کو تہ تیغ کرتیں۔

گوارا نہ ہوا کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ان پر یہ آفت آئے اسی لئے ان کی اہلیہ محترمہ کو مسلمان ہونے کا حکم فرمایا۔ (۲) وہ کیسی معزز خاتون ہیں کہ اسلام لائیں تو اپنی جان و مال اور شوہر کو تک چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئی۔ (۳) یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف کہ ادھر حکم ہوا، ادھر وہ صاحب ایمان ہوئیں اور حکومت اس کو کہتے ہیں۔ وہ بھی عالم ارواح میں جہاں دلوں پر تصرف ہوا کرتا ہے (مقاصد الاسلام ج ۱۰ ص ۹۲)

خواتین جنگوں میں شریک ہوتیں اور ہمت بڑھاتیں: شیخ الاسلام حضرت حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثار چچی حضرت ہندہ رضی عنہا کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد ماضی کی تلافی کے لئے خود جنگوں میں شریک ہوئیں اور زخمیوں کا مداوا کرتیں۔ عین لڑائی میں کوئی پسپا ہوتے تو انہیں شوق شہادت اور داد شجاعت دینے پر ابھارتیں۔ جیسا کہ منقول ہے جنگ یرموک میں مخالفین کی تعداد ایک قول کے مطابق چار لاکھ اور دوسرے قول کے مطابق بارہ لاکھ تھی، اسلام کی فوج بہت کم تھی اس لئے مسلمان سنبھل کر حملہ کرتے کہ کہیں ہزیمت نہ اٹھانی پڑے۔ ایک بار اس حصہ کی فوج کو شکست ہوئی جس میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ تھے، ان کا گذر کسی کام سے عورتوں کے خیموں کے پاس سے ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کا ستون لیکر گھوڑے کے منہ پر مار کر کہا: اے

علیہ نے تدبیر سے مسلمانوں کو قلعہ میں پہنچا دیا اور سخت جنگ ہوئی پھر دیر جان مارا گیا۔ فتح کے بعد روماس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا آج رات میں نے خواب میں دیکھا، ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرہ والی ذات مبارک تشریف فرما ہے اور فرمایا مسلمانوں کے ہاتھوں شام اور عراق فتح ہو گئے۔ میں نے پوچھا حضرت آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمائے میں محمد رسول اللہ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر مجھ اسلام لانے کا حکم فرمایا چنانچہ میں مسلمان ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت نے مجھے دو سورتیں سکھائیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا وہ سورتیں آپ پڑھ سکتی ہو، انہوں نے کہا ہاں! پھر انہوں نے سورہ فاتحہ و سورہ اخلاص پڑھ کر سنایا دیا پھر حضرت روماس کی اہلیہ نے فرمایا ”چونکہ ان کو ان کے شوہر کے مسلمان ہونے کا حال معلوم نہ تھا“ روماس یا تو مسلمان ہو جائیں یا مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں مسلمانوں میں اپنی زندگی بسر کروں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہیں۔

اس واقعہ کے مطالعہ سے چشم بصیرت اور دل بینا رکھنے والا کیا نکتہ سنجیدیاں کرتا ہے، جاننے کے لئے مقاصد الاسلام حصہ دہم کا مطالعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس عبارت کا خلاصہ جو حضرت شیخ الاسلام نے تحریر فرمایا پیش ہے:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت روماس رحمۃ اللہ علیہ کو جلا وطن اور بے مونس دیکھا تو آپ کی طبع غیور کو یہ

کے نصیحت آموز و دلچسپ احوال حضرت شیخ الاسلام نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائے۔ جن سے بنات اسلام و دختران ملت کو ایمان و ایقان، علم و عرفان، زہد و تقویٰ، یقین و توکل، فکر آخرت اور حسن اخلاق اختیار کرنے کا درس ملتا ہے۔

عصر حاضر کی خواتین، حضرت شیخ الاسلام کے بیان فرمودہ اصول و ہدایات اور نصح و مواعظ پر عمل پیرا ہوں تو یقیناً سارے زمانے کے لئے شرم و حیاء، اخلاق و کردار کا عظیم نمونہ بن سکتی ہیں اور آنے والی نسلوں کے دین و ایمان کی محافظ اور ساری دنیا میں علم و عرفان کی روشنی بکھیرنے والی بن سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حرب کے بیٹے صحر! آپ کہاں جا رہے ہو؟ یہ وقت جان نذا کرنے کا ہے تاکہ اس کا بدلہ ہو جائے جو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کفار کو برا بھینٹہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان نے شکستہ فوج لیکر کفار پر حملہ کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار سوار لیکر فوج کے قلب پر حملہ کیا اور اس وقت ان سب کی زبان پر یا محمد یا منصور امتک امتک تھا انہیں فتح حاصل ہوئی۔ (مقاصد الاسلام ج ۱۰ ص ۹۴) یہ واقعہ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام کو مردوں کی شہادت و شجاعت کے ساتھ ساتھ خواتین کی بہادری و قربانی سے ترقی ملی ہے۔ خواتین اسلام کی جاں نثاریاں فراموش نہیں کی جاسکتی ہیں۔ امہات المؤمنین، صحابیات و تابعیات وغیرہ



شیخ الاسلام کا اسلوب اصلاح و تربیت

محرّمہ حافظہ فرحین بیگم، معلّمہ وسطانیہ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ

دنیا میں بہت سارے علماء ربانیین جلوہ گر ہوئے کہ جنہوں نے اپنی علمی صلاحیتوں اور فکری گہرائیوں سے جہالت کی تاریکیوں کو علم کی روشنیوں سے بدل دیا اور امت کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ بدرجہ اتم پورا کیا۔ اور بے شمار صوفیا و پیران طریقت نے اپنے وجود با مسعود سے ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ بہت سی ایسی شخصیات گزری جنہوں نے درس و تدریس کو اپنا مقصد زندگی بنایا اور بہت ساروں نے عوامی اصلاحات کو بعض مخصوص رعایا اور قوم تک محدود رہی تو بعض نے درباروں میں جا کر شاہان سلطنت کی اصلاح کا کارنامہ سرانجام دیا۔ لیکن ہم جب حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں آپ کی شخصیت کسی ایک شعبہ کے ساتھ مخصوص نظر نہیں آتی بلکہ منبع کمالات اور مجمع خصوصیات نظر آتی ہے۔ اور حسب روایت: إِنَّهُ لَا يَقُومُ بِدِينِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ حَاطَهُ مِنْ جَمِيعِ جَوَانِبِهِ (کنز العمال حرف الهمزة) (اللہ کے دین قائم کرنے والا وہی ہوتا ہے جو ہر جہت سے اسکا احاطہ کرے) آپ شان مجددیت کے پیکر نظر آتے ہیں۔ آپ نے درس و تدریس تصنیف و تالیف تزکیہ و تحلیہ رشد و ہدایت اصلاح عوام تربیت شاہان الغرض ہر میدان علم و فن اور معرفت و عمل میں وہ نقوش تابندہ چھوڑے ہیں کہ انشاء اللہ رہتی دنیا تک وہ ایک عالم کو

دور حاضر میں اصلاح عقیدہ کے نام پر تنقیح و تحقیر اور بد اخلاقی کا بازار گرم ہے۔ مد مقابل کی تذلیل کرنا اور مذمت میں اخلاق سے بعید الفاظ کا استعمال کرنا اور اسکو غلطیوں کا احساس دلا کر اسکو اپنے قریب کر کے اسکی اصلاح کرنے کے بجائے اس کو مزید نفرت اور ضد پر اکسانا پایا جاتا ہے۔ جبکہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کا طریقہ تربیت عقیدہ میں اسلوب تفہیم و ترغیب اور خیر خواہی پر مبنی نظر آتا ہے۔

منور کرتے رہیں گے۔
حضرت شیخ الاسلام کو بحیثیت مصلح و مربی دیکھا جائے تو ہمیں آپ کی تربیتی گوشوں میں اصلاح و تربیت کے انگنت اسلوب و جوہر نظر آتے ہیں جن کو دور حاضر میں اپنانے کی پہلے سے زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔
حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی تربیت و اصلاح کا دائرہ کار محدود نہیں بلکہ حیات زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے۔
اگر ایمان و عقیدہ کی بات کی جائے تو آپ نے اس اہم باب میں امت مسلمہ کی بھرپور رہنمائی کی ہے: چنانچہ آپ کی تصنیفات مقاصد الاسلام افادۃ الافہام خصوصاً انوار احمدی اصلاح عقیدہ کے مضامین سے پر ہیں۔ اور تربیت عقیدہ کے باب میں آپ کے اسلوب تربیت پر ہم نظر کرتے ہیں تو ہمیں بہت ساری رہنمائیاں حاصل ہوتی ہیں دور حاضر جس کا کہ محتاج ہے۔

دور حاضر میں اصلاح عقیدہ کے نام پر تنفیر و تحقیر اور بد اخلاقی کا بازار گرم ہے۔ مد مقابل کی تدلیل کرنا اور مذمت میں اخلاق سے گریا لفاظ کا استعمال کرنا اور اسکو غلطیوں کا احساس دلا کر اسکو اپنے قریب کر کے اسکی اصلاح کرنے کے بجائیا سکومزید نفرت اور ضد پر اکسانا پایا جاتا ہے۔ جبکہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کا طریقہ تربیت عقیدہ میں اسلوب تفہیم و ترغیب اور خیر خواہی پر مبنی نظر آتا ہے۔ چنانچہ صحیح احادیث کا مدار صحاح ستہ پر رکھنے والوں کی تفہیم کرتے ہوئے: اب دیکھئے کہ

(انوار احمدی، ص: 12)۔

اور ایک مقام پر دعوت غور و فکر دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:
اہل انصاف ضرور یہاں غور فرمائیں گے کہ امام ترمذیؒ باوجود تجربہ علم و علوشان کے متقدمین کی نسبت کس درجہ کا حسن ظن رکھتے تھے کہ باوجود یکہ تفسیر قرآن کیلئے کمال درجہ کی احتیاط چاہئے تاہم ان کی تفسیر مجرد کو یہ نہ کہا کہ ایسے اقوال بلا استدلال حدیث قابل اعتبار نہیں بلکہ حسن ظن ظاہر کیا کہ ان حضرات کو ضرور احادیث پہنچی ہوں گی گو ہمیں معلوم نہیں جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقع احتیاط میں اقوال مقتد میں کو صرف بحسن ظن مان لیں تو ہم لوگوں کو متقدمین کی نسبت کس قدر حسن ظن چاہئے کہ نہ ہمیں ویسا علم ہے نہ ویسی فہم۔ (انوار احمدی ص: 29)

اور آپ نے امت محمدیہ کو بھی اس کا درس دیا اور عشق و محبت نبی کے حوالے سے انکی تربیت فرمائی لیکن اگر انداز بیان و اسلوب تربیت کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انظہار محبت میں نہ آداب توحید کی کوئی مخالفت ہے نہ کسی نبی کی تحقیر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى (صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء)۔ جس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا کہ حضرت موسیٰ پر میری اس انداز سے بہتری و فضیلت بیان مت کرو کہ جس میں انکی تنقیص ہو رہی ہو۔ ایک مقام پر مقامات انبیاء سے متعلق مختلف احادیث شریفہ کے بارے میں محدثین کی طریقہ عمل کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ترتیب مقامات انبیاء علیہم السلام میں کس قدر اختلاف ظاہر ہے پھر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس وجہ سے وہ سب احادیث ضعیف ہو گئے ہوں بلکہ محدثین حتی الامکان اس قسم کی احادیث میں توفیق دیدیتے ہیں حضرت آدم کے اپنے فرزند حضرت شیث کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کی وصیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب انبیائے اولوالعزم نے ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر اہتمام کیا ہو تو ہم امتیوں کو کس قدر اس کا اہتمام و التزام چاہئے کیونکہ ہمارا تو دین و ایمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ و ہیڈ کیلہ لو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ عن انسٍ قال قال النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَوْمُنَ أَحَدُكُمْ، حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

شان ختم نبوت میں غلط توجیہات کرنے والوں سیفر ماتے ہیں: ذرا سوچئے تو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو خاتم النبیین ہونے میں یہ احتمالات نکالے جاتے تو کس قدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صرف توراہ کے مطالعہ کا ارادہ کیا تھا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ چہرہ مبارک سے آثار غضب ظاہر ہونے لگے تھے۔ اور باوجود اس خلق عظیم کے ایسے صحابی جلیل القدر پر کیسا عتاب فرمایا کہ جس کا بیان نہیں جو لوگ مذاق تقرب و اخلاص سے واقف ہیں اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ (انوار احمدی ص 54)

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے کئی گمراہ فرقوں اور کفریہ عقیدوں کا رد کیا ہے۔ وہابیہ ہو کہ قادیانی رافضیہ ہو کہ خارجیہ آپ کی تحریرات انکی گمراہ کن نظریات کا رد کرتی اور امت کو صراط مستقیم کی ہدایت کرتی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت اور کامل وابستگی رکھتے تھے: چنانچہ آپ کی تحریرات اس کی گواہی دیتی ہیں: آپ کا بیان ہی کہ جب میں اجلاس پر بیٹھتا ہوں یا فیصلہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو پہلے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ میں ایک ذرہ بے مقدار ہوں میرا معاملہ آپ کے حوالے ہیج تک آپ مدد نہ فرمائیں راہ راست نہیں مل سکتی (مطلع الانوار ص 46)

مولانا رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مطلع الانوار میں لکھتے ہیں پہلے بعض درگاہوں میں عرس کے ساتھ مینا بازار (زنانہ بازار) کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ اس میں جو خرابیاں وقوع پذیر ہوتی تھیں انکو بیان کرنے سے زبان عاجز ہیجان خرابیوں کے انسداد کے لئے آپ نے مینا بازار ہی بند کروا دینا کہ نہ بنائے فساد رہے نہ فساد ہونے پائے (مطلع الانوار ص 64)

(2) عمل خیر کو لاحق خرابیوں کو دور کرنا نہ کہ عمل خیر کی برخواتنگی۔ مستحب صوم عاشورہ سے نہیں بلکہ اس میں مشابہت یہود سے چکنیٹو اف کعبہ سے نہیں بلکہ اسمیں دور جاہلیت کے افعال سے بچنے وغیرہ کا حکم اس کی عکاسی کرتا ہے۔ مطلع الانوار ص پر ہے قدیم سیدستور تھا کہ اعراس کے موقع پر طوائف اولیاء کرام کی مزارات پر آکر مجرا پیش کیا کرتی تھیں جس سے اقسام کے لغویات ہوتے تھیاوریہ یقیناً اولیاء کرام کی ناراضگی کا سبب بھی تھا۔ آپ نے حکم جاری فرمایا کہ آئندہ سے درگاہوں پر طوائف کے مگرے نہ ہوا کریں۔

(3) آغاز برائی ہی میں اس سے احتیاط برتنے کی تربیت کرنا: تاکہ برائی کے جڑ پکڑنے کے بعد اسکی اصلاح مشکل نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب قادیانیت کا فتنہ دکن کے علاقہ میں داخل ہونے لگا تو آپ نے خصوصاً اہل دکن کی تربیت اور اس سے انکی حفاظت کے لئے مختصر نہیں بلکہ ضخیم ایک نہیں بلکہ دو تالیفات تحریر فرمائی: دو جلدوں پر مشتمل افادۃ الافہام اور انوار الحق۔

وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ . رواہ الشیخان. (انوار احمدی ص: 34)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان سے اصلاح امت اور انکی تربیت کا خوب کام لیا ہے اور آپ کے اصلاحی و تربیتی خدمات و کارناموں کو دنیا حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھتی ہے اور آج بھی انکا اثر اور اسکے فوائد جاری ساری ہیں۔ اور اصلاح و تربیت امت میں آپ کا فیضان کسی ایک طبقہ یا گروہ تک محدود نہیں بلکہ آپ نے ”کنتم خیر امۃ اخر جت للناس“ پر عمل پیرا ہو کر جہاں عوام الناس کی اصلاح کی وہیں الناس علی دین ملوکھم کو مدنظر رکھ کر شاہان وقت کی بھی تربیت کیا پکی تربیت سے جہاں اہل علم مستفید ہوئے وہیں خانقاہی نظام سے وابستہ افراد نے بھی آپ سے فیضیابی حاصل کی۔ اور اس میدان تربیت میں آپ کے طرز عمل و تحریرات سے آپ کے اسلوب و طریقہ کار کو اخذ کیا جائے تو مختلف اسالیب و منایج کا پتہ چلتا ہے۔ اور دور حاضر میں اسکی جا بجا ضرورت و اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ منجملہ انکے چند اسالیب تربیت کو بیان کیا جاتا ہے۔

(1) برائی کے دروازہ کا ہی سدباب کرنا: تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کے مصداق برائی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔ نگاہوں کو پست رکھنے عورتوں کو گھروں میں نماز ادا کرنے اور پردہ کا اہتمام کرنے کا اسلامی حکم اس اسلوب کو ثابت کرتا ہے: آپ کے شاگرد رشید و خلیفہ حضرت

خوف خدا نہ ہو تو اس آیت شریفہ (انما يتخشى الله من عباده العلماء) کی رو سے انکو عالم کہنا درست نہ ہوگا۔ دراصل علم اس کیفیت قلبیہ کا نام ہے جو ظن سے متجاوز ہو کر حد یقین میں داخل ہوتی ہے۔ (مقاصد اسلام، ج: 8، ص: 103)

دوسری جانب بعض مشائخ وغیرہم جو کہ علم ظاہر اور علماء کو حقیر جانتے ہیں انکی تربیت کے لئے فرمایا: علماء ہی کے انفاس کی برکت ہے کہ ہر وقت جو شہادت اور وساوس شیطانیہ الجن و الانس مسلمانوں کے دل میں ڈالتے رہتے ہیں وہ دفع ہو جاتے ہیں (مقاصد الاسلام، ج: 4، ص: 4)

حقیقۃ الفقہ ج: 1، ص: 12 میں بیان فرماتے ہیں: آج کل جو دیکھا جاتا ہے کہ ہر طرف سے علماء پر ناحق اعتراضوں کی بوچھاڑ بہت سے واعظین سامعین کو صرف خوشخبریاں اور رحمت کی باتیں سناتے ہیں جبکہ ’الایمان بین الخوف والرجاء‘ کے مطابق خوف اور رجاء دونوں ضروری ہیں۔ جب تک ہمارے واعظین جو پیشوا یا ان قوم ہیں جس طرح آیات و احادیث رجاء کے بیان کرتے ہیں خوف پیدا کرنے والی آیات و احادیث نہ بیان کریں تو مسلمانوں کے تمدن کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکتی۔ (مقاصد الاسلام حصہ ہفتم)

(6) تمثیل سے تربیت: حضرت شیخ الاسلام نے اپنے تربیتی پہلوؤں میں مثالوں کا بکثرت استعمال فرمایا ہے۔ اور آپ کئی چیزوں بلکہ کھیل کود سے بھی تربیتی پہلو نکال کر بیان

اس سے تربیت و اصلاح کے لئے ایک چوتھا (4) اسلوب بھی ملتا ہے کہ برائی جتنی شدید ہوتی ہی شدت اسکے دور کرنے کی کوشش میں کی جائی اور اسکے ازالہ کا سامان کیا جائے۔

(5) تربیت میں مقابل کو درپیش ضرورت کا لحاظ رکھنا: شارحین لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائل کے حسب ضرورت حال جواب عنایت فرماتے۔ اگرچہ کہ سوال ایک ہی انداز کا ہوتا۔ یہ اسلوب نبوی پر بانی جامعہ بھی عمل پیرا رہے۔ چنانچہ آپ نے علماء ظاہر کو عمل اور علم باطن کی اہمیت بتلائی کیونکہ بعض علماء تصوف اور صوفیاء کو اہمیت نہیں دیتے۔ اور انکے معمولات کو خلاف شرع سمجھتے ہیں: فرماتے ہیں دراصل علم باطن وہ علم ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ ہر پیر اپنے جانشین کو علاوہ اتباع ظاہر شریعت کے خاص خاص باتوں کی وصیت کرتا ہے جو علمائے ظاہر کے مسلک کے مخالف ہیں مگر اہل طریقت ان وصایا پر عمل کرنے کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ دراصل وہ قرآن و حدیث کے لب لباب ہیں۔ (مقاصد الاسلام، حصہ: 3، ص: 33)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں تصوف ہمارے دین میں اعلیٰ درجہ کا علم ہے۔ (مقاصد الاسلام، حصہ: 3، ص: 34)

علماء کو عمل کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں یورپ میں اکثر یہود و نصاریٰ علوم عربیہ میں ماہر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے فاضل کہلاتے ہیں مگر دین اسلام کی رو سے انکو علماء نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح اہل اسلام بھی اگر تحصیل کر لیں اور ان میں

کنایات و اشارات کا استعمال۔ چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں: اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ جب اس سلام (السلام علیک ایھا النبی) کا یہ رتبہ ہوا کہ ایک حصہ عبادت محضہ یعنی نماز کا اس کے لئے خاص کیا گیا تو دوسرے اوقات میں ہم لوگوں کو کس قدر اہتمام و ادب چاہئے۔ ہر چند عوام الناس اس قسم کے امور سے مرفوع القلم ہیں کیونکہ ان کو تو اسی قدر کافی ہے کہ جتنا شارع نے ضروری بتایا اتنا کر دیا۔ مگر اہل عقل و تمیز کو چاہئے کہ ایسے امور میں غور و فکر کریں اور ادب سیکھیں۔ العاقل تکفیه الاشارة۔ (انوار احمدی ص 157)

(9) تربیت میں نتیجہ خیز اسلوب کو ترجیح۔ یہ اسلوب تربیت آپ کے شان استاذ سلاطین سے ملتا ہے کہ بادشاہوں سے دوری اختیار کر کے ان کی خرابیوں سے بچا تو جاسکتا ہے لیکن انکی تربیت کا حقہ نہیں کی جاسکتی۔ انکی اصلاح کے لئے انکو اپنے قریب کرنا اور اپنی صحبت سے نوازا پڑتا ہے۔ اور یہی اسلوب تربیت ہمیں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوتا ہے۔

(10) وقت ضرورت صراحتی اسلوب میں تربیت: فتنوں یا انکے اصحاب سے بچنے میں قوم و ملت کی تربیت کے وقت بسا اوقات کنایہ کے بجائے صراحت کا اسلوب ضروری ہوتا ہے تاکہ برائی کی پہچان میں غلطی دشواری یا کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ یہ اسلوب برائی کے عام ہونے یا تیزی سے اپنی

فرماتے۔ آپ کے شاگرد رشید و خلیفہ مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مولانا کو مدرسہ نظامیہ کے طلبہ سے بہت محبت تھیں چنانچہ سال میں دو تین مرتبہ تمام طلبہ کو کسی باغ یا تفریح گاہ میں لے جاتے دو تین روز تک قیام فرماتے وہاں ان سے تقریریں مناظرہ اور بیت بازی کے مقابلے کراہتے طلبہ جب اس سے تھک جاتے تو تھوڑی دیر ان کو کھیلنے کی اجازت بھی دیتے۔ ایک دفعہ بچے آپ کے سامنے اُن پاٹ کھیل رہے تھے۔ راقم پاس تھا فرمائے کہ بتلاؤ اس میں امتیاز شرعی کیا ہے؟ یعنی اس سے انسان کیا نصیحت حاصل کر سکتا ہے؟ راقم نے عرض کیا کہ خادم کی فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کھیل کا خاصہ یہ ہے کہ ایک فریق اپنے مخالفین سے بچ کر نکل جائے اور وہ اس کو چھونے نہ پائے۔ اسی طرح خدا عزوجل کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان شیطان سے اس طرح بچ کر خدا تک پہنچ جائے کہ انسان کے مخالفین اسکو چھونے بھی نہ پائیں۔ (مطلع الانوار، ص: 91)

(7) قول و عمل سے تربیت: حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں اپنے قول سے تربیت کی وہیں آپ نے اپنے عمل سے بھی تربیت کی۔ مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جو کوئی مولانا کی صحبت میں رہا ضرور فیض پایا احباب تو خیر ملازمین تک پابند صوم و صلاۃ اور شریعت پر عامل تھے۔ (مطلع الانوار ص 56)

(8) الکنایۃ أبلغ من الصراحة کے تحت تربیت میں

(13) خرابیوں کے امکانی راستوں کا سد باب۔ کامل تربیت وہ ہوتی ہے کہ جس میں خرابیوں کے در آنے کے امکانی راستوں کا بھی سد باب ہو۔ اور یہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کا اسلوب و طریقہ ہے۔ آپ نے حرمین شریفین سے واپسی کے بعد مکہ مسجد میں خطبہء میلاد کا آغاز فرمایا: تاکہ شہر کی تاریخی اور ممکنہ خطبہء میلاد کے انعقاد کے زیر اثر سارے شہر میں عید میلاد کا اہتمام ہو اور شہر کی سب سے اہم مسجد پر بد عقیدگی کا تسلط نہ ہونے پائے۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکت اور آپ کے افادات قیمہ سے مستفاد یہ چند اسلوب تربیت تھے جسکو عرض کرنے کی کوشش کی گئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کا اسلوب تربیت حدیث نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام: من رای منکم مُنکراً فلیغیرہ بیدہ ، فإن لم یستطع فبلسانہ ، فإن لم یستطع فبقلبہ ، وذلك اضعفُ الإیمان . رواہ مسلم . کا آئینہ دار تھا۔ بقول اہل علم کے ”فلیمنعہ“ کے بجائے ”فلیغیرہ“ کے لفظ کا استعمال دلالت کرتا ہے کہ اسلوب تربیت اس طرح ہو کہ سامنے والے میں تبدیلی واقع ہو اور تربیت بار آور ہو۔ اور یہ بات ہمیں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے اسلوب تربیت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

لیٹ میں لینے کے وقت اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بانی جامعہ علیہ الرحمہ نے جہاں بہت سے فتنوں اور گمراہیوں کا کنایتہ ذکر کیا وہی آپ نے کئی باطل افکار مثلاً قادیانیہ و ہابیہ خارجیہ کا انکار معجزات اور انکے اصحاب کا نام بھی ذکر کیا۔

(11) ترتیب کا لحاظ۔ اسلوب تربیت میں یہ بھی شامل ہے کہ جو چیز اہم ہے اور بعد کی چیزوں کا جس پر مدار ہے اسکو تربیت میں مقدم رکھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں: واعظوں کا فرض ہے کہ پہلے ایمان کو قوی کرنے کی فکر کریں۔ (مقاصد 7 ص 181)

اور ایک مقام پر مرید کی تربیت کا اسلوب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ضروری اور پہلا کام مرشد کا یہ ہوتا ہے کہ افعال الہیہ و صفات الہیہ سے اس (مرید) کو متعلق اور مربوط کر دے تاکہ جملہ افعال و حرکات و سکنات عالم کو افعال الہی سمجھے۔ (مقاصد الاسلام، ج: 8 ص: 46)

(12) تربیت کے لئے زمانے کے مختلف وسائل کا استعمال۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے تربیتی مشن کے لئے اپنے پاس موجود وسائل کا بھرپور استعمال کیا آپ نے قوم و ملت کی تربیت کے لئے اپنی تحریری تقریری شعری صلاحیتوں اور مالیاتی وسائل کو اپنایا۔ جہاں جس وسیلہ کی ضرورت ہوتی استعمال فرمایا۔

موطا امام مالک میں فقہ مالکی کی غیر معمولی روایات

ایک جائزہ

مولوی ذاکر حسین، متعلم کامل دوم

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلندی مراتب اور رفع درجات کا ذریعہ ایمان اور علم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ” یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اولو العلم درجات “ ترجمہ: اور وہ جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ جن کو علم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔ (سورہ مجادلہ- آیت ۱۱)

علم، میراث نبوت ہے اور اس علم کے حاصل کرنے والے وارثین انبیاء کہلاتے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ” ان العلماء ورثة الانبیاء “ (رواہ ابوداؤد و الترمذی) بڑے بڑے فضلاء نے اس علم کو حاصل کیا اور اپنی فہم و بصیرت سے اس بحر علم میں غوطہ زن ہوئے اور اسی علم کے تحقیق و تدقیق و تحصیل میں اپنی پوری زندگی وقف کر دیا۔ ان ہی علماء کرام، فقہاء ذوی الاحشام میں ایک ذات والا صفات جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت مالک بن انس اصحی رحمہ اللہ ہے۔ جنہوں نے نہ صرف علم کو حاصل کیا بلکہ اپنے بعد والوں تک اس علم کو پہنچانے کے لئے

فقہ مالکی اہلسنت کے چار بڑے مسالک، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں سے ایک ہے۔ حضرت امام مالک ان ائمہ اعلام میں سے ہیں جو دنیائے علم میں بیک وقت حدیث اور فقہ کے امام کہلائے۔ حضرت امام مالک نے ۶۲ سال تک مسجد نبوی شریف میں مسلسل حدیثی، فقہی اور تدریسی مخلصانہ خدمات انجام دیں۔ اس عرصہ میں آپ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”موطا“ لکھی۔

بھیگ جاتا ہے تو مجھے اس کتاب کی کوئی حاجت نہیں۔ تب اس کتاب کو باہر نکالا گیا تو اس کتاب کا ایک ورق بھی گلیا نہیں ہوا۔ اس طرح امام مالک کے اخلاص اور للہیت کو لوگوں نے دیکھا۔ (زرقانی شرح مؤطا ج ۱ ص ۲۵)۔

مؤطا نام رکھنے کی وجہ: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”عرضت کتابی هذا علی سبعین فقیہا من فقہاء المدینۃ کلہم و اطأنی علیہ“۔ میں نے میری اس کتاب کو مدینہ طیبہ کے ستر (۷۰) فقہاء کے پاس پیش کیا۔ سب نے اس کتاب پر موافقت ظاہر فرمائی۔ (زرقانی شرح مؤطا مالک)

مؤطا اگر واطاً سے مانا جائے تو اس کے معنی ”موافقت کرنا“ ہوں گے۔

مؤطا میں تعداد احادیث: ابو بکر العربی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مؤطا کی کل روایات بشمول آثار صحابہ و فتاویٰ تابعین ایک ہزار سات سو بیس (۱۷۲۰) ہے جن میں مسند چھ سو (۶۰۰) اور مرسل دو سو بائیس (۲۲۲) اور موتوف چھ سو ستر (۶۱۷) اور اقوال تابعین ایک سو چھتر (۱۷۵) ہیں۔ (از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ج ۱ ص ۲۵)

حضرت امام مالک نے مؤطا میں چند ایسے احادیث بھی جمع فرمائے جو کہ غیر معمول بہ یعنی جن احادیث پر ان کا ہی عمل نہیں ہے۔ اور مؤطا میں لیس العمل علی هذا کہہ کر غیر معمول بہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً

شب و روز محنت کر کے مسائل کا استنباط کیا اور مقام اجتہاد تک پہنچے اور عالم المدینہ کی پیشین گوئی کے مصداق بنے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استنباط شدہ مسائل پر عمل کرنے والوں کو مالکی کہا جاتا ہے۔ فقہ مالکی اہلسنت کے چار بڑے مسالک، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں سے ایک ہے۔ حضرت امام مالک ان ائمہ اعلام میں سے ہیں جو دنیا سے علم میں بیک وقت حدیث اور فقہ کے امام کہلائے۔ حضرت امام مالک نے ۶۲ سال تک مسجد نبوی شریف میں مسلسل حدیثی، فقہی اور تدریسی مخلصانہ خدمات انجام دیں۔ اس عرصہ میں آپ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”مؤطا“ لکھی۔

سبب تالیف: خلیفہ منصور عباس نے فرمائش کی حضرت امام مالک سے کہ آپ ایک کتاب تالیف فرمائیں، میں اس پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو آمادہ کروں گا، لیکن امام مالک بار بار عذر پیش کرتے رہے پھر منصور عباسی کے بہ اصرار شدید آپ نے ”مؤطا“ لکھنے کا آغاز فرمایا۔ لیکن اس کتاب کی تکمیل سے پہلے خلیفہ منصور عباسی کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ کتاب تکمیل کو پہنچی اس وقت منصور عباسی کے بیٹے محمد مہدی تخت نشین ہوئے چند دن گزرے تھے۔

(تزیین الممالک ص ۳۴، از علامہ جلال الدین السیوطی)
مؤطا کے لکھنے میں اخلاص: حضرت امام مالک نے اس کتاب کو لکھنے کے بعد اس کتاب کے تمام اوراق کو پانی میں ڈال دیا اور فرمایا کہ اگر اس کتاب ”مؤطا“ کا ایک ورق بھی

سمجھتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کو لیا ہے۔ اور وہ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے متعلق چاہتیں کہ وہ آیا کرے۔ اپنی بہن ام کلثوم یا اپنی بھتیجیوں کو حکم دیتیں کہ وہ اس کو دودھ پلا دے۔

(موطأ امام مالک، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی رضاعة الکبیر)

حضرت امام مالک کا مسلک : حضرت امام کا مسلک مذکورہ حدیث کے خلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدت رضاعت صرف ۲ سال ہے۔ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

(موطأ مالک بروایت محمد بن الحسن الشیبانی مع التعلیق للمجد علی موطأ محمد شرح عبدالحی اکھنوی حصہ دوم ص ۶۰۰ تا ۶۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک علیہ الرحمہ نے ایسی روایت کو موطأ میں جمع فرمایا جو غیر معمول بہ ہے۔

دوسری مثال وتر کے بارے میں : حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(موطأ مالک، کتاب صلوة اللیل باب الامر بالوتر)

حضرت امام مالک کا عمل اس حدیث کے برخلاف ہے۔ آپ کے پاس وتر ایک رکعت نہیں بلکہ کم از کم تین رکعتیں ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرنا

مدت رضاعت کے بارے میں : ابن شہاب سے بڑے آدمی کو دودھ پلانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے عروہ بن زبیر سے روایت بیان کی کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ ابو حذیفہ نے سالم کو اپنا منبئی بیٹا بنا لیا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو منبئی بنایا تھا۔ ابو حذیفہ سالم کو اپنا بیٹا ہی سمجھتے۔ چنانچہ انہوں نے سالم کا نکاح اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے کر دیا۔ فاطمہ ان دنوں ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے تھیں اور قریش کی افضل شیبہ عورتوں سے تھی۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم نازل فرمایا کہ زید بن حارثہ کے بارے میں ان کو انہی کے والد کے ساتھ پکارو۔ اگر کسی کے والد معلوم نہ ہوں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں یا دوست؛ اس وقت تمام لوگوں کی نسبت ان کے والد کی طرف ہونے لگی، تو حضرت سلمہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا جو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں وہ حضور پاک علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگی۔ یا رسول اللہ سالم کو ہم اپنا بیٹا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اس حال میں کہ میں ننگے سر ہوتی اور ہمارے پاس ایک ہی گھر ہے۔ اب ہم اس کے متعلق کیا کریں؟ تو حضور پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلا دو وہ تمہارا محرم ہو جائیگا۔ حضرت سلمہ اس کے بعد سالم کو اپنا رضاعی بیٹا

پھر اٹھ کر ایک رکعت وتر پڑھنا۔

(شرح مؤطا اردو مترجم وحشی مولانا عبدالکلیم اختر شاہ

جہانپوری، ص ۱۳۳)

امام مالک کی تین رکعت والی دلیل: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صبح ہونے کے ڈر سے ایک رکعت پڑھے پھر جب مطلع صاف نظر آیا تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت کو شامل کر لئے اس طرح دو رکعتیں پڑھتے گئے۔ جب صبح ہونے کے ڈرے تو دو رکعت کے بعد ایک اور رکعت ملائیے (کتاب صلوٰۃ اللیل باب الامر بالوتر)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے باب الامر بالوتر میں ایسی روایت کو درج فرمایا جو کہ غیر معمول بہ ہے۔

تیسری مثال آیت سجدہ کے بارے میں: حضرت نافع مولیٰ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورۃ الحج کی تلاوت فرمائے اور اس میں دو سجدے کئے۔ پھر فرمایا کہ اس سورت کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی۔ (مؤطا مالک، کتاب القرآن، باب فی سجود القرآن)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سورۃ الحج میں سجدہ کی آیتیں دو نہیں ہے بلکہ صرف ایک ہی مقام ہے۔

آیت نمبر ۱۸ ”الم تر ان اللہ یسجد له من فی السموات و من فی الارض و الشمس و القمر

والنجوم و الجبال و الشجر و الدواب و کثیر من الناس و کثیر حق علیہ العذاب و من یهن اللہ فمالہ من مکرم، ان اللہ یفعل ما یشاء“ صرف اسی آیت پر سجدہ ہے۔ دوسری آیت ”یا ایہا الذین امنوا ارکعوا الخ“ پر سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ (القوانین الفقہیہ ص ۹۰، الاستذکار الجامع المذاهب للفقہاء الامصارح ۸)

چوتھی مثال منبر پر آیت سجدہ کا پڑھنا: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر آیت سجدہ کی تلاوت فرمائے منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کئے۔ پھر تمام لوگ سجدہ کئے اور ایک مرتبہ نماز جمعہ میں آیت سجدہ تلاوت کئے، لوگ سجدہ کر رہی تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سجدہ کرنے سے روک دیا۔

(مؤطا مالک۔ کتاب القرآن، باب فی سجود القرآن) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منبر پر آیت سجدہ پڑھنے پر امام منبر سے نیچے اتر کر سجدہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ سجدہ نفل ہے۔ (المغنی لابن قدامہ)

امام مالک نے جو روایت مؤطا میں درج فرمائی اس روایت کے برخلاف آپ کا عمل ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”لیس العمل علی ان ینزل الامام اذا قرأ السجدة فیسجد“ (امام آیت سجدہ منبر پر پڑھ

مسعود رضی اللہ عنہ خیر کی طرف نکلے اور کچھ ضرورت کے پیش نظر الگ الگ ہو گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کا قتل کیا گیا۔ تو حضرت حویصہ محیصہ اور عبدالرحمن تینوں حضور پاک علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عبداللہ بن سہل کا پورا واقعہ سنایا۔ تو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا پچاس قسمیں کھا کر قاتل پر اپنے بھائی کے خون کے مستحق بنتے ہو؟ تو انہوں نے جواباً عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیسے قسمیں کھائیں جبکہ ہم وہاں حاضر ہی نہیں تھے۔ تو حبیب پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تو یہودی پچاس قسمیں کھا کر اس قتل سے بری ہو جائیں گے تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ قوم کفار کی قسموں کا کیا اعتبار۔

یحییٰ بن یسار حضرت بشیر بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیت ادا فرمائی۔ (کتاب القسامہ باب تبدیۃ اہل الم فی القسامہ) مذکورہ حدیث پاک میں جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ قسامہ کے ذریعہ فیصلہ ہونے پر دیت لازم آئے گی۔ قصاص نہیں۔ لیکن حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر دعویٰ قتل کا ہو تو دیت نہیں بلکہ قصاص لازم و ضروری ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور پاک علیہ السلام

لے تو منبر سے نیچے اتر کر سجدہ نہیں کرے گا) (موطا مالک، کتاب القرآن، باب فی سجود القرآن) پانچویں مثال: تاوان کے متعلق: حضرت عبدالرحمن بن حاطب کے خداموں نے مزینہ قبیلہ کے اونٹ کو چرایا اور ذبح کیا۔ جب یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا اور فرمایا کہ میرے خیال میں تم ان اونٹوں کو بھوکے رکھتے ہو۔ مزید فرمایا کہ میں تم پر ایسا تاوان مقرر کروں گا کہ تم گرانی محسوس کرو گے۔ پھر اس مزنی سے فرمایا کہ اس اونٹ کی قیمت کیا تھی اس نے کہا کہ قسم بخدا میں نے اس اونٹ کو چار سو درہم میں لیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آٹھ سو درہم دو (کتاب الاقضیۃ، باب القضاء فی الضواری والحربیۃ)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرماتے ہیں کہ تاوان میں دوگنی قیمت لینا ہمارے پاس (یعنی مالکیہ) کے پاس درست نہیں ہے۔ اسلاف کے عمل یہ رہا کہ ہ اونٹ و یا دوسرے جانور بطور تاوان اسی دن کی قیمت لی جائے۔

(موطا مالک، کتاب الاقضیۃ، باب القضاء فی الضواری والحربیۃ)

چھٹی مثال: قسامہ کے متعلق: بشیر بن یسار روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل انصاری اور محیصہ بن

نے دیت ادا فرمائی، قصاص کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ لیکن امام مالک جو روایت مؤطا میں کتاب الافضیہ کے تحت درج فرمائی اس پر ان کا ہی عمل نہیں ہے۔

ان چند مسئلہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب مؤطا میں ایسی روایتوں کو بھی درج فرمایا جو غیر معمول بہ یعنی جن روایات پر ان کا ہی عمل نہیں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دلوں کو آباد رکھے صحابہ و اہلبیت کرام اور جمیع صالحین کی محبت و الفت سے معمور فرمائے۔ اور تادم زیت سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

(آمین بجاہ طہ و یسین صلی اللہ علیہ وسلم)



امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ

شیوخ امام بخاریؒ کی نظر میں

سیدہ درخششاں فاطمہ، فاضل سوم کلئیتہ البنات جامعہ نظامیہ

اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے: ”هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیہم آیاتہ و ینزلیہم و یعلمہم الکتاب والحکمۃ“ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین“ و آخرین منهم لما ینلحقوا بہم“ وهو العزیز الحکیم“۔ ترجمہ: وہی ہے جس نے امیوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھی (تلاوت، تزکیہ، اور تعلیم) دیتے ہیں جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورہ جمعہ، آیت: 2/3)

روایتوں سے ثابت ہے کہ سورہ جمعہ کی آیت مبارکہ جب نازل ہوئی تو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا تھا: ”لو کان العلم عند الشریا لذهب بہ رجل من أبناء فارس حتی یتناولہ“ یعنی

قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہے وہ اصل میں امام اعظمؒ کے تلامذہ ہی کی عطا ہے۔ اس لئے کہ امام بخاری کی ۲۲ ثلاثیات میں سے ۲۱ کے راوی امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں و نیز امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ اور وہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فقہ و حدیث کے امام اور اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔

ثانی ہی نظر نہیں آتا آپ کے استنباط مسائل و فقہات پر نظر ڈالو تو اس کا یہ عالم کہ بڑے بڑے ائمہ و جلیل القدر محدثین آپ کے حلقہ درس میں آپ کے آگے زانوائے ادب طئے کرتے نظر آتے۔

الغرض امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شخصیت ایک جامع صفات و کمالات کی حامل تھی۔ چنانچہ جہاں آپ کی تعریف و توصیف ہوتی رہی وہیں آپ کی شخصیت کو بغض و عداوت، حسد و کینہ پروری بدگمانی، الزام تراشی اور معاصرانہ رقابت کی تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ اور آپ کی شخصیت اور آپ کے مرتبہ علم کی نفی کی گئی، کبھی اہل الرأی کا طعنہ دیا گیا اور کبھی منکر حدیث اور قلیل الحدیث کہہ کر علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی نفی کی گئی اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ کو صرف سترہ (۱۷) اور ایک روایت کے مطابق انتیس (۲۹) احادیث نبویہ یاد تھی۔ بعد ازاں اس الزام کو سچا ثابت کرنے کے لئے آپ کے درمیان اور امام بخاری کے درمیان اختلافات کی کڑیاں ڈھونڈ کر مخالفت کی ایک دیوار کھڑی کر دی۔ اور کہا گیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اگر علمی شخصیت ہوتے تو امام بخاری ضرور اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نقل کرتے۔ حالانکہ انہوں نے ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی، تو پتہ چلا کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور ان کے اصول و ضوابط بھی غیر اہم ہے، یہ کہہ کر تقلید سے بھی روکا گیا، مگر.....

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تب بھی اس کو ابنائے فارس میں سے ایک صاحب اس تک رسائی حاصل کر کے اس حاصل کر لیں گے۔

(بخاری شریف، کتاب التفسیر، حدیث: 4615)

چنانچہ صد اقتوں کی یہ تعبیر اس طرح پوری ہوئی کہ قرن اول میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک زمانے میں ۸۰ھ میں فقہ حنفی کے سرخیل، فراست نبوت کے عظیم وارث حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام المحدثین امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شخصیت کا ظہور ہوا جن کی عظمت کا تابندہ سورج آسمان علم و فضل پر عرصہ دراز تک جگمگاتا رہا اور ایک زمانے تک اپنے فیضان علم و فقہات سے مستفید فرماتے ہوئے ۱۵۰ھ میں غروب ہو گیا، مگر آپ کا فیضان علمی امت اسلامیہ پر آج بھی جاری و ساری ہے۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

فقیہ عالی وقار، ماہرین حدیث کے امام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی شخصیت کا کیا کہنا؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں وہی اور کسی بے شمار خصوصیات سے نوازا تھا، چنانچہ علم و حکمت کے اعتبار سے اگر آپ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو وہ ایک بحر ناپید کنار نظر آتے ہیں، زہد و تقویٰ کو پیش نظر رکھو تو نادر روزگار ہستی سمجھ میں آتے ہیں، فراست و ذکاوت کے اعتبار سے دیکھو تو اس قدر بے مثل و بے مثال کہ آپ کا کوئی

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت رہی ہے کہ جب بھی وہ اپنے دین حنیف کی نگہبانی کے لئے کسی ہستی کو چن لیتا ہے تو ان کی حفاظت و حمایت کا فریضہ بھی اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے اور ان پر اٹھنے والے افتراءات اتہامات کا دفاع ایسی ہستیوں کے ذریعہ کرتا ہے جو صداقت و عدالت کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ انہی گرانقدر ہستیوں میں علامہ زماں فرید دوراں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی معرکہ الاراء تصنیف ”حقیقۃ الفقہ“ میں (جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی ذات، شخصیت، زہد و تقویٰ، مقام و مرتبہ اور علم و عمل پر شواہد جمع کئے اور آپ کے امام الفقہاء ہونے کے ساتھ امام الحدیث ہونے کو بھی ثابت کیا۔ فقہاء و محدثین کی نظر میں آپ کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا اور معترضین کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دیتے ہوئے تقلید کے جواز کو قرآن و حدیث، اجماع امت اور قیاس سے ثابت کیا۔

برساتے ہیں انہیں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ امام بخاریؒ کا امام اعظم کے ساتھ خصوصی تعلق ہے، اور آپ امام اعظم کے بڑے معتقد بھی رہے ہیں چنانچہ خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”ما جلست للتحديث حتى نظرت في كتب اهل الراى و حتى عرفت الصحيح من السقيم“، یعنی: وہ فرماتے ہیں کہ جب تک میں حدیث صحیح کو حدیث سقیم سے ممتاز نہیں کر لیا اور اہل رائے کی کتابیں نہیں پڑھی تدریس کے لئے نہیں بیٹھا۔ (حقیقۃ الفقہ، جلد اول، ص: 137 بحوالہ مقدمہ فتح الباری)

و نیز قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہے وہ اصل میں امام اعظم کے تلامذہ ہی کی عطا ہے۔ اس لئے کہ امام بخاری کی ۲۲ ثلاثیات میں سے ۲۱ کے راوی امام اعظم کے شاگرد ہیں و نیز امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ اور وہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فقہ و حدیث کے امام اور اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ مبارک کی نظر میں مقام امام اعظم: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی شان و عظمت میں آپ سے متعدد اقوال مذکور ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوحنیفہ اگر تابعین کے زمانہ میں ہوتے تو تابعین بھی ان کی طرف محتاج ہوتے۔“

اب ”حقیقۃ الفقہ“ کی روشنی میں امام بخاریؒ کے شیوخ کی نظر میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مقام و مرتبہ ملاحظہ فرمائیں!

مقام امام اعظم شیوخ امام بخاریؒ کی نظر میں: جو لوگ امام بخاریؒ کی فضیلت اور آپ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شخصیت پر طعن و تشنیع کے تیر

- (حقیقۃ الفقہ، جلد: اول، ص: 133 بحوالہ موفق انتصار)
- ۲۔ علماء ابوحنیفہؒ سے مستغنی نہیں ہو سکتے، کچھ نہیں تو تفسیر حدیث میں تو ضرور محتاج ہیں اور آپؐ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم سمجھو، مگر ان کے لئے ابوحنیفہؒ کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ احادیث کا معنی جانتے ہیں۔ (حقیقۃ الفقہ، جلد اول ص: 133 بحوالہ موفق انتصار)
- ۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں سفہاء کی باتیں سنتا تو ابوحنیفہؒ کی ملاقات فوت ہو جاتی اور میری مشقت اور خرچ جو تحصیل علم میں ہوا تھا وہ سب ضائع ہو جاتا۔ اگر میری ان سے ملاقات نہ ہوتی، اور ان کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں علم میں مفلس رہ جاتا۔ اور فرماتے ہیں کہ وہ شخص محروم ہے جسے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علم کا حصہ نہ ملا اور شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم پکڑو مگر ان کے لئے ابوحنیفہؒ کی ضرورت ہے۔ (حقیقۃ الفقہ ج: ۱، ص: ۱۳۶ بحوالہ موفق انتصار کردری)
- ۴۔ اور آپؐ فرماتے ہیں کہ ”میں نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی ہے مگر جب تک ابوحنیفہؒ سے ملاقات نہ ہوئی حرام و حلال کے اصول معلوم نہیں ہوئے۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص: 136 بحوالہ موفق انتصار)
- اور فرماتے ہیں کہ ”ابوحنیفہؒ فقہ اور صیانت اور ورع میں سب پر غالب تھے۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص: 216 بحوالہ موفق انتصار)
- و نیز آپؐ کا کہنا ہے کہ ”امام ابوحنیفہؒ“ افقہ الناس تھے“
- میں نے فقہ میں ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص: 230 بحوالہ موفق، انتصار)
- اور ابن مبارکؒ امام اعظم کے علم حدیث کا انکار کرنے والوں کی نسبت کہا کرتے تھے: ”کیف تقولون الإمام الأعظم لا يعرف الحدیث؟“، یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بابت یہ تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث کو نہیں جانتے؟۔ (حقیقۃ الفقہ، جلد اول، ص: 235 بحوالہ کردری)
- ۵۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ میں گیا تو وہاں کے لوگوں سے پوچھا: یہاں کے علماء میں افقہ کون ہے؟ کہا: ابوحنیفہؒ، پھر پوچھا: زہد میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا: ابوحنیفہؒ، پھر پوچھا: ورع میں اور پارسائی میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا: ابوحنیفہؒ!۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 267 بحوالہ موفق انتصار)
- ۶۔ (بعد از وصال) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ابراہیم نخعی اور حماد بن سلیمان نے مرتے وقت اپنا خلیفہ چھوڑا، خدا آپؐ پر رحم کرے آپ نے اپنا کوئی خلیفہ روئے زمین پر نہیں چھوڑا۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 238 بحوالہ: الخیرات الحسان)
- مقام امام اعظم حضرت اعمشؒ کی نظر میں:
- ۱۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ ”ابوحنیفہ جو مسائل جانتے تھے وہ نہ تو حسن بصریؒ جانتے ہیں نہ ابن سیرینؒ نہ

مقام امام اعظمؒ کے دیگر شیوخ امام بخاری کی نظر میں:

۱۔ ابراہیم بن طہمانؒ: فرماتے ہیں کہ: ابوحنیفہؒ سب

چیزوں کے امام ہیں۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 235، بحوالہ کردری)

۲۔ فضل بن موسیٰ سینائیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے اورع نہیں دیکھا۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 235، بحوالہ موفق انتصار کردری)

۳۔ جریر بن حمیدؒ: فرماتے ہیں کہ ہم حجاز اور عراق کے علماء کی مجلسوں میں جایا کرتے تھے، مگر جو برکت اور نفع ابوحنیفہؒ کے مجلس میں تھا وہ کہیں نہ تھا (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 238، بحوالہ موفق)

۴۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ: ابوحنیفہؒ کے زمانے میں کوئی ان سے اورع نہیں سمجھا گیا۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 269، بحوالہ موفق انتصار کردری)

۵۔ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں: ”زہد و ورع میں امام ابوحنیفہؒ کا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ (حقیقۃ الفقہ جلد اول ص ۲۶۷ بحوالہ انتصار موفق کردری)

اور میں نے انہیں رمضان میں دیکھا تھا کہ وہ ساٹھ قرآن ختم کئے۔ ہر روز دو قرآن پڑھتے: ایک دن میں اور ایک رات میں ختم فرماتے۔ (حقیقۃ الفقہ، جلد-1، ص 269، بحوالہ انتصار)

۶۔ یحییٰ ابن معینؒ سے جب پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہؒ ثقہ تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ثقہ تھے، ثقہ تھے! مگر توثیق کے

قائدہ جانتے ہیں اور نہ ہی ان کے سواء کوئی جانتے ہیں۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 245، بحوالہ انتصار کردری)

اور جب حضرت اعمش سے پوچھا گیا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو ابوحنیفہ کی برائیاں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے جو مسائل بیان کئے کچھ تو لوگ سمجھے اور کچھ نہیں سمجھے، اس لئے ان کے دشمن ہو گئے اور حسد کرنے لگے۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 285، بحوالہ: الخیرات الحسان)

مقام امام اعظمؒ حضرت سفیان ثوریؒ کی نظر میں:

۱۔ ابن موفق اور ابن محمد نے ثابت زاہد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس کوئی دقیق مسئلہ پیش آتا تو آپؒ فرماتے اس مسئلہ میں سوائے اس شخص کے جس پر ہم حسد کرتے ہیں (ابوحنیفہؒ) کوئی شخص عمدہ تقریر نہیں کر سکتا، پھر آپؒ حضرت امام صاحب کے شاگردوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کی کیا رائے ہے؟ وہ جو کہتے اس کے مطابق فتویٰ دیتے۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 134، بحوالہ: مناقب امام ابوحنیفہؒ)

۲۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ”ابوحنیفہؒ کی مخالفت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو مقام و علم میں ان کے برابر ہو! اور ایسا کون ہو سکتا ہے؟۔ (حقیقۃ الفقہ، ج: 1، ص: 130، بحوالہ: الخیرات الحسان)

سینائی (۱۵) حماد بن زید (۱۶) رقبہ ابن مصقلہ (۱۷) عثمان المدنی (۱۸) عطاء ابن ابی رباح (۱۹) روح ابن عبادہ (۲۰) علقمہ ابن ابی مرشد (۲۱) عمرو بن دینار (۲۲) ابوالزبیر مکی (۲۳) زہر ابن معاویہ (۲۴) سعید بن ابی عروسہ وغیرہم۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص 196، مکمل تفصیل دیکھیں)

خلاصہ کلام: مذکورہ بالا تمام تفصیلات کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنفیہؒ کی شان و عظمت کی حقانیت آشکار ہو جائے اور آپ کے مقام مرتبہ کا سکہ امت مسلمہ کے دلوں پر بیٹھ جائے تاکہ کوئی آپؒ کی بزرگانہ شخصیت کی نسبت بدگمانی اور زبان درازی کا ارتکاب کر کے کہیں اس حدیث کا مصداق نہ بن جائے کہ آخری زمانے میں لوگ پہلے والے لوگوں پر لعنت کریں گے اور علم کم ہو جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی ہر شخص اپنی رائے نازاں ہوگا۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص: 195)

خود حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ ان تفصیلات کو بیان کرنے کا مقصد بیان کرتے ہیں کہ: ”ہمیں یہاں اپنے ہم مشربوں کو یہ معلوم کرا دینا منظور ہے کہ مخالفین کی تقریریں سننے اور دیکھنے سے جو وساوس شیطانی پیدا ہوں ان کے دفعہ میں ان بزرگان دین کے اقوال سے لاجول کا کام لیں اور عقیدہ میں تزلزل آنے نہ دیں۔ وما توفیقنا إلا باللہ۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص: 195)

بعد کہا کہ ان کا مرتبہ اس بات سے بلند تھا کہ وہ جھوٹ بولتے۔ آپ ورع میں سے سب زیادہ تھے اور فرمایا کہ جن کو ابن مبارک اور کعب نے عدل کیا ہو ان کے متعلق تم کیا گمان کرتے ہو؟۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص 267 بحوالہ موفق انتصار کردری)

۷۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں جب امام صاحب کا تذکرہ ہوا تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: یقیناً وہ صاحب ورع تھے۔ اکیس کوڑے خدمت قضا قبول کرنے کے لئے مارے گئے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے۔ (حقیقۃ الفقہ ج: 1 ص ۲۶۸ بحوالہ موفق انتصار کردری)

جفا کی تیغ سے گردن و فاشعاروں کی کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی نہیں ان حضرات کے علاوہ اور بھی متعدد امام بخاریؒ کے شیوخ ہیں جنہوں نے امام صاحب کے زہد و تقویٰ ورع و علم فضل و کمال کی تعریفیں کی ہیں جن میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) اسرائیل بن یونس (۲) عبد اللہ ابن نمیر (۳) عبد الرحمن المسعودی (۴) عبد الرحمن مہدی (۵) اسباط بن نصر (۶) ابو نمیلہ مکی بن واضح (۷) اوزاعی (۸) عبد العزیز بن ابی داؤد (۹) ابوالاحوص سلام ابن سلیم (۱۰) ابن جریج (۱۱) جریر ابن عبد الحمید (۱۲) ابوالجوریہ خطاب ابن خفاف (۱۳) حسن ابن عمارہ (۱۴) فضل ابن موسیٰ

نثر المرجان فی رسم نظم القرآن اہمیت و افادیت

مولوی سید شہباز، فاضل دوم

قرآن مجید خدائے تعالیٰ کی وہ لاریب کتاب ہے جس میں کسی قسم کی غلطی کا کوئی شائبہ نہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ یوں تو قرآن مجید اپنے انڈر سینکڑوں علوم رکھتا ہے اور ہر علم اتنا گہرا سمندر ہے کہ جس کے کنارہ تک پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام ہے اور خدائے تعالیٰ کی ذات لا محدود ہے اور انسان کی ذات محدود ہے۔ لہذا محدود کا لا محدود تک پہنچنا محال ہے۔ انہیں علوم و فنون میں ایک اہم اور بنیادی علم ”النص القرآنی“ قرآنی رسم الخط کا ہے جس پر کئی سارے علماء نے قلم اٹھایا اور کئی ساری تصانیف وجود میں آئی۔ اور انہی علماء و فضلاء میں سرفہرست ایک نام غیاث المملۃ والدین علامہ غوث ناطلی آقارتی کا ہے جن کی کتاب ”نثر المرجان فی رسم القرآن“ اس فن میں جامعیت اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

صاحب کتاب کا مختصر تعارف: علامہ غوث بن ناصر الدین ناطلی آقارتی ہندوستان کے شہر آقارت میں پیدا ہوئے۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ”نثر المرجان فی رسم نظم القرآن“ کی طباعت کی ذمہ داری شہر حیدرآباد میں حضرت شیخ الاسلام کی قائم کردہ تحریک مجلس اشاعت العلوم نے حضرت ہی کے حکم سے لی۔ اس کتاب کی اہمیت کے متعلق حضرت شیخ الحدیث محمد خواجہ شریف علیہ الرحمہ جب بھی کوئی عرب جامعہ نظامیہ کے دور پر آتے تو فرمایا کرتے تھے ”لا یوجد مثله فی العالم کله“ اس کتاب کا پوری دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔

بات کافی ہے کہ رسم مصحف عثمانی کے علاوہ کسی دوسرے قیاسی خط میں لکھنا غیر قابل قبول ہے۔ اور اس خط پر بھی ایسے ہی اتفاق نہیں کر لیا گیا بلکہ اس کے لئے تین شرائط ذکر کی گئی۔

(۱) تو اتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا (۲) نطق قرأت بھی خط کے مطابق ہونا (۳) عربی قواعد میں کسی ایکہ توجیہ سے مطابقت ہونا۔

ایک اور بات یہاں قابل ذکر ہے کہ سب سے پہلے اس کی طباعت کی ذمہ داری شہر حیدرآباد میں حضرت شیخ الاسلام کی قائم کردہ تحریک مجلس اشاعت العلوم نے حضرت ہی کے حکم سے لی۔ اس کتاب کی اہمیت کے متعلق حضرت شیخ الحدیث محمد خواجہ شریف علیہ الرحمہ جب بھی کوئی عرب جامعہ نظامیہ کے دور پر آتے تو فرمایا کرتے تھے ”لا یوجد مثله فی العالم کله“ اس کتاب کا پوری دنیا میں کوئی ثانی ہیں

”نثر المرجان فی رسم نظم القرآن“ بیک نظر: علامہ غوث نانٹی علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو حضرت ابو العیاش محمد بن علی استاذ کامل کی لطف و عنایت سے ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر ترتیب دے کر سات جلدوں میں لکھا ہے۔ مقدمہ میں آپ نے رسم القرآن کی تاریخ مصادر و مراجع اور اس فن کی مزید کتابوں پر بات کرتے ہوئے اس فن کے علماء پر نظر ڈالی۔ اور پہلے مقالہ میں مبادیات رسم قرآنی، قراءت، نطق وغیرہ کا ذکر کیا جبکہ دوسرے مقالہ میں فروش الحروف اور رکنہ کی

ابتدائی تعلیم اپنے دادا احمد نظام الدین کے پاس کی پھر آپ کی وفات کے بعد کئی سارے اساتذہ کے پاس علم حاصل کیا اور مزید حیدرآباد شریف لاکر یہاں کے قابل ترین علماء کرام سے تعلیم حاصل کئے اور آپ نے اپنے پیچھے بے حساب علمی ورثہ چھوڑا، آپ کا وصال ۱۲۳۸ھ کو رمضان پور میں ہوا۔ (مآثر الانوار، فصیح الدین نظامی، مطبوعہ انوار پرنٹرز سن اشاعت ۲۰۱۵ ص: ۲۸۹)

اجمالی تاریخ رسم القرآن: ”رسم“ کے لغوی معنی اشارہ اور نقوش کے آتے ہیں اور اصطلاح میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس خط پر اجماع ہوا اس کا نام رسم مصحف عثمانی ہے جو تقریباً چوتھے دور یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے دور کے بعد طئے ہوا۔

(نثر المرجان فی رسم القرآن، اکارٹی، محمد غوث ج ۱، ۱۷)

”نثر المرجان فی رسم نظم القرآن“ کی اہمیت و افادیت: درحقیقت کسی بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے اندر لکھے مضمون سے کیا جاتا ہے اور علامہ نانٹی نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہر دور میں علماء کا دلچسپ موضوع رہا ہے۔ کیونکہ رسم القرآن ایک ایسا علم ہے جس سے کئی علوم جیسے قراءت، لغت، ائمہ قراءت کے اختلافات وغیرہ تو ہم اس بات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس فن میں قلم اٹھانے کے لئے آپ کو کتنے علوم کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا۔ اس علم کے لئے بس یہی

نطق قرأت کی صورتیں ائمہ کا اختلاف احادیث صحیحہ و معتبرہ کی روشنی میں ہر دور کی صورتحال میں کو مالہ و ماعلیہ کے ساتھ پیش کیا۔ بہر حال آپ کے اسلوب و منہج کے متعلق اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بڑی جامعیت کا حامل ہے کہ کسی چیز کو آپ نے نہیں چھوڑا۔

رسم مصحف عثمانی کی خصوصیت ”نثر المرجان“ کی روشنی میں: تمام علماء و ائمہ قراء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو غیر رسم مصحف عثمانی میں لکھنا ہرگز درست نہیں، کیونکہ رسم مصحف عثمانی میں کئی ساری حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اور رسم عثمانی میں لکھنے کے جو فائدے ہیں ان میں سے چند یہاں ”نثر المرجان فی نظم رسم القرآن“ کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) مصحف عثمانی کا رسم وسیع معانی کا حامل: علامہ غوث نانٹھی علیہ الرحمہ نے ان سات جلدوں میں حصر کے طور پر چھ قواعد ذکر کئے اس میں سے قاعدہ نمبر (۲) وصل اور قطع میں آپ لکھتے ہیں۔ ”ام من یکون علیہم وکیل“ (سورۃ النساء) پھر ایک اور آیت میں ”امن یمشی سویا“ (سورۃ الملک) یہاں اگر ہم غور کریں تو سورۃ النساء والی آیت میں ”ام“ اور ”من“ فصل کی صورت میں ہے اور اس صورت میں اس کے معنی ”بل“ کے ہے جبکہ دوسری صورت میں ”امن“ وصل کی شکل میں ہے جس کے معنی ”بھلا جو کوئی“ کے ہے۔ حالانکہ نطق و تلفظ میں کوئی تبدیلی نہیں۔ قرات میں

مختلف شکلوں میں بات کی۔ واضح رہے کہ علامہ نانٹھی نے سات جلدوں میں اس کو مرتب کیا۔ پہلی جلد سورہ نساء تک دوسری سورہ توبہ، تیسری سورہ نحل چوتھی سورہ فرقان پانچویں سورہ یسین، چھٹی سورہ ذاریات اور ساتویں جلد کو سورناس تک کر کے مکمل کیا۔ ان سات جلدوں میں آپ نے پانچ ابواب (۱) اثبات و حذف (۲) زیادات (۳) وصل و قطع (۴) ابدال اور (۵) ہمزہ پر تفصیلی گفتگو جملہ چھ قواعد میں ذکر کیا۔ (مآثر الانوار ص ۲۹۰)

علامہ نانٹھی کا اسلوب: علامہ نانٹھی کا اسلوب جامعیت کا حامل ہے جس مضمون پر آپ نے بات کی ہے اس کے پورے مالہ و ماعلیہ سے بات کی اور بالخصوص دفع مقدر کا آپ نے خاص خیال رکھا۔ کسی مقام پر اگر قواعد میں ٹکراؤ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو آپ اس کو صاف صاف ذکر کر کے اس کا حل فرماتے۔ یہی اس کتاب کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسے جامعیت تک پہنچاتی ہے۔

علامہ آکارتی نے بات شروع کی رسم القرآن سے تو اس میں آپ نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں رسم الخط کی کیا شکلیں تھی۔ اہل عرب کس طرح لکھتے تھے، لکھنے والوں میں مشہور کون تھے، کتابت قرآن مجید کب شروع ہوئی۔ اس کو لکھنے والوں میں مہاجرین میں سے کتنے تھے اور انصار میں کتنے تھے۔ ان سب کو آپ نے شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا۔ پھر قراءت پر بات کی تو

الرحمہ نے ہماری توجہ اس طرف بھی مبذول کی کی کہ رسم عثمانی میں لکھنے کا ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پوشیدہ معنی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ جیسے: ”والسماء بنینہا بأید“ یہ آیت مبارک بعض رسم عثمانی کے نسخوں میں دو ”ی“ یا ئیں کے ساتھ بائید اس طرح مکتوب ہے؛ جس کے معنی ”ہاتھ“ کے علاوہ اس مادہ کے آتے ہیں جس سے آسمان بنایا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا علم انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

(نشر المرجان، ج ۷، بحوالہ مناہل العرفان ج ۱ ص ۳۶۷)

خلاصہ کلام: حاصل کلام یہ ہے کہ علامہ غوث بن ناصر الدین ناطلی آ کارتی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا اچھا خاصہ عرصہ اس کتاب میں لگا کر اس کوفن کی تمام کتابوں کا جامع بنایا۔ اس کتاب میں آپ نے لفظاً لفظاً ہر کلمہ پر بحث کی۔ نشر المرجان فی رسم نظم القرآن اپنے اس فن کی جامع کتاب ہے۔ حیدرآباد دکن میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے حکم سے طبع ہونے والی پہلی کتاب ہے جس کا ثانی پوری دنیا میں ملنا مشکل نہیں ناممکن ہے۔ اگر کوئی خط قرآنی کی باریک سے باریک ادق سے ادق پر ہر اعتبار سے بحث و مباحثہ کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ ایک کتاب کافی ہے۔ اہل عرب کے آج بھی اس کتاب ہر کسی نہ کسی جزء کے متعلق مقالات چھپتے رہتے ہیں۔ صرف ایک ایک باب پر کئی علماء پی ایچ ڈی کے مقالات پیش کر چکے ہیں۔

کوئی فرق نہیں لیکن فصل اور وصل کرنے سے اس طرح معانی میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

(نشر المرجان۔۔ ج ۷، سورة النساء، بحوالہ مناہل العرفان فی علوم القرآن م محمد عبد العظیم الزرقانی متوفی ۱۳۶۷-۱۳۶۷ ص ۳۶۷)۔

رسم عثمانی اختلاف قراء کی صورت میں: قیاس رسم کے بجائے رسم عثمانی میں لکھنے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے ائمہ قراء کے اختلافات معلوم ہوتے ہیں جبکہ خط و کتابت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

”ان هذان لساحران“ اس آیت مبارکہ کو رسم عثمانی میں لکھنے کی وجہ سے ہم چار طریقہ سے بڑھ سکتے ہیں۔ (۱) ان هذان لساحران، نون مشدودہ (ن) کے ساتھ باقی تخفیف کے ساتھ یہ امام نافع کی قرأت ہے۔ (۲) ان هذان لساحران۔ نون تخفیف (ن) اور هذان کے نون پر تشدید کے ساتھ ہے۔ ابن کثیر کی قرأت ہے (۳) ان هذان لساحران۔ ان اور هذان دونوں ہی تخفیف کے ساتھ یہ امام حفص کی قرأت ہے۔ (۴) ان هذین۔ یہ ابو عمر کی قرأت ہے۔ اس طرح یہ ایک شکل والی آیت رسم عثمانی کی روشنی میں چار اختلافات کو اپنے اندر لی ہوئی ہے۔

(نشر المرجان۔۔۔ ج ۴: ۴۰۔ بحوالہ مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۳۶۶)۔

رسم عثمانی اور مخفی معنی کی طرف اشارہ: علامہ ناطلی علیہ

علم جرح و تعدیل، ایک مطالعہ

مولوی محمد عمران، متعلم عالم دوم

دنیا کے تمام مذاہب میں دین اسلام وہ واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات ہر قسم کی تحریف و ترمیم سے منزہ اور پاک ہیں۔ اور یہی چیز اسلام کو دیگر مذاہب و ادیان سے ممتاز کرتی ہے۔ قرآن مجید اسلامی شریعت کا اولین مصدر و سرچشمہ ہے اور اس کے بعد کسی کا درجہ ہے تو وہ سنت نبویؐ کا ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت حدیث کی ترغیب دلائی تو وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تحریف و ترمیم کرنے والوں کے لئے وعید سنائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے 'من کذب علیّ متعمداً فلیتبتوا مقعدہ من النار'۔ (بخاری، کتاب العلم)

امت مسلمہ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس نے حدیث شریف کی صیانت و حفاظت میں غیر معمولی اہتمام کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی بات کو قبول کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیا۔ ہر دور میں علماء حق نے جنم لیا جنہوں نے صدق و کذب کے مابین فرق کو امت پر آشکار کیا۔ علماء حدیث سے روایت حدیث میں سند بیان کرنے کو لازم و ضروری قرار دیا۔ یہ

امت مسلمہ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس نے حدیث شریف کی صیانت و حفاظت میں غیر معمولی اہتمام کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی بات کو قبول کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیا۔ ہر دور میں علماء حق نے جنم لیا جنہوں نے صدق و کذب کے مابین فرق کو امت پر آشکار کیا۔ علماء حدیث سے روایت حدیث میں سند بیان کرنے کو لازم و ضروری قرار دیا۔ یہ معاملہ اتنا عام ہو کر سند کے ساتھ بات کو ذکر کرنا صرف علم حدیث کے ساتھ ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ دیگر علوم میں بھی اس کو فروغ حاصل ہوا۔

ملاحظہ فرماں رجال سے واضح ہے کہ محدثین نے اپنی خدمت اور فرائض منصبی جس خوبی اور عمدگی سے ادا کئے اس کی نظیر نہ کسی امت میں مل سکتی ہے نہ اسلامی کسی دوسرے فرقہ میں ان کی حافظہ تقویٰ، دیانت، تورع، صدق، جفاکشی وغیرہ ضروریات اس درجہ کو پہنچے ہوئے تھے کہ ان پر اطلاع ہونے کے بعد منصف مزاج بے اختیار یہی کہے گا کہ جن احادیث کو محدثین اہل سنت و جماعت نے صحیح کہا ہے بے شک وہ صحیح ہیں،

حقیقۃ الفقہ - ص: ۱۸/۱۹

۱۔ جرح کی لغوی تعریف: مشہور لغوی ابن سیدہ اپنی مشہور لغت المحکم والمحیط الأعظم میں جرح کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لغت میں جرح کے معنی اسلحہ سے زخمی اور مجروح ہونے کے ہیں جرحہ میجرحہ جرحا۔ اُثر فیہ بالسلام (۳) (الحکم والمحیط الأعظم لابن سیدہ - ج ۳ - ص ۴۴)

جرح کی اصطلاحی تعریف: ”وصف متی التحق بالراوی و الشاهد سقط الإعتبار بقوله و بطل العمل“ ہے۔ ترجمہ وصف جو راوی اور گواہ کے ساتھ لاحق ہو تو اس کا قول ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور اس پر عمل کرنا باطل ہو جاتا ہے۔ (۴) جامع الاصول ج ۱۔ لابن اثیر جزوی ۱-۱۲۶)

عدم کا مفہوم: علم حدیث کے ایک مشہور عالم حافظ ابن حزم عدل کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”العدل

معاملہ اتنا عام ہو کر سند کے ساتھ بات کو ذکر کرنا صرف علم حدیث کے ساتھ ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ دیگر علوم میں بھی اس کو فروغ حاصل ہوا۔ چنانچہ امام طبری نے اپنی تاریخ کی کتاب میں اسی طرح کو اپنایا ہے۔ علماء حدیث کی اس کاوش کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں ادب کی کتابوں میں تک سند کے ذکر کا رواج پڑا جیسا کہ بدیع الزماں ہمدانی اور حریری نے اپنے مقامات کی ابتداء ”حدثنا“ کے لفظ سے کی ہے جو کہ خالص حدیث شریف کی سند میں استعمال ہونے والی ایک اصطلاح ہے۔ اسی طرح عصر عباسی کا مشہور ادیب ابو القرح اصفہانی (م ۳۵۶ھ) نے اپنی مشہور زمان کتاب ’اغانی‘ میں بھی یہی طریق اختیار کیا ہے۔ الغرض ان علماء نے حفاظت حدیث کا جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں مفقود ہے۔

حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے مذکورہ بالا قول کے نتیجے میں محدثین کرام نے حفاظت حدیث کی غرض سے ایک خاص فن کی تخلیق کی جس کو ’علم الجرح والتعدیل‘ کہا جاتا ہے۔ اور ان کے شرف کے لئے یہی بات کافی ہے کہ انہوں نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کو بتانے کے لئے لاکھوں کے احوال کو محفوظ کر دیا۔

علماء حدیث کی اس جانفشانیوں اور اخلاص کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ رقم طراز ہے ”

(شرح صحیح مسلم: ج ۱) ترجمہ: جان کو راویوں کی جرح جائز بلکہ واجب ہے۔ اس لئے کہ شریعت مقدسہ کے تحفظ کے لئے ضرورت اس بات کی داعی ہے اور یہ عمل غیبت محرمہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے ہے۔ امن کے فضلاء اختیار اور اہل ورع برابر راویوں کی جرح کرتے آئے ہیں جیسا کہ امام مسلم نے اس باب میں ان کی کئی ایک جماعتوں سے جرح رواۃ کا ذکر کیا ہے۔

اسباب جرح: کسی بھی راوی پر جرح کرنے کے لئے اس راوی میں چند صفات کا پایا جانا ضروری ہے جن صفات کو اسباب جرح طعن یا ضعف بھی کہتے ہیں۔ علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دس اسباب بتائے ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق عدالت سے ہیں جبکہ باقی پانچ کا تعلق ضبط سے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر) میں

عدالت سے متعلق اسباب: (۱) کذب فی الحدیث النبوی (۲) اتہام بالکذب (۳) فسق (۴) جہات (۵) بدعت

۱۔ کذب فی الحدیث النبوی سے مراد حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایسا قول منسوب کرنا جو آپ نے نہ فرمایا ہو یا ایسا فعل جو آپ سے صادر نہ ہوا ہو۔ چاہے وہ راوی خود سے وضع کرے یا دوسرے کی وضع کی ہوئی بات کو منسوب کرے۔ اس طرح کی روایت کو موضوع کہا جاتا ہے۔

هو القیام بالفرائض اجتناب المحارم والضبط لما روی وأخبر به فقط“ ترجمہ: عدل سے مراد فرائض کا قیام اور حرام چیزوں سے اجتناب کرنا ہے اور وہ چیز جو روایت کرے اور بتائے اس کو اچھی طرح سے یاد کرنا ہے (الاحکام فی اصول الاحکام)۔ ج ۱ ص ۱۲۳)

تعدیل کی اصطلاحی تعریف: وصف متسی الشحوق بالروای والشاہد۔ اعتبار قولہما و أخذ به (مع الأصول ج ۱ ص ۱۲۶)

شرعی حکم: جو کہ جرح و تعدیل کا مقصد کسی کی بھی طعن و تشنیع یا عیب جوئی نہیں بلکہ اس کا مقصد اظہار حقیقت ہے تاکہ کسی بھی غیر کا قول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ونے پائے۔ اس لحاظ سے یہ ایک دینی ضرورت بھی ہے اس لئے یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ضروری ہے۔ اور شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ الامور بمقاصد صدها۔

اس علم کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں رقم طراز ہے ’’اعلم أن جرح الرواۃ جائز بل واجب بالاتفاق للضرورة الداعیۃ الیہ الصیانۃ الشریعة المکرمة . و لیس هو من الغیبة المحرمة بل من النصیحة لله تعالیٰ و رسوله صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمین‘ و لم تنزل فضلا الامۃ و أخیارهم و أهل الورع منهم یفعلون ذلک . كما ذکر مسلم فی هذا الباب عن جماعت منهم ما ذکره“

ہے۔ جبکہ غلطی کا تعلق اسماع اور ادائے حدیث سے ہے (مقدمتہ فی اصول الحدیث للعلامة الشیخ عبدالحق رحمہ اللہ۔ ص ۹۹)

۳۔ مخالفت ثقات: جب کسی راوی میں یہ عیب پایا جائے کہ وثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہے تو اس وجہ سے ایسے راوی کی روایت کردہ حدیث فعین وجاتی ہے اور مخالفت کی کنہیں صورتیں ہوتی ہے۔ مثلاً کبھی مخالفت سند میں ہوتی ہے تو کبھی متن میں چاہے و تقدیم و تاخیر میں ہو یا حروف کی تبدیلی میں۔ ہر حال ثقات کی مخالفت شدوذ کا سبب ہوتی ہے۔ ”ومخالفة الثقات فی الاسناد ذوالمتن کیون علی انحاء متعدودة“ مکون موجبة للشذوذ“ (مقدمہ فی اصول الحدیث ۱۰۰)۔

۴۔ وہم: اس کا معنی یہ ہے کہ بطور وہم حدیث کو روایت کر دینا مثلاً مرسل یا منقطع کو موصول روایت کرنا یا کسی ضعیف راوی کو ثقہ سے تبدیل کر دینا وغیرہ جس روایت میں وہم ہونے کی اطلاع ہو جائے تو اس کو معلل کہتے ہیں۔

۵۔ سوء حفظ: اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی کا حافظہ کمزور ہو اور اس کے بیان میں غلطیاں بہت زیادہ ہو اور صحت نادر ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سوء حفظ لازم (۲) سوء حفظ طاری۔

۱۔ سوء حفظ لازم یعنی راوی بچپن سے اسی کیفیت میں ہو تو اس کی روایت کو شاذ کہتے ہیں اور یہ مردود ہے۔

۲۔ سوء حفظ طاری: یعنی اس میں حافظہ کی کمزوری کی عارضی سبب کی بناء پر ہو۔ ایک رائے کے مطابق جیسے کبرسنی یا بصارت کا ضائع ہو جانا یا اور کوئی سبب۔ ایسے راوی کی

۲۔ اتہام بالکذب سے مراد: اس سے مراد یہ ہے کہ راوی پر آپسی گفتگو میں جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہو اگرچہ کہ اس کی دروخ گوئی حدیث شریف میں ثابت نہ ہوئی۔ ایسی روایت کو متروک کہا جاتا ہے۔

۳۔ فسق: اس کے معنی یہ ہے کہ راوی گنا کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہہ صغیرہ پر مصر ہو، جس راوی کا فسق ظاہر ہو جائے اس کی روایت غیر منقول ہے اور ایسی روایت کو منکر کہا جاتا ہے۔

۴۔ جہالت: اس کا معنی یہ ہے کہ راوی کی ذات یا صفات غیر معروف ہو، اس طرح کے راوی کو مبہم کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف کی روایت کرنے میں راوی کا عادل ہونا شرط ہے جب یہاں راوی مجہول ہے تو اس کا عادل وغیر عادل ہونا بھی ثابت نہ ہوگا اس لئے ایسے راوی کا حال معلوم ہونے تک توقف کیا جائیگا۔

۵۔ بدعت: ایسے امر کا اعتقاد جس کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف طریقہ میں نہ ہو۔ (اعتقاد ما احدث علی خلاف المعروف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشیہ نزہۃ النظر) ضبط سے متعلق اسباب: (۱) کثرت غفلت (۲) کثرت غلط (۳) مخالفت ثقات (۴) وہم (۵) سوء حفظ

۱۔ کثرت غفلت کا معنی یہ ہے کہ راوی سماع حدیث میں تحمل حدیث میں غفلت برتے۔

۲۔ کثرت غلط کا معنی بھی کثرت غفلت کے متقارب ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ غفلت کا تعلق سماع اور تحمل حدیث سے

واقف شخص سے صادر ہو (نزهة النظر فی توضیح نخبہ الفکر)
نوٹ: واضح رہے کہ جرح مبین اس جرح کو کہتے ہیں
جس میں سبب جرح مذکور ہو۔

۲۔ 'الم یصح' کے الفاظ وارد ہونے سے حدیث کا موضوع
ہونا لازم نہیں آتا یعنی اگر کسی حدیث کے متعلق 'لم یصح' کے
الفاظ آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ موضوع ہے۔ ابن حجر
عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لا یلزم من کون الحدیث لم
یصح أن یکون موضوعا" لا لقول المسدود فی۔۔۔ عن مسند أحمد
ائمہ جرح و تعدیل: یوں تو اس فن میں بہت سے علماء نے
اپنی خدمات صرف کی لیکن ان میں سب سے زیادہ معروف
ہونے والی شخصیات ہیں:

۱۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعب رضی اللہ عنہ (م
۱۶ھ)۔ ۲۔ یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (م ۱۹۸ھ)۔ ۳۔
عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ۔ (م ۱۹۸ھ)۔ ۴۔ یحییٰ بن
معین علیہ الرحمہ (م ۲۲۳ھ)۔ ۵۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
(م ۲۴۱ھ)۔ ۶۔ امام نسائی علیہ الرحمہ (م ۳۰۳ھ)۔ ۷۔
امامہ دارقطنی علیہ الرحمہ (م ۳۸۵ھ)
جرح و تعدیل پر کتابیں:

(۱) کتاب الضعفاء۔ امام بخاری (۲) کتاب الضعفاء
المتکرر وکین۔ امام نسائی (۳) الکامل فی الضعفاء۔ ابن عدی
(۴) امام دارقطنی۔ (۵) حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ
نظامیہ علیہ الرحمہ کی کتاب الرفع۔۔۔ ہے۔

روایت کو 'مختلط' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اختلاط پہلے کی
روایتیں مقبول ہیں۔ اور اختلاط کے بعد کی روایتوں میں متابعت
درکار ہے۔ (مقدمہ صوفی: اصول الحدیث۔ ۱۰۳/۱۰۴)

الفاظ جرح و تعدیل: فن جرح و تعدیل ایک دقیق علم ہے
اور راوی پر حکم لگانے کے لئے وسیع علم درکار ہے۔ اس لئے
ماہرین جرح و تعدیل نے چند الفاظ کو متعین کر دیا ہے۔
درحقیقت یہ الفاظ راویوں کو ماپنے کے پیمانے ہیں اور انہیں
کے ذریعہ راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا معنی ظاہر ہوتا ہے۔

الفاظ جرح: (۱) اکذب الناس (۲) رجال (۳) وضاع
(۴) کذاب (۵) لین (۶) سئ الحفظ (۷) فیہ اولی مقال۔

الفاظ تعدیل: (۱) أوثق الناس (۲) ثقۃ ثقۃ (۳) مثبت
ثبت (۴) ثقۃ حافظ

جرح و تعدیل میں تعارض: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ
ایک راوی پر جرح کرتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ اس
روای کی تعدیل کرتے ہیں تو ایسی صورت میں جرح کو مقدم
کیا جائیگا یا تعدیل؟ اس سلسلہ میں معتبر قول یہ ہے کہ جرح کو
تعدیل پر مطلقاً مقدم کیا جائیگا اگرچہ لین کی تعداد زیادہ ہو۔
البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ جرح مبین و مفسر ہو اور جرح کے
اسباب سے واقف شخص کی جانب سے جرح ہو۔ جیسا کہ
ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "والجرح مقدم
علی التعدیل ان صدر مبینا من عارف بأسبابہ"
ترجمہ: جرح و تعدیل پر مقدم ہے کہ جبکہ وہ اسباب جرح سے

مطالعہ کی اہمیت

مولوی محمد عبدالمتقصد حماد، مولوی دوم

انسان اور دیگر مخلوقات میں فرق عمل اور علم کا ہی ہے کہ دیگر مخلوقات میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی معلومات اور علم میں اضافہ کریں جبکہ انسان دیگر ذرائع کو استعمال کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتا ہے۔

مطالعہ ضروری ہے۔ مطالعہ استعداد و صلاحیتوں میں نمو پیدا کرتا ہے، علم دریا ہے تو مطالعہ کرنے والا ان میں جواہر تلاش کرتا ہے۔ مطالعہ میں ایسی مسرت ہو سکتی ہے جس کا پانے والا بادشاہیت کو ٹھکرا دے۔

علم ایک ایسا نور ہے جو انسان کو مہذب بناتا ہے۔ اُسے اچھے اور برے میں فرق سکھاتا ہے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز بھی علم کی آیت سے کیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اقرا باسم ربک الذی خلق“۔ (سورۃ العلق)

حضرت امام محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں۔ ”ادمان النظر فی الکتب“ یعنی کتب بینی (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۳۹۰)

حضرت امام برہان الدین زرنوجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اے طالب علم! تو ہمیشہ درس و مطالعہ میں مصروف رہ اس جس طرح کھیتی کیلئے پانی ضروری ہے۔ اسی طرح علم کیلئے

مطالعہ کا مادہ ”طلوع“ سے ہے اور طلوع پر وہ غیب سے عالم ظہور میں آنے کو کہتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: طلعت الشمس یعنی سورج عالم غیب سے عالم ظہور میں نمودار ہوا اور مطالعہ باب ”مفاعلہ“ سے ہے اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے علم کو کہتے ہیں۔ اب مطالعہ کا معنی یہ ہوا کہ ادھر طالب علم نے اپنی پوری توجہ کتاب کی طرف مبذول کی، ادھر کتاب نے طالب علم کو اپنے فیوض و برکات سے نوازا اور اب دونوں کے گہرے رابطہ سے کام بن گیا۔ (کچھ دیر طلباء کے ساتھ ۱۳۰)

نکتہ:- مطالعہ کا مادہ ”طلوع“ سے ہے اور طلوع پر وہ غیب سے عالم ظہور میں آنے کو کہتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: طلعت الشمس یعنی سورج عالم غیب سے عالم ظہور میں نمودار ہوا اور مطالعہ باب ”مفاعلہ“ سے ہے اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے علم کو کہتے ہیں۔ اب مطالعہ کا معنی یہ ہوا کہ ادھر طالب علم نے اپنی پوری توجہ کتاب کی طرف مبذول کی، ادھر کتاب نے طالب علم کو اپنے فیوض و برکات سے نوازا اور اب دونوں کے گہرے رابطہ سے کام بن گیا۔ (کچھ دیر طلباء کے ساتھ ۱۳۰)

مطالعہ کے مقاصد:

پہلا مقصد:- علم حاصل کرنا:- مطالعہ کا پہلا مقصد علم حاصل کرنا ہے۔ جہاں انسان کی شخصیت کو ترقی کی بلند منزلوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہے وہیں یہ حصول علم کا بھی وسیلہ ہے اور علم وہ نور ہے کہ جو شے اس کے دائرے میں آجاتی ہے وہ منکشف و ظاہر ہو جاتی ہے۔

دوسرا مقصد:- تحقیق کرنا: مطالعہ کا دوسرا مقصد کسی الجھے ہوئے یا گنجلک مسئلہ کا حل تلاش کرنا یا کسی مخفی حقیقت کی عقدہ کشائی کرنا ہوتا ہے جسے ہم علمی تحقیق کا نام دیتے ہیں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ”استدلال“ شواہد اور مآخذ کی بنیاد پر کسی نظریہ کو ثابت کرنے یا کسی شے کو محکم بنانے یا کسی بات کی درستی کو ثابت کرنے یا کسی امر کی حقیقت کو آشکار کرنے کیلئے باقاعدہ اور مربوط فکری و علمی جدوجہد کو تحقیق کہتے ہیں۔

سے کبھی جدا نہ ہو کیونکہ مطالعہ کے سبب ہی علم میں ترقی ممکن ہو سکتی ہے۔ (تعلیم المتعلم طریق التعلم ص ۵۹)

مطالعہ کی لغوی تعریف:- لغت میں مطالعہ کا معنی یہ لکھا ہے کہ ”کسی چیز کو اس کی واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے دیکھنا۔ (اردو لغت ج ۱۸/ ص ۲۱۵) اور مطالعہ کا معنی یہ بھی لکھا ہے کہ جیسے: غور، توجہ دھیان۔ وغیرہ (فیروز اللغات) اور ایک معنی یہ بھی لکھا ہے جیسے:- غور، توجہ دھیان، خیال مشاہدہ کتاب بینی، کتاب خوانی۔ (قاموس مترادفات ص ۱۰۰۰) مطالعہ کی اصطلاحی تعریف: ”تحریر کے ذریعہ مصنف یا مولف کی مراد سمجھنا ”مطالعہ“ کہلاتا ہے۔ (ابجد العلوم ج ۱ ص ۲۱۸) مطالعہ کا موضوع:- فن مطالعہ کا موضوع ”تحریر“ ہے۔

مطالعہ کی غرض و غایت:- فن مطالعہ کی غرض و غایت ”خطا سے بچتے ہوئے غرض مصنف کو سمجھنے میں کامیابی“ یا یوں بھی کہ ”مطالعہ“ کرنے والا لکھنے والے کی مراد کو درست سمجھنے میں کامیاب ہو جائے، خطا سے محفوظ رہے اور تحریر کو نفس عبارت کے لحاظ سے باطل قرار دینے سے بچے۔ (ابجد العلوم ج ۱)

مطالعہ کا ایک دلچسپ نکتہ:- لفظ ”مطالعہ“ جس لفظ سے بنا ہے، علامہ غلام نصیر الدین صاحب نے اس لحاظ سے ایک دلچسپ نکتہ نقل فرمایا ہے یہاں ان کا بیان فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کو اس کشتی کا حقیقی سوار بننا ہے تو مطالعہ کا چپو ہاتھ میں رکھنا اور منزل مقصود تک رسائی کیلئے مشاہدہ کو قوی بنانا ہوگا۔ مطالعہ جس قدر وسیع اور گہرا ہوگا تحریر اتنی ہی جاندار اور قابل التفات ہوگی۔ (مطالعہ کیا، کیوں کیسے، محمد آصف اقبال ص ۲۹)

مطالعہ کن کتابوں کا ہو؟

مطالعہ ایسی کتابوں کا ہو جو نگاہوں کو بلند، سخن کو دل نواز اور جان کو پرسوز بنا دے۔ اگر مطالعہ فکر کی سلامت رومی، علم میں گہرائی اور عزائم میں پختگی کے ساتھ فرحت بخش اور بہار آفریں بھی ہو تو اسے صحیح معنوں میں مطالعہ کہا جائے گا۔

مطالعہ کی افادیت

- (۱) مطالعہ ہی فیوض و عرفان آیات ہے۔
- (۲) مطالعہ ہی راز جوہر حیات ہے۔
- (۳) مطالعہ ہی نوک قلم کو توانائی عطا کرتا ہے۔
- (۴) ذوق مطالعہ سمندر کی تلاطم خیز موجوں سے نبرد آزما ہونا سکھاتا ہے۔
- (۵) ذوق مطالعہ ہی سیارگان فلک کی نمود سے انسانی تدبر کو میسر کرتا ہے۔
- (۶) ذوق مطالعہ ہی ظلمت شب کو جمال صبح کی تابانی سے بہرہ یاب کرتا ہے۔
- (۷) ذوق مطالعہ ہی نکتہ وروں کو کوبہ فزوں کا حسن بخشا ہے۔
- (۸) ذوق مطالعہ ہی جہان خراب کو انداز فراست کے

تیسرا مقصد:- امتحان کی تیاری کرنا:- مطالعہ کا تیسرا مقصد امتحان کی تیاری کرنا ہے۔ بعض طلباء صرف اس وقت مطالعہ کرتے ہیں جب امتحان سر پر ہوتا ہے، اس سے قبل کتابوں کی، زیارت، پر اکتفاء کرتے ہیں یا ”بوجھ“ سمجھ کر ساتھ لئے لئے پھرتے ہیں اور امتحان سے ایک دو مہینہ پہلے کتابوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔

چوتھا مقصد:- تقریر اور تبلیغ کرنا: مطالعہ کا چوتھا مقصد وعظ تقریر اور تبلیغ کرنا ہے۔ اچھی نیت سے کی جانے والی تقریر و تبلیغ یقیناً امر مستحسن اور باعث ثواب ہے مگر اس کے لئے علم کی ضرورت ہے نیز حکمت عملی اور اچھی نصیحت دسترس ہونا چاہیے اور ان امور کے لئے مطالعہ از بس ضروری ہے۔

پانچواں مقصد:- مناظرہ و مجادلہ کرنا:- مطالعہ کا پانچواں مقصد احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے مناظرہ و مجادلہ کرنا ہے اور یہ محمود ہے لہذا اس کیلئے مطالعہ بھی محمود و مستحسن ہے اور اگر اظہار حق مقصود نہ ہو تو یہ فقط مباحثہ کہلائے گا اور یہ مردود ہے۔ اور اس کیلئے مطالعہ بھی دنیا و آخرت میں خسارہ کا باعث ہے۔

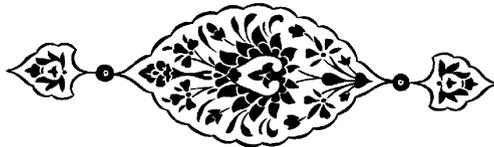
چھٹا مقصد:- کتاب کا مقالہ لکھنا:- مطالعہ کا چھٹا مقصد کوئی کتاب تصنیف کرنا اور مقالہ یا کالم لکھنا ہے یہ ایسا کام ہے جو مطالعہ اور مشاہدہ کے بغیر ناممکن ہے مگر آج کتابیں لکھنے اور کالم نگاری کرنے کا شوق رکھنے والے کثیر افراد مطالعہ سے بے اعتنائی برت کر ”غیروں کے مال“ پر ہاتھ صاف کرتے

- ضوابط کا اسیر بناتا ہے۔ (۴) ترک مطالعہ: زبان کیلئے رکاوٹ بنتا ہے۔
- (۹) ذوق مطالعہ ہی ذراتِ خاک کی میں وہ جمال پیدا کرنے کی جستجو عطا کرتا ہے کہ خوشید جہاں تاب رشک کرتا نظر آتا ہے۔
- (۱۰) ذوق مطالعہ ہی سفینہ رنج و ابتلاء کو مساحل مسرت و انبساط سے آشنائی بخشتا ہے۔
- (۱۱) ذوق مطالعہ ہی وہ کلیدِ حیات ہے جس سے ہر قفل کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔
- (۱۲) ذوق مطالعہ ہی تحریکِ جسم میں روحِ رواں کا کام کرتا ہے اور متحرک رکھتا ہے۔
- (۱۳) ذوق مطالعہ ہی ذاتی سیرت و کردار میں بنیادی کام کرتا ہے۔
- (۱۴) ذوق مطالعہ ہی نہ صرف تربیت اور ذہنی نشوونما میں معاون ہوتا ہے بلکہ گفتگو میں پختگی یقین میں اضافہ اور شخصیت میں اعتماد کا باعث بھی بنتا ہے۔
- (۱۵) ذوق مطالعہ ہی حافظہ کو اچھا بناتا ہے۔
- (۱۶) ذوق مطالعہ ایمان کی مضبوطی و پختگی کا باعث ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب کسی کتاب کے پڑھنے کے بعد ایمان کو تازگی ملے گی۔ (مطالعہ کی افادیت مکتبہ کراچی)
- ترک مطالعہ کے نقصانات
- (۱) ترک مطالعہ: ذہن کو کمزور کرتا ہے۔
- (۲) ترک مطالعہ: علم میں کمی کرتا ہے۔
- (۳) ترک مطالعہ: عمل میں کوتاہی لاتا ہے۔
- (۴) ترک مطالعہ: خیالات کو پراگندہ کرتا ہے۔
- (۵) ترک مطالعہ: عقل میں فتور و خرابی پیدا کرتا ہے۔
- (۶) ترک مطالعہ: فکر کو خشک کرتا ہے۔
- (۷) ترک مطالعہ: خیالات کو پراگندہ کرتا ہے۔
- (۸) ترک مطالعہ: شبہات کو جنم دیتا ہے۔
- (۹) ترک مطالعہ: کیوں، کیسے محمد آصف اقبال ص ۹۷)
- مطالعہ کی اہمیت: ایک مشہور قلم کیلئے مطالعہ اتنا ضروری ہے جتنا انسانی زندگی کی بقاء کیلئے دانا اور پانی کی ضرورت ہے مطالعہ کے بغیر قلم کے میدان میں اک قدم بھی بڑھانا بہت مشکل ہے، علم انسان کا امتیاز ہی نہیں بلکہ اس کی بنیادی ضرورت بھی ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ یہی مطالعہ ہی ہے۔ ایک پڑھے لکھے شخص کیلئے معاشرہ کی تعمیر و ترقی کا فریضہ بھی اہم ہے۔ اس لیے مطالعہ ہماری سماجی ضرورت بھی ہے اگر انسان اپنے اسکول و مدرسہ کی تعلیم مکمل کر کے اس پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے تو اس کی فکر و نظر کا دائرہ بالکل تنگ ہو کر رہ جائے گا۔ مطالعہ استعداد کی کنجی ہے اور صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بہترین آلہ ہے۔ یہ مطالعہ کا کرشمہ ہی ہے کہ انسان ہر لمحہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کرتا رہتا ہے اور زاویہ فکر و نظر کو وسیع تر کرتا رہتا ہے۔ مطالعہ ایک ایسا دور بین ہے جسکے ذریعہ انسان دنیا کے گوشہ گوشہ کو دیکھتا رہتا ہے۔ مطالعہ ایک طیارے کے مانند ہے جن پر سوار ہو کر ایک

کے بغیر انسان باشعور اور سمجھ دار نہیں ہو سکتا ہے۔
 (مطالعہ کی اہمیت مرکز قرآن سٹڈی کراچی)
 ایک مقالہ نگار لکھتے ہیں! جذبات کو پڑھنے والے تک منتقل
 کرنے کیلئے مشق کے علاوہ ذہن براق اور گہرے مطالعہ کی
 ضرورت ہے ”مطالعہ لامثال ذوق روح کو بالیدگی، دماغ کو
 بصیرت اور نگاہوں کو ایسی بصارت بخشتا ہے جس سے انسان
 تحت الثری کی پستیوں اور آسمان کی رفعتوں کو قریب تر پانے
 لگتا ہے۔ اور ایک بات کہتا چلوں کہ مطالعہ صرف ایک یا
 دو سال کرنے کا نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب
 تک سانس دی ہے تب تک مطالعہ کام آنے والا
 ہے۔ (مقالات عابد ص ۱۰۱)

جونور علمی چاہیے تو کیجئے مطالعہ
 ہاں معرفت بھی چاہیے تو کیجئے مطالعہ
 مشاہدات و تجربات سے ہوں مستفید بھی
 جو اثر فوری چاہیے تو کیجئے مطالعہ
 جو فضل رب بھی ساتھ ہو ضرر نہیں ثنا ذرا
 رضائے ربی چاہیے تو کیجئے مطالعہ

مطالعہ کرنے والا دنیا کے چپہ چپہ کی سیر کرتا رہتا ہے اور وہاں
 کی تعلیمی، تہذیبی، سیاسی، اور اقتصادی احوال سے واقفیت
 حاصل کرتا ہے۔ شیشہ کے اندر اگر مشک ہو تو کھولنے کے
 بعد خوشبو بھڑور پھیلتی ہے اسی طرح جب ایک قلم کار کا مطالعہ
 وسیع اور گہرا ہوتا ہے تو اس کی تحریر میں قوت و اثر ہوتا ہے ورنہ
 تحریر کمزور اور بے جان ہوتی ہے۔ کتابوں کا مطالعہ انسان کی
 شخصیت کو ارتقاء کی بلند منزلوں تک پہنچانے کا اہم ذریعہ ہے
 اور حصول علم و معلومات کا وسیلہ اور عمل تجرباتی سرمایہ کو ایک
 نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے اور ذہن و فکر کو روشنی
 فراہم کرنے کا معروف ذریعہ ہے۔ کتابوں سے جہاں
 معلومات میں اضافہ اور راہ عمل کی جستجو ہوتی ہے وہیں اسکا
 مطالعہ ذوق میں بالیدگی، طبیعت میں نشاط، نگاہوں میں تیزی
 اور ذہن و دماغ کو تازگی بھی بخشتا ہے الغرض حقیقت یہ بھی
 ہے کہ مطالعہ کی عادت بڑھانے کی وجہ سے انسان کبھی اکیلا
 نہیں ہوتا۔ ہمیشہ وہ خالی اوقات میں اپنے آپ کو مطالعہ میں
 مصروف رکھتا ہے اور اکیلے پن کا احساس نہیں ہوتا اور نہ ہی
 اس کا جی گھبراتا ہے۔ اور اس کے اندر قوت سمجھ کا اضافہ ہوتا
 ہے۔ غرض مطالعہ زندگی کیلئے بہت اہمیت کا حامل ہے اس





بضمّن عرس سراپا قدس شیخ الاسلام حضرت بانی جامعہ نظامیہ^۲

علمی مذاکرہ

بعنوان

”مسلمانوں کو درپیش چیلنجز اور ان کا حل“

منعقدہ 19 جنوری بروز یکشنبہ بمقام جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر نگرانی: حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری صاحب، امیر جامعہ نظامیہ

زیر صدارت

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ

سلسلہ	اسماء مقالہ نگار	عنوان مقالہ
1	مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب	”وطن عزیز کا تحفظ اور مسلمانوں کا کردار“
2	مولانا حافظ محمد خالد علی صاحب	”موجودہ حالات اور ایمان کا تحفظ“
3	مولانا حافظ سید رؤف علی صاحب	”جدید چیلنجز اور مسلم خواتین کی ذمہ داریاں“
4	مولانا ڈاکٹر سعید بن مخاشن صاحب	”موجودہ حالات اور سیرت طیبہ سے رہنمائی نہ خطوط“

وطن عزیز کا تحفظ اور مسلمانوں کا کردار ماضی حال اور مستقبل

مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

وطن عزیز کے تحفظ کے لئے بنیادی بات یہ ہے کہ وطن کے ذرہ ذرہ سے قلبی محبت ودلی وابستگی ہو، یہی محبت تحریک پیدا کرتی ہے کہ وطن کی تعمیر وطن کی ترقی، وطن کے تحفظ اور اس کے آئین و دستور کی حفاظت کے لئے تن من دھن کی قربانی دی جائے۔

وطن ہندوستان سے ہمارا رشتہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسانیت کا تعلق کرہ ارضی سے ہے، مسلمانوں کے تمام طبقات حکمران، اہل علم، اہل دانش صوفیاء اور عامۃ المسلمین مرد و خواتین، بزرگ و جوان سبھوں نے وطن کی حفاظت میں نہ صرف اہم رول ادا کیا بلکہ ہر طرح کی قربانی دی ہے، اور آج بھی قوم مسلم اپنے برادران وطن ہندو، سکھ، دلت، عیسائی کے ساتھ پوری طاقت و توانائی کے ساتھ اپنے وطن کی حفاظت و ترقی کے لئے کوشاں ہے، اور ہم آنے والی نسلوں کو بھی یہ پیغام دیتے ہیں کہ اسلام پر عمل کرتے ہوئے وطن کو تعلیم،

حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر ہندوستان ہی میں اُتارے گئے آپ نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا، سب سے پہلے کعبۃ اللہ کی طرف سفر ہندوستان سے کیا آپ نے ہندوستان سے ایک ہزار مرتبہ مکہ مکرمہ کا سفر کیا جس میں چالیس پیدل حج اور نو سو ساٹھ عمرے کئے، غیر منقسم ہندوستان کے علاقہ سراندیپ سری لنکا میں حضرت آدم علیہ السلام کے نشان قدم موجود ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ ہندوستان میں قبول ہوئی، اس حیثیت سے وطن عزیز کو خصوصی شرف حاصل ہے اور یہ برکتوں کا منبع و مرکز ہے۔

ہے، وہاں کی فصلیں اس کے لئے خوراک بنتی ہیں، وہاں کے شب و روز اس کی زندگی کا حصہ بنتے ہیں، اس طرح اس مقام سے اس شخص کی محبت فطری و طبعی ہوتی ہے، گرچہ اپنے مقام سے ایک گونہ انس و تعلق چرند و پرند بھی رکھتے ہیں تاہم انسان کی وطن دوستی بدرجہ اتم و بطریق اکمل ہوتی ہے۔ وطن سے محبت سنت ہے، وطن کی حیثیت معبود کی نہیں بلکہ محبوب کی ہے۔

امام ذہبی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب چیزوں کو گناتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن سے محبت فرمانے کا ذکر کیا ہے: کان یحب عائشۃ رضی اللہ عنہا، ویحب ابابا ویحب اسامۃ ویحب سبطیہ ویحب الحلواء والعسل ویحب جبل احد ویحب وطنہ ویحب الأنصار إلی اشیاء لا تحصى۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت فرماتے ہیں، ان کے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے ہیں، حضرت اسامہ اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سے محبت فرماتے ہیں، شیرنی اور شہد کو پسند فرماتے، جبل احد سے محبت فرماتے، اپنے وطن سے محبت کیا کرتے اور انصار سے محبت فرماتے، و نیز ان گنت حضرات و اشیاء، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب و پسندیدہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج 1: ص 68/69)

صاحب دیوان حماسہ ابو تمام حبیب بن اوس طائی

تہذیب، تمدن اور اُلفت و محبت کا گہوارہ بنائے رکھیں!
ہومرے دم سے یوں ہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
علامہ اقبال
”وطن“ کی لفظی تحقیق:

وطن عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے جائے سکونت اقامت گاہ، مقام پیدائش۔ ”الوطن: المنزل تقیم بہ، وهو موطن الإنسان ومحله۔ (لسان العرب)
قرآن کریم میں وطن سے ماخوذ موطن جمع کا صیغہ وارد ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے: لقد نصرکم اللہ فی مواطن كثيرة۔ ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت مقامات پر تمہاری مدد فرمائی ہے۔ (سورۃ التوبہ، آیت نمبر: 25)
اور وطن کے معنی و مفہوم میں کلمات: دار، دیار اور ارض، قرآن کریم میں وارد ہیں۔

وطن سے محبت فطری تقاضہ:
کوئی شخص کسی جگہ پیدا ہوتا ہے یا سکونت اختیار کرتا ہے تو اس حصہ زمین سے اس شخص کو ایک خاص قسم کی نسبت حاصل ہوتی ہے وہ اس مقام سے مانوس ہوتا ہے وہاں کے سبزہ زار اس کی آنکھوں کو نور بخشتے ہیں۔ وہاں کے گلاب و چمیلی اور گل بنفشی اس کے مشام جاں کو معطر کرتے اور رنگینی و لطف آفرینی کا سامان کرتے ہیں، وہاں کی فضاؤں کی وسعتیں اور ہواؤں کی ٹھنڈک اس کے دل میں فرحت و سرور پیدا کرتی

نے کہا:

وكم من منزل فى الأرض يالفه الفتى
وحينئذ ابدا لاول منزل
روئے زمین پر کتنے ہی ایسے مقامات ہیں جن سے
بامروت انسان کو محبت ہوتی ہے، لیکن ہمیشہ اس کی محبت اور
اشتیاق اس کی پہلی منزل ووطن سے رہتا ہے۔

غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
علامہ اقبال

وطن سے جدائی کا تصور کس قدر شاق گزرا:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر
جب نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا، تب خاص انوار و تجلیات کا
ظہور ہونے لگا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا زاد بھائی
ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، ورقہ بن نوفل نے نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کی مبارک گفتگو اور آپ پر نازل کردہ کلام سن کر کہا:
یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اللہ تعالیٰ
کی طرف سے آتا رہا۔ انتہی ملخصاً۔ (صحیح بخاری، باب
بدء الوحی، حدیث نمبر: 3)

الروض الانف میں روایت ہے: قال لرسول الله
صلى الله عليه وسلم لتكذبنه فلم يقل له النبى صلى
الله عليه وسلم شيئا، ثم قال ولتؤذينه فلم يقل له
شيئا، ثم قال ولتخرجنه فقال او مخرجى هم؟

ورقہ بن نوفل نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے کہا: ضرور ضرور آپ کو جھٹلایا جائے گا، تو حضرت نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ نہیں فرمایا، پھر انہوں نے
کہا: ضرور ضرور آپ کو تکلیف دی جائے گی تو آپ نے انہیں
کچھ نہیں فرمایا، پھر کہا: اور ضرور ضرور آپ کو مکہ مکرمہ سے نکالا
جائے گا تو فرمایا: کیا وہ مجھے (مکہ مکرمہ سے) نکالیں گے؟۔

(الروض الانف، ج: 2، ص: 273)

اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے امام سہیلی نے

لکھا: ففى هذا دليل على حب الوطن وشدة
مفارقتة على النفس .

اس روایت میں وطن کی محبت پر دلیل ہے و نیز اس
بات پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وطن کی جدائی کا تصور شاق
گزرا۔ (الروض الانف، ج: 2، ص: 273)

شرح الزرقانی علی المواہب میں روایت ہے: انه
قدم من مكة فسالته عائشة كيف تركت مكة يا
اصيل فقال تركتها حين ابيضت اباطحها واحجن
ثم امها واغدق إذ خرها وابشر سلمها فاغرورقت
عيننا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال تشوقنا
يا اصيل ويروى انه قال: دع القلوب تقر.

حضرت اُصَيْل غفاری رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے
حاضر ہوئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
نے اُن سے پوچھا: اے اُصَيْل! مکہ مکرمہ کے حالات کیسے

فضل مکہ، حدیث نمبر: 3926)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے وطن کی محبت کا اظہار کرنا ثابت ہے، صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے: عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قدم من سفر فنظر الی جدران المدینة اوضع راحلته وان کان علی دابة حرکھا من جہا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ کی آبادی کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیتے اور اگر کسی دوسری سواری پر ہوتے تو اُسے ایڑ لگاتے، یہ عمل مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے ہوا کرتا۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینة، باب: المدینة تثنی النجث، حدیث نمبر: 1886)

غیر مسلم اہلیان وطن کے لئے فنڈ، اور اسوۂ حسنہ: غیر مسلم اہلیان وطن پر خرچ کرنا اور مصیبت و آفت میں ان کے ساتھ ہمدردی و تعاون کرنا، مسلمانوں کا طریقہ رہا ہے، مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آبائی وطن ”مکہ مکرمہ“ کے غیر مسلم باشندگان کے لئے فنڈس جاری بھجوائے تھے، اپنے فعل مبارک سے مسلمانوں کو نمونہ عمل عنایت فرمایا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَمْسَمِائَةَ دِينَارٍ إِلَى مَكَّةَ حِينَ فَحَطُوا وَأَمَرَ بِدَفْعِهَا إِلَى أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ

ہیں؟ انہوں نے کہا: میں مکہ مکرمہ سے آیا جبکہ اُس کی وادیاں نورانی تھیں، اُس کی گھاس گھنی تھی، اُس کا سبزہ شاخ دار تھا، اُس کے درخت گنجان تھے، (وہ یہ کہہ رہے تھے کہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارک ڈبڈبا گئیں، اور آپ نے فرمایا: اے اُصیل! تم ہمارے سامنے یہ ذکر کر کے وطن کا شوق بڑھا رہے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے: دلوں کو قرار پانے دو۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة بالخروج المحمدی، ج: 2- ص: 174)

اس روایت سے وطن کی جانب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق اور وطن سے محبت آشکار ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جائے پیدائش مکہ مکرمہ سے محبت فرماتے، چنانچہ جامع ترمذی میں ہجرت کے موقع پر فرمودہ یہ ارشاد منقول ہے: عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمكة: ما اطيبيك من بلد، واحبك الي، ولولا ان قومي اخرجوني منك ما سكنت غيرك.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: تو کتنا اچھا اور میرے نزدیک کتنا محبوب شہر ہے، اگر میری قوم مجھے تیرے پاس سے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کسی اور مقام پر سکونت اختیار نہ کرتا۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فی

عَبْدُ ابْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: أَصَابَتِ الْحُمَى الصَّحَابَةَ حَتَّى جَهَدُوا مَرَضًا.

ابن اسحاق نے امام زہری سے روایت کی ہے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سخت بخار میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ وہ بیماری کے سبب بہت لاغر ہو گئے۔

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: قَالَ السُّهَيْلِيُّ: وَفِي هَذَا الْخَبَرِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ حَبْنِهِمْ إِلَى مَكَّةَ مَا جَبَلَتْ عَلَيْهِ النَّفُوسُ مِنْ حُبِّ الْوَطَنِ وَالْحَبْنِ إِلَيْهِ.

امام سہیلی فرماتے ہیں: اس بیان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکہ مکرمہ سے والہانہ محبت اور اشتیاق کی خبر ہے کہ وطن کی محبت اور اس کی جانب اشتیاق انسانی طبائع اور فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ (شرح الزرقانی علی الموطا، ج: 4، ص: 364)

ان روایتوں سے جہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی خاص فضیلت معلوم ہوتی ہے وہیں حب الوطنی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ وطن کی اس محبت کا تقاضا ہے کہ وطن میں رہنے والا ہر شخص ملک و وطن کے حق میں خیر خواہ رہے، وطن سے محبت رکھے، وطن کی ترقی و وطن کی حفاظت و وطن کی سرحدوں کی پاسبانی اہل وطن کے ساتھ حسن سلوک ہمدردی و ننگساری

وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ لِيُفَرِّقَا عَلَى فَقْرَاءِ أَهْلِ مَكَّةَ - ایک سال مکہ مکرمہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے پاس پانچ سو دینار (سونے کے سکے) روانہ کئے تاکہ وہ مکہ مکرمہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کریں۔ (رد المحتار، ج: 2، کتاب الزکوٰۃ، باب مصرف الزکوٰۃ والعشر، ص: 92)

اتحاد و اخوت اور انسانی رواداری کی اس سے عظیم مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان غیر مسلم افراد کی بھی اعانت و فریادری فرمائی جنہوں نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے، مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف پہنچائیں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے ان کی ایذا رسانی سے بچنے کے لئے اپنا گھر، مال و دولت سب کچھ قربان کر کے وطن عزیز مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ سکونت اختیار کی۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا صحابہ کرام کی وطن عزیز سے محبت

صحابہ کرام وطن سے بے انتہاء محبت کیا کرتے تھے؛ جب اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ سے ہجرت کئے تو وطن کی جدائی برداشت نہ ہوئی، شدید بخار کی وجہ سے لاغر و کمزور ہو گئے، جیسا کہ شرح موطا میں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں: وَأَخْرَجَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

وطن کی محبت کے تقاضے ہیں۔

وطن کی سالمیت کے لئے دعاء کرنا:

اسرائیل سے خطاب کر کے فرمایا: يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ
الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى
أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ . اے میری قوم! مقدس
زمین (بیت المقدس) میں داخل ہو جاؤ! جو اللہ نے تمہارے
لئے لکھ دی اور پیٹھ پلٹا کر پیچھے نہ ہٹو! ورنہ تم نقصان اٹھاتے
ہوئے لوٹو گے۔ (سورۃ المائدہ: 21)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وطن
مالوف مکہ مکرمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: وَإِذْ
قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ
أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ .

دین اسلام نے مسلمانوں کو یہاں تک تعلیم دی ہے
کہ وہ اہلیان وطن کے ساتھ برتاؤ کو اس قدر صاف ستھرا رکھیں
کہ وہ اپنی جان و مال کے سلسلہ میں اہل ایمان سے مکمل طور پر
مطمئن و بے خوف رہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے مومن کا تعارف اس طرح کروایا: وَالْمُؤْمِنُ مِنَ الْأَمْنِ
النَّاسِ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ . کامل ایمان والا وہ ہے کہ
جس سے تمام لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں بے خوف
و مامون رہیں۔ (جامع ترمذی، ابواب الإیمان عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی ان المسلم من المسلمون من
لسانہ ویدہ۔ حدیث نمبر: 2627)

اور یاد کیجئے جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے
میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن کا مقام بنا دے اور مجھے
اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔
(سورۃ ابراہیم: 35)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وطن کے حق
میں دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وطن سے انس و محبت ہونی
چاہئے اور اہل وطن کو وطن سے متعلق یہ فکر ہونی چاہئے کہ وطن
میں امن قائم رہے اور اس کی سالمیت کے لئے دعاء کرتے رہنا
چاہئے۔

وطن کا دفاع، ہر شہری کا فریضہ:

وطن کا دفاع کرنا اور اس پر ہونے والے حملہ کا
جواب دینا ہر شہری کا فریضہ ہے، اور یہ حب الوطنی کا حصہ اور
اس کا تقاضا ہے، اس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے، حضرت
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو مقدس زمین شام
اور ایک قول کے مطابق بیت المقدس سے ظالم قبضہ داروں کو
ہٹانے اور وطن کے لئے جدوجہد کرنے کا حکم دیا، اور بنی

احکام شریعت میں وطن کی اہمیت

شریعت اسلامیہ نے احکام میں وطن کو اہمیت دی
ہے اور اس کے اعتبار سے احکام بتلائے ہیں، کسی شخص کے
مقام پیدائش یا مستقل مقام سکونت کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ
اُسے وطن اصلی سے تعبیر کیا اور وطن اصلی میں نماز کو قصر کرنے
کی بجائے مکمل کرنے کا حکم دیا، اگر کوئی شخص مسافت سفر طئے

نہیں کیا جاسکتا، مسلمان روزانہ فرض و واجب کے بطور بیس (20) رکعات نماز پڑھتے ہوئے اور مزید سنسن و نوافل ادا کرتے ہوئے ہر رکعت میں دو مرتبہ سرزمین وطن پر سر رکھ کر اپنے معبود حقیقی اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد

انڈونیشیا کے بعد دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی ہندوستان میں ہے، اور یہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم اقلیتی آبادی ہے۔

2011ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد 17 کروڑ 22 لاکھ تھی جبکہ ہندوؤں کی تعداد 96 کروڑ 63 لاکھ تھی۔

اس لحاظ سے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی (24.6%) فیصد سے بھی زائد تھی۔ (BBC اردو نیوز) وطن عزیز ہندوستان کی فضیلت روایات و اقوال کی روشنی میں

وطن عزیز ہندوستان انسان کا سب سے پہلا وطن رہا، ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت سے زمین پر ہندوستان ہی میں اتارے گئے آپ نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا، سب سے پہلے کعبۃ اللہ کی طرف سفر ہندوستان سے کیا آپ نے ہندوستان سے ایک ہزار مرتبہ مکہ مکرمہ کا سفر کیا جس میں چالیس پیدل حج اور نوسو ساٹھ عمرے کئے، غیر منقسم

کر کے کسی مقام پر پندرہ دن سے کم مدت کے ارادہ سے قیام کرے تو اُس کے لئے نماز قصر کرنا واجب ہے کیونکہ وہ مسافر ہے اور مسافر کے لئے تمام تر سہولتیں میسر نہیں ہوتی، ایسے وقت اُسے سہولت و آسانی پہنچانے کے لئے دو رکعت کی تخفیف کی گئی اس کے برخلاف اگر کوئی شخص سفر کرتے ہوئے اپنے وطن اصلی (یعنی جائے پیدائش یا مستقل مقام سکونت) سے گزرے اور وطن اصلی میں چند منٹوں کے لئے ٹھہرے تو اس دوران اُس شخص کو اتمام کرنا لازم ہے تخفیف کی اجازت نہیں کیونکہ اپنے وطن اصلی میں انسان کو سکون و اطمینان ہی رہتا ہے اور سہولتیں میسر رہتی ہیں۔

و نیز احکام شریعت میں اپنے وطن کے عرف و رواج کو بھی ایک مستقل قانون کا درجہ دیا گیا ہے چنانچہ علامہ شامی نے فرمایا ہے:

العرف فی الشرع لہ اعتبار
ولذا علیہ الحکم قد یدار
(شرح عقود رسم المفتی)

شریعت میں عرف کا اعتبار ہے، اس لئے اس پر حکم کا مدار ہے۔ احکام شریعت میں وطن کی اہمیت اس حیثیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمان جس وطن میں سکونت پذیر ہوتا ہے وہاں کی مٹی کو چھو کر گزرنے والے پانی سے پاکی حاصل کرتا ہے، اگر پانی موجود نہ ہو تو وطن کی مٹی پر اکتفاء کرتے ہوئے تیمم کرتا ہے، پانی یا مٹی سے استفادہ کے بغیر نماز کا تصور

ہندوستان کے علاقہ سراندیپ سری لنکا میں حضرت آدم علیہ السلام کے نشان قدم موجود ہیں، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ ہندوستان میں قبول ہوئی، اس حیثیت سے وطن عزیز کو خصوصی شرف حاصل ہے اور یہ برکتوں کا منبع و مرکز ہے۔

اے آب رود گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا تفسیر درمنثور اور تاریخ طبری میں یہ روایت ہے

:فلما اتم آدم الحج انصرف مع حواء الی جبل الہند الذی کان نزل علیہ من السماء ثم حج بعد ذلک اربعین سنة کما اتم حجة فی کل سنة انصرف الی الہند۔ ترجمہ: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مناسک حج سے فارغ ہوئے تو حضرت حواء علیہا السلام کے ساتھ ہندوستان کے اس پہاڑ کی طرف لوٹے جس پر آسمان سے اترے تھے پھر آپ نے بعد ازاں چالیس حج کئے ہر سال جب کبھی مناسک حج کی تکمیل فرماتے تو ہندوستان مراجعت کرتے۔ (سبحة المرجان فی آثار ہندوستان)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے ہندوستان میں اُتارے گئے اور آپ نے اسی کو اپنا وطن بنایا مکہ مکرمہ حج کے لئے روانہ ہوتے تاہم حج کی ادائیگی کے بعد وطن عزیز ہندوستان واپس ہوتے کیونکہ آپ نے ہندوستان کو مستقل رہائش گاہ قرار دیا تھا۔

اسی لئے علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولا یخفی ان بنی ادم کلہم ہندیون لکون ابیہم ادم علیہ السلام ہندیوا وهو سکن الی اخر العمر بالہند وجاء بالاولاد ووبعد ما بلغوا حد الکثرة انتشروا من الہند الی الاقالیم السبعة۔

تمام اولاد آدم ہندوستانی ہیں کیونکہ ان کے جد کریم آدم علیہ السلام ہندوستانی ہیں، جب آپ کی اولاد کثیر تعداد میں ہوئی تو ہندوستان سے زمین کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

(سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، ص: 19)

علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد اودع الخلاق آدم نوره

متلالا کالکوکب الوقاد

والہند مہبط جدنا ومقامہ

قول صحیح جید الاسناد

فسواد ارض الہند ضاء بداية

من نور احمد خيرة الامجاد

(سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، ص: 19)

خالق کائنات نے اپنا روشن تارہ کی طرح جگمگاتا ہوا نور حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت فرمایا ہے، اور ہندوستان ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کا مقام نزول اور وطن ہے، یہ قول صحیح ہے جو عمدہ سند سے ثابت ہے، ہندوستان کی سرزمین ابتداء ہی میں مجد و شرافت والوں

پاس یہیں حاضر آئے، سب سے پہلے اذان یہیں کہی گئی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہیں پہلے نبی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کی خوشخبری دی بلکہ روئے زمین پر ہندوستان ہی وہ مقدس مقام ہے جو فیض سردی کا مبداء اور نور محمدی کا مطلع اولین قرار پایا جیسا کہ مواہب لدنیہ میں روایت ہے: لما خلق اللہ آدم جعل ذلك النور في ظهره فكان يلمع في جبينه، فيغلب على سائر نوره.

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا اُس نور (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ کی پشت اقدس میں رکھا تو وہ نور آپ کی جبین مبارک میں چمکتا اور آپ کی ساری نورانیت پر غالب آجاتا۔ (المواہب اللدنیہ بالمرحوم الخمدی، ج: 1، ص: 49)
شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:
سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
پہلی اذان ہندوستان میں:

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ ”انوار احمدی“ میں رقم طراز ہیں: قولہ وحشت آدم گئی نام شہ لولاک سے: کما فی المواہب والزرقانی: (وأخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ؛ رفعہ لما نزل آدم علیہ

میں بزرگ ترین ذات گرامی حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک سے روشن و ضیا بار ہوئی۔

ہندوستان کو یہ شرف و عظمت حاصل ہے کہ آفتاب نبوت ہندوستان کے افق سے طلوع ہوا کیونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے زمین پر مبعوث ہونے والے پہلے نبی ہیں بلکہ سرزمین ہند پر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آمد ہوئی۔ جیسا کہ ایک طویل حدیث پاک ہے جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک سے آپ کی اولاد کے ہر فرد کو نکالا اُس وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: وقال ادم يا رب من هؤلاء الذين اراهم اظهر الناس نورا قال هؤلاء الانبياء من ذريتک.

اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں جنہیں میں سب سے زیادہ روشن و تابناک دیکھ رہا ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ انبیاء ہیں جو تمہاری اولاد میں ہوں گے۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ج: 3، ص: 602)

اس سے معلوم ہوا کہ سرزمین ہند تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدم میننت لزوم سے مبارک و مقدس ہوئی نیز تمام اولیاء کاملین شہداء و صالحین کے وجود باوجود سے معطر و معبر ہوئی۔

ہندوستان کی سرزمین یہ شرف بھی رکھتی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سب سے پہلے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

اسی طرح ہندوستان کے ایک بادشاہ سے متعلق مستدرک علیٰ ایحسین میں روایت ہے: حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اہدیٰ ملک الہند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرة فیہا زنجبیل فاطعم اصحابہ قطعة قطعة واطعمنی منها قطعة .

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہندوستان کے بادشاہ نے سوٹھ کا گھڑا تحفہ میں بھیجا۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کا ایک ٹکڑا ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ (المستدرک علیٰ ایحسین للحاکم، حدیث نمبر: 7279)

سرزمین ہند کی پاکیزہ ہوا، مولائے کائنات کا فرمان:

سرزمین ہند سے متعلق امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک علیٰ ایحسین میں حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نقل کیا، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أطیب ریح فی الارض الہند۔ زمینی اعتبار سے سب سے پاکیزہ ہوا والی زمین ہندوستان کی ہے۔ (المستدرک للحاکم علیٰ ایحسین: حدیث نمبر: 3995)

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

السلام بالہند استوحش، فنزل جبریل علیہ السلام، فننادی بالأذان: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، مرتین،“ أشهد أن لا اله الا الله“ مرتین، اشہدان محمدا رسول الله مرتین - الحدیث) ورواه أيضاً الحاکم و ابن عساکر .

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدم علیہ السلام ہند میں اترے ان کو وحشت ہوئی، اس وقت جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی اس طور سے: ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ دوبار ”اشہدان لا اله الا الله“ دوبار ”أشهد أن محمدا رسول الله“ دوبار آخر حدیث تک (مقصود یہ کہ بدولت اس اذان کے وحشت جاتی رہی)۔ (انوار احمدی، ص: 38)

اہل ہند کی عرب سے وابستگی:

شروع ہی سے اہل ہند کی عرب سے وابستگی رہی۔ عرب کے تاجرین سندھ اور مالابار تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نجران کے چند لوگ حاضر ہوئے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: مَنْ هؤلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَانَتْهُمْ رِجَالُ الْهِنْدِ - ترجمہ: یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے مردوں جیسے دکھائی دے رہے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام، ج: 2/ ص: 594)

بارگاہ نبوی میں ہندوستان کے راجہ کا تحفہ:

ہندوستانی شخصیت کو شرفِ صحابیت:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جلوہ گری کے بعد کئی دور میں وقوع پذیر معجزہ شوق القمر دیکھ کر ہندوستان کے بادشاہ نے حاضر بارگاہ ہو کر اسلام قبول کیا اور وہ درجہ صحابیت سے بہرہ یاب ہوئے۔

جامعہ نظامیہ کے قابلِ فخر سپوت عالمی محقق مولانا ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس بادشاہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ہندوستان کے جنوبی ساحلی علاقہ ”مالابار“ میں ایک بڑی قدیم روایت مشہور ہے کہ اس علاقہ کے ایک بادشاہ ”چکرورتی فرما“ نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔ یہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ تھا جو مکہ مکرمہ میں واقع ہوا۔ اس بادشاہ نے جب اس حوالے سے تحقیقات کیں تو اسے پتہ چلا کہ عرب میں ایک پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کی پیش گوئیاں موجود ہیں اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واضح مفہوم یہی ہے کہ اس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے، چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کر کے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے عرب چلا گیا، اس نے ہادی کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر واپس ہندوستان روانہ ہو گیا۔ راستے میں یمن کی بندرگاہ ظفار میں اس کا انتقال ہوا۔ یہاں آج بھی اس ہندوستانی بادشاہ کے مزار پر لوگ فاتحہ کے لیے آتے ہیں۔

یہ بات بھی مسلمانانِ ہند کے لئے قابلِ فخر اور ملک سے سچی پکی وابستگی پر دلالت کرتی ہے کہ زمینوں میں سب سے زیادہ قدیم تاریخ مسلمانانِ ہند کی ہے، کسی بھی ملک کی تاریخ دیکھی جائے تو دو سو سال چار سو سال اور زیادہ سے زیادہ ہزار دو ہزار سال رہے گی؛ مگر ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے لے کر آج تک موجود ہے، جو سب سے زیادہ قدیم بھی ہے اور طویل المدت بھی، اور۔ ان شاء اللہ۔ صبح قیامت تک یہ دھرتی اہل اسلام سے آباد رہے گی۔

ہندوستان میں انبیاء کرام کا وجود مبارک

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ہی میں آپ کی اولاد کی تعداد چالیس ہزار کو پہنچ چکی تھی، آپ تادم زیست ہندوستان میں سکونت پذیر رہے، اسی لئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پُر انور ایک روایت کے مطابق ہندوستان میں ہے، اور حضرت شیت علیہ السلام کا مزار مبارک ”ایودھیا“ میں ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہندوستان میں مقیم رہی، نسل انسانی ہندوستان ہی سے زمین کے دوسرے خطوں میں پھیلتی رہی ہے، ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا طویل سلسلہ چلا، تو ہند میں بھی انبیاء کرام کی بعثت ہوتی گئی، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مکتوبات شریف کے مطابق پنجاب کے مقام براس میں چند انبیاء کرام کے مزارات موجود ہیں۔

دور فاروقی میں 15ھ عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حکم بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو بھڑوچ (بہمی) اسلامی تعلیمات کے ساتھ روانہ کیا، جبکہ ایک بھائی مغیرہ بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو دیہل (سندھ) بھیجا؛ جہاں سے وہ مظفر و منصور ہو کر لوٹے۔ (فتوح البلدان للبلذری، ص: 420)

93ھ میں محمد بن قاسم نے دیہل پر فوج کشی کی اور یکے بعد دیگرے سندھ کے مختلف علاقوں پر فتح کا جھنڈا نصب کرتے ہوئے پورے سندھ کو زیر فرما لیا۔

غزنوی خاندان کی حکومت

اس کے بعد بہاری خاندان اور اسماعیلیوں کے بشمول مختلف افراد خلافت عباسیہ کے تحت یا خود مختاری کے ساتھ سندھ و اطراف کے حصوں پر حکومت کرتے رہے، پانچویں صدی ہجری میں سلطان محمود غزنوی نے گجرات کو فتح کیا، غزنوی خاندان نے تقریباً دو سو سال سندھ اور شمالی ہند میں حکمرانی کی، سلطان محمود غزنوی کی فوج میں ہندو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر تھے، سلطان نے نہ کسی کو قبول اسلام پر مجبور کیا اور نہ کسی مندر کو توڑا۔

سلطان الہند کا ہندوستان میں ورود

دیار ہند میں خواجہ خواجگاں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پاک برکتوں کا خلاصہ ہے آپ نے اپنی تعلیمات، اخلاق و پاکیزہ کردار کے ذریعہ

انڈیا آفس لندن میں ایک پرانے مسودے (نمبر عربی 2807 صفحہ 152 تا 173) میں اس کی تفصیل درج ہے۔

زین الدین المعمری کی تصنیف ”تحفة المجاہدین فی بعض أخبار البر تغالیین“ میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ (محمد رسول اللہ، ص: 199)

ہندوستان کو حضرت مولائے کائنات سے شرف مصاہرت:

بنو حنیفہ سے تعلق رکھنے والی کنیز حضرت خولہ حنیفہ رضی اللہ عنہا جنہیں آزاد کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے بعد نکاح فرمایا تھا، وفیات الاعیان میں درج ایک روایت کے مطابق وہ ہندوستان (سندھ) کی تھیں، ان کے بطن سے علوی شہزادہ حضرت محمد بن حنیفہ تولد ہوئے۔ محمد بن الحنفیة..... امہ خولة بنت جعفر..... وقیل: بل كانت سنديية سوداء و كانت أمة لبني حنیفة ولم تكن منهم..... (وفیات الاعیان، ج: 4، ص: 169)

اس لحاظ سے حضرت مولائے کائنات سے ہندوستان کو شرف مصاہرت حاصل ہے۔

عرب زمانہ قدیم سے تجارت کی خاطر بذریعہ سمندر ہندوستان آیا کرتے تھے، چنانچہ صحابہ کرام تجارتی اغراض سے کیر لا آیا کئے، حضرت مالک دینار و دیگر صحابہ کرام کے مزارات ساحل کے قریب واقع ہیں۔

جاتے تھے، گجرات ودکن، کھنایت اور بھروچ کی بندر گاہوں سے تجارتی سامان آیا جایا کرتا، بادشاہ کو ارزانی کا پورا خیال ہوتا تھا، نرخ سے متعلق ایک مستقل محکمہ تھا، (علاء الدین خلجی کے زمانہ میں جس قدر ارزانی ہوئی پھر کبھی نہیں ہوئی) اس دور میں مساجد و خانقاہوں کے ساتھ سرائیں و مسافر خانے تعمیر کئے گئے، پاک پٹن میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہیں آباد تھیں جہاں سے امن و سلامتی، اخوت و بھائی چارگی کا پیغام دیا جاتا رہا، سرحدوں کی حفاظت کی جاتی، شراب نوشی جرم تھا، چاندی، سونا اور تانبہ، تین دھات کے سکے رائج تھے، ہندوؤں کو اس دور حکومت میں بھی بڑے بڑے عہدے حاصل تھے۔

اسی دور میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

فلک گفت ہرچہ از زمیں کشور آمد
ازاں جملہ ہندوستاناں بر تر آمد
حکمت ودانائی برہان و ہنر
وانچہ کہ در ہند معانیت دگر

ہندوستان حضرت خسرو کی نظر میں

حضرت امیر خسرو نے ہندوستان کو جنت ارضی قرار دیتے ہوئے اس کے سات اسباب بیان فرمائے ہیں:

(1) حضرت آدم علیہ السلام یہاں جنت سے آئے

ہندوستان کو امن و سلامتی کا گہوارہ، راحت و سکون کا مرکز، شائستہ تہذیب اور پاکیزہ تمدن کا گلستان، اور انسانیت کی حیثیت سے بین الاقوامی محبتوں کا چمنستان بنا دیا، آپکی گفتار سے لاکھوں قلوب زندہ ہوئے اور آپکے کردار سے سر زمین ہند کے گوشہ گوشہ میں خوش اخلاقی و راست بازی کے سزے لہرائے۔

غلاموں کی سلطنت

چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں شہاب الدین غوری نے 582ھ میں ہندوستان کو فتح کیا، اس کے بعد تقریباً سو سال غوری کے ترک غلاموں کی حکومت رہی اور پورا شمالی ہند زیر حکومت آچکا تھا، بار بار بیرونی حملوں کے باوجود انہوں نے ملک کی حفاظت کی، مغلوں اور تاتاریوں کو ہندوستان میں داخل ہونے کا موقع نہ دیا، اس دور میں تجارت کو فروغ حاصل ہوا، مشک، عنبر اور گھوڑوں کی تجارت عام تھی، عدالتی انتظام قاضیوں کے سپرد تھا، چیف جسٹس کو قاضی القضاة کہا جاتا، جو دہلی میں ہوا کرتا تھا، ہندوؤں کو ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل تھی، اس دور میں کبھی کوئی مندر توڑا نہ گیا۔ قطب مینار اور کئی عالیشان قلعے اسی دور میں تعمیر کئے گئے۔ (ملخص از: مختصر تاریخ ہند)

خلجی خاندان

خلجی خاندان کے تیس سالہ دور میں تجارت ترکوں کے دور سے زیادہ ترقی پائی، غیر ملکی تاجرین بہار و بنگال تک

مشحکم و منظم تھی کہ ہر قسم کے بیرونی حملوں کا دفاع کر لیا کرتی، فوج میں ہر نسل اور ہر مذہب کے افراد شامل ہوتے تھے، راجپوت اور مرہٹوں کا اپنا ایک مقام تھا، اس دور میں زراعت کو ایسی ترقی ہوئی کہ ہندوستان میں اس سے پہلے نہ ہوئی تھی، اس دور میں خوبصورت عمارتیں تعمیر ہوئیں، تاج محل، دہلی اور آگرہ کا لال قلعہ، دیوان عام، دیوان خاص، دہلی اور آگرہ کی جامع مسجد اس دور کی یادگار ہیں، اس دور میں عورتوں کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا تھا بطور خاص شاہی بیگمات مختلف علوم میں مہارت رکھتی تھیں۔

آصف جاہ ہفتم کے کارنامے

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ آصف جاہ ہفتم میر عثمان علی خان نے حیدرآباد کی کئی اہم عمارتیں، جیسے: حیدرآباد ہائیکورٹ، اسمبلی ہال، پبلک گارڈن، آصفیہ لائبریری، عثمانیہ جنرل ہاسپٹل، نظام کالج، حمایت ساگر، نظامس انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنس، نیلوفر ہاسپٹل، نظام شوگر فیکٹری وغیرہ کی تعمیر کی۔

اپنے دور حکمرانی میں انہوں نے بہت سے تعلیمی اصلاحات متعارف کروائے، نظام کے بجٹ کا تقریباً گیارہ (11) فیصد حصہ تعلیمی اداروں پر خرچ کیا جاتا تھا، انہوں نے ہندوستان اور بیرون ملک بہت سے اداروں کو بڑے بڑے عطیات دئے۔

(2) یہاں طاؤس جیسا فردوس کا پرندہ ہے۔ (3) یہاں سانپ بھی باغِ فلک سے آیا۔ (4) حضرت آدم علیہ السلام ہند سے باہر نکلے تو فردوس کی نعمتوں کی کمی محسوس ہونے لگے۔ (5) یہاں خوشی اور عیش کے سامان کے ساتھ عطریات اور خوشبوئیات ہیں، روم ورے میں دو تین مہینے پھول ہوتے ہیں لیکن ہندوستان کی سرزمین خوشبودار پھولوں سے ہمیشہ گلزار رہتی ہے۔ (6) ہندوستان انہیں نعمتوں کی وجہ سے خلد بریں ہے۔ (7) مسلمان ساری دنیا کو ایک قید خانہ سمجھتے ہیں لیکن ہندوستان ان کے لئے خلد بریں ہے۔ (ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں، ص: 30)

تغلق خاندان کی سلطنت

اس خاندان نے ہندوستان پر تقریباً سو برس حکومت کی، اس دور میں ملک نے خوب ترقی کی، کئی شہر و دیہات آباد کئے گئے، جو پور اسی دور کا آباد شہر ہے، سلطان محمد تغلق کے عہد میں صرف دہلی میں ستر شفاخانے تھے؛ جہاں بیماروں کو دوا کے ساتھ کھانا میسر ہوتا تھا، غیر واجبی محصولات معاف کردئے گئے، ہندوستان میں سب سے پہلے گھنٹہ گھر (گھڑیال) اسی دور میں تعمیر کیا گیا، کثرت سے سڑکیں بنائی گئیں، ڈاک کا انتظام بہتر کیا گیا، موجودہ دور کی طرح چھوٹے سے چھوٹا سکہ اُس دور میں موجود تھا۔

مغل بادشاہوں کے کارنامے

مغلیہ خاندان کی حکومت کے دور میں فوج اس قدر

انگریز مغل بادشاہ اکبر کے دور میں تجارتی غرض سے ہندوستان آئے اور رفتہ رفتہ اپنا اثر و رسوخ بڑھاتے ہوئے ہندوستانی اقتدار پر قابض ہو گئے اور انہوں نے ہندوستانیوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، ناحق گولیاں چلائیں، سولی پر چڑھایا، ہمارے اکابر نے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیں، انگریزوں کی غلامی کا طوق گردن سے نکالنے اور ملک کو آزاد کرانے کے لئے مسلمانوں نے تن من دھن کی قربانی دی، زندگیوں کے نذرانے پیش کئے، تب کہیں نعمت آزادی ہمارے ہاتھ آئی۔

تحریک آزادی میں مسلمانوں نے سب سے پہلے حصہ لیا اور نمایاں کردار ادا کیا، 1754ء میں علی وردی خان نے انگریزوں سے باضابطہ منظم جنگ کر کے انہیں شکست فاش دی، یہ جنگ آزادی کا پہلا مرحلہ تھا، علی وردی خان کے بعد ان کے نواسے نواب سراج الدولہ حاکم ہوئے، انہوں نے انگریزوں سے بھرپور مقابلہ کیا لیکن علاقائی سازشوں کی وجہ سے 1757ء میں انگریزوں نے انہیں مرشد آباد میں شہید کر دیا۔

ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے خلاف تمام علاقائی مسلم وغیر مسلم حکمرانوں کو متحد کرنے کی بھرپور کوشش کی اور انگریزوں کے خلاف مضبوط محاذ تیار کرنے کی سعی کی، تاہم ٹیپو سلطان نے مجاہد آزادی کی حیثیت سے لڑتے ہوئے 1799ء سری رنگا پٹنہ کی جنگ میں شہادت پائی۔

انہوں نے بنارس ہندو یونیورسٹی کے لئے 10 لاکھ روپے اور علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے لئے 5 لاکھ روپے عطیہ دیا تھا۔

اسکولوں اور کالجوں کے لئے ترجمہ محکموں کو قائم کیا گیا تھا، ابتدائی تعلیم کو غریبوں کے لئے لازمی قرار دیا گیا۔

نواب آصف جاہ ہفتم میر عثمان علی خان نے سقوط سلطنت کے باوجود جبکہ ہندوستان اقتصادی طور پر کمزور پڑ گیا تو پانچ ہزار (5000) کلوگرام کا گولڈ عطیہ کیا۔ آج کی موجودہ سونے کی قیمت لے لحاظ جس کی مالیت بیس ارب (20,000,000,000) روپے ہوتی ہے، اس کے برخلاف آج جب ہندوستان کی GDP انتہائی گراوٹ کی شکار ہے تو یہاں کے بڑے بڑے صنعتکار ملک کو کچھ دینے کے بجائے اپنے قرض معاف کروانے کے لئے کوشاں ہیں اور ان کے قرض معاف کئے جا رہے ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

جامع مسجد دہلی کو 1948 کے دوران، نظام سرکار سے مسجد کے فرش کے پوحصے کی مرمت کے لئے 75000 عطیہ دینے کی گزارش کی گئی۔ اس کے بجائے نظام سرکار نے 3 لاکھ روپے کا عطیہ دیا اور کہا کہ مسجد نئی جیسی بنادی جائے۔ (ویکیپیڈیا)

ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط، اس کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد

1857ء میں جہاد کی فرضیت کا فتویٰ

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے اثرات بڑھنے لگے اور مسند درس پر بیٹھ کر قال اللہ، قال الرسول کا درس دینے والے میدان کارزار میں اتر آئے اور انگریزوں کے خلاف منصوبہ بند محاذ بنائے، چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نیا آزادی کی تحریک شروع کی پھر آپ کے شہزادہ سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، اور 1803ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، ان علماء کے علاوہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی، حضرت شاہ ابوسعید مجددی (جو حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر حضرت شاہ سعد اللہ نقشبند دکن رحمہ اللہ کے برادر طریقت ہیں)، حضرت مفتی صدر الدین آزردہ، حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی وغیرہ ہیں جنہوں نے ملک میں آزادی کی خاطر نعرہ جہاد بلند کیا۔

مدرسہ فرنگی محل سے مجاہد آزادی بہند مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر علماء نے خلافت تحریک کی حمایت کی جس کی وجہ سے ان میں کے کئی علماء کو پھانسی کی سزا دی گئی۔

1857ء کی تحریک آزادی کے موقع پر دو طرح کے محاذ تیار کئے گئے، ایک محاذ انبالہ کے میدان پر تھا جس کی قیادت مولانا جعفر تھانیسری کے سپرد کی گئی اور دوسرا محاذ شمالی کے میدان پر تھا جس کی قیادت حضرت بانی جامعہ نظامیہ کے

پیر و مرشد حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

جنگ آزادی میں علماء کی قربانیاں اور ان کا کردار اگر علماء کرام آزادی کے لئے قدم آگے نہ بڑھاتے اور مسلمانوں کے اندر جذبہ آزادی پیدا نہ کرتے تو ہندوستان کبھی غلامی کی زنجیروں سے نجات حاصل نہ کرتا۔

جن علماء کرام نے انگریزی سامراج کے خلاف 1857ء میں جہاد کی فرضیت کا فتویٰ دیا ان میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی ہیں، ان کے علاوہ مولانا کفایت علی کافی، مولانا فیض احمد بدایونی اور بہت سے کبار علماء شامل ہیں، اس کے بعد ہزاروں افراد نے جان ہتھیلی پر لے کر انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، فرنگیوں نے اس آواز کو کچلنے کے لئے ظلم و جبر، دہشت و استبداد کی انتہاء کر دی جس کے تصور سے روح کا نیتی ہے اور انسانیت سہم جاتی ہے، 1857ء میں پانچ لاکھ مسلمانوں کو تختہ دار پر چڑھایا گیا جن میں چودہ ہزار علماء کرام تھے، دہلی کے چاندنی چوک کے اطراف ایسا کوئی درخت نہیں تھا جس پر علماء کو پھانسی نہ دی گئی ہو، علماء کے بدن کو تانبہ سے داغا گیا، نعشوں کو بور یوں میں باندھ کر لاہور کے دریائے راوی میں بہایا گیا اور اوپر سے گولیاں برسائی گئیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے 1857ء میں بنیادی کردار ادا کیا، دہلی اور اودھ کے مراکز جہاد میں حصہ لیا، علامہ

کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل و کفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریت کے تودے میں دبا دیتا ہے، نہ اس کی قبر کھودی جاتی ہے، نہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔۔۔۔۔ (بانگی ہندوستان، ص: 79)

مولانا کفایت علی کافی نے اہم مجاہدانہ کردار ادا کیا، قید کے عالم میں آپ کے جسم پر گرم استری پھیری جاتی، زخموں پر نمک چھڑکا جاتا بالآخر انہیں سولی پر چڑھایا گیا۔

مولانا احمد شاہ مداری کو بعض غداروں نے دھوکہ سے شہید کر دیا، مولانا و ہاج الدین مراد آبادی کو ماہ رمضان میں عصر و مغرب کے درمیان ایک غدار کی مخبری کی وجہ سے انگریزوں نے اچانک دھاوا بول کر گھر میں گولی ماری، اس طرح عظیم علماء کو مختلف طریقوں سے شہید کیا گیا جن کی آواز پر بیک وقت ہزاروں مسلمان جان دینے کے لئے تیار ہو جایا کرتے۔

1857ء کی جنگ میں تین ہزار

مسلمانوں کو کالا پانی بھیج دیا گیا۔

1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں

آیا، آگے چل کر جس کے لیڈروں نے جنگ آزادی میں اہم رول ادا کیا، جن میں موہن داس گاندھی، جواہر لعل نہرو، دلہ بھائی پٹیل، خان عبدالغفار خان، مولانا ابوالکلام آزاد اور کئی اہم شخصیتیں شامل تھیں، مسلمانوں نے کانگریس تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، 1930ء صرف صوبہ سرحد میں چالیس ہزار مسلمان گرفتار ہوئے، تین ہزار مسلمان گولیوں سے بھن

نے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے ساتھ طویل جدوجہد کی، بادشاہ کو گرفتار کیا گیا اور علامہ پر مقدمہ چلایا گیا، بالآخر کالا پانی کی سزا ہوئی اور جزیرہ انڈمان بھیج دیا گیا، آپ نے کالا پانی کے مظلومانہ ماحول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

دشمن کے ظلم و ستم نے مجھے دریائے شور کے کنارے ایک بلند و مضبوط، ناموافق ہوا والے پہاڑ پر پہنچا دیا جہاں سورج ہمیشہ سر پر رہتا تھا، اس میں دشوار گزار راہیں اور گھاٹیاں تھیں، جنہیں دریائے شور کی نہریں ڈھانپ لیتی تھیں، اس کی نسیم صبح بھی گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہر بلاہل سے زیادہ مضر تھی۔ اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں۔۔۔ ہوا بدبودار اور بیماریوں کا مخزن تھی۔ مرض سستا اور دوا گراں۔ بیماریاں بے شمار، خارش و توبا (وہ بیماری جس سے بدن کی کھال پھٹنے اور چھلنے لگتی ہے) عام تھی۔۔۔ یہاں کی معمولی بیماری بھی خطرناک ہے۔ بخار موت کا پیغام، مرض سرسام اور برسام (دماغ کے پردوں کا ورم) ہلاکت کی علت تامہ ہے۔ بہت مرض ایسے ہیں جن کا کتب طب میں نام و نشان نہیں۔ نصرانی ماہر طبیب مریضوں کی آنتوں کو تنور کی طرح جلاتا اور مریض کی حفاظت نہ کرتے ہوئے آگ کا قبہ اس کے اوپر بناتا ہے۔ مرض نہ پہچانتے ہوئے دوا پلا کر موت کے منہ کے قریب پہنچا دیتا ہے، جب کوئی ان میں سے مر جاتا ہے تو نجس و ناپاک خاکروب جو درحقیقت شیطانِ خناس یاد یو ہوتا ہے اس

بیگم حضرت محل کی قربانی

1858ء میں جب انگریزوں نے گوالیار کے قلعہ پر حملہ کیا تو بیگم حضرت محل (جو اودھ کے نواب واجد علی شاہ کی بیگم تھیں) انگریزوں سے مقابلہ کیلئے جنگ میں اتر آئیں۔

دہلی کی سبز پوش خاتون کی قربانی

سبز پوش خاتون، دہلی کی ایک ضعیف خاتون جو عزم و ہمت کی جوان اور بندوق چلانے میں ماہر تھیں بہادری کے ساتھ پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف لڑتی رہیں۔

رضیہ خاتون کی قربانی

رضیہ خاتون جو مسٹر نصیر الدین جو گیندر پارٹی کے قائد کی صاحبزادی تھیں انہوں نے مغربی بنگال میں انگریزوں کے خلاف علم بغاوت اٹھایا جس کے سبب انگریز سامراج نے انہیں باغی قرار دیکر کالے پانی بھیج دیا اور وہ وہیں انتقال کر گئیں۔

جنگ آزادی کا ترنگا بنانے کا مسلم خاتون کو اعزاز جنگ آزادی کے موقع پر حیدرآباد دکن کی مسلم خاتون بدر الدین فیاض طیب جی کی اہلیہ بیگم ثریا کو بھارت کا پہلا قومی جھنڈا (ترنگا) تیار کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

الغرض جنگ آزادی میں ہزاروں مسلم خواتین نے اپنے مال اور اولاد کی عظیم قربانیاں پیش کیں، اور انگریزوں

دئے گئے، اور چار ہزار پٹھان نامرد کئے گئے، اس کے علاوہ پنجاب، اتر پردیش، آسام، بہار، بنگال، بمبئی اور سندھ میں جملہ آکٹیس ہزار مسلمان گرفتار کئے گئے۔

جنگ آزادی کے لئے علماء کرام کی کئی جماعتیں سرگرم عمل تھیں، تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس میں حصہ لیا تھا، کئی اہل علم نے زبانی و قلمی جہاد کیا، اور بہت سے میدان میں آپہنچے اور بہت سے ایسے حضرات تھے کہ جنہوں نے ہر طرح سے قربانیاں دیں۔

1857ء سے 1947ء تک مکمل نواد (90) سال کے عرصہ دراز میں خلافت کمیٹی، مجلس احرار، کشمیر نیشنل کانفرنس اور خدائی خدمت گاری سرحد کے علاوہ مختلف تحریکات کے ذریعہ ملک کو آزاد کروایا گیا، جس میں خاص طور پر مسلمان اور پھر دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی قربانیاں پیش کیں۔

جنگ آزادی ہند میں مسلم خواتین کا کردار ہندوستان کی آزادی میں مسلم خواتین نے بھی اپنا حصہ ادا کیا۔ اگر ان بہادر مسلم خواتین کے ناموں کی فہرست تیار کی جائے جنہوں نے جنگ آزادی میں اپنا حصہ ادا کیا تو ان کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے:

بیگم حضرت محل - عبادی بانو بیگم (بی اماں) - بی بی امۃ السلام - اصغری بیگم - نشاط النساء بیگم مولانا حسرت موہانی - بیگم زینب محل - رضیہ خاتون - زلیخا بیگم (مولانا آزادی شریک حیات) - سبز پوش خاتون - ثریا بیگم بدر الدین طیب جی -

- سے اپنے ملک کو آزاد کرانے میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔
- ہندوستانی مسلمانوں کے چند دفاعی اور رفاہی کارنامے
-ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جو چیزیں متعارف کروائی گئیں تو ان میں مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ رہا، جیسے:
-سرزمین ہند میں پہلی توپ لانے والے کا نام ظہیر الدین محمد بابر تھا۔
-ملک میں پہلی بار پکی سڑک بنوانے والے کا نام شیرشاہ سوری تھا۔
-ہندوستان میں پہلا راکٹ لانے والے کا نام ٹیپو سلطان شہید تھا۔
-اور ہندوستان کو اگنی میزائل، پرتھوی میزائل بنا کر دینے والے شخص کا نام بھی اے پی جے عبدالکلام تھا۔
- ہندوستان کی ترقی اور تحفظ میں مسلمانوں کا حصہ ایک اجمالی خاکہ
- مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں رہنے بسنے والوں کو عقیدے کی آزادی اور تحفظ دیا، کوئی انصاف پسند غیر مسلم مورخ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا گیا ہو۔
- (1) تمام انسانی حقوق کو بحال کیا، ہستی کی رسم پر روک لگائی
- (2) بلا لحاظ مذہب و ملت تمام ہندوستانیوں کو ظلم سے تحفظ دیا اور ہر قسم کی زیادتی سے بچایا
- (3) ہندوستان کی سرزمین پر عدل و انصاف قائم کیا
- (4) تمام ہندوستانیوں کی جان و مال کا حق بحال کیا
- (5) تمام طبقات انسانی میں حق مساوات کو نہ صرف متعارف کروایا بلکہ عملاً ادا کیا
- (6) حق تعلیم کی اہمیت سے نہ صرف واقف کروایا بلکہ اعلیٰ پیمانہ پر اسکول، کالج، یونیورسٹیاں قائم کیں اور مفت تعلیم کا نظم کیا
- (7) تمام شہریوں کے درمیان حسن معاملہ کی قدروں کو اجاگر کیا
- (8) ملک کے اقتصادیات کو مضبوط کرنے کے لئے کئی ایک منصوبے بنائے جس پر عمل آوری بھی کی
- (9) تعمیری انقلاب لے آئے چنانچہ سرائے، مسافر خانے اور تالابوں کے پستے ڈیم اور دیگر انسانی ضروریات کی تکمیل کی
- (10) بیرونی خطرات سے ملک کو بچانے کے لئے باقاعدہ سرحد بندی کی گئی اور جانناز فوجیوں کو متعین کر کے ملک کی حفاظت کی
- (11) اقوام عالم میں ملک کے درجہ کو بڑھانے کیلئے بے مثال عالمی عجائب کی تعمیر کی، تاج محل، لال قلعہ، قطب مینار وغیرہ
- (12) ہند کو ناز ہے جس پر وہ نشانی ہم ہیں۔ تاج اور لال

(11) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا دلائل کے ساتھ سنجیدہ اسلوب کے ذریعہ ازالہ کرنا
(12) اہلیان وطن کے ساتھ خصوصاً پڑھے لکھے طبقہ کے ساتھ گفت و شنید کو فروغ دینا جس کو عرف عام میں ڈائلاگ سے تعبیر کیا جا رہا ہے

(13) غیر مسلم سنجیدہ دانشور طبقہ کو ساتھ لے کر یا ان کے ساتھ مل کر ملک کی ترقی اور تحفظ کے لئے منصوبہ بندی کرنا
(14) وطن اور اہل وطن کے تئیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق کو پامال ہونے سے بچانا
(15) فرقہ واریت کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے برادران وطن کو شامل کر کے جدوجہد کرنا

(16) ملک کی قدرتی، اقتصادی وسائل کو برباد ہونے سے بچانا، ہر طرح کی آلودگی سے ماحولیات کا تحفظ کرنا
(17) ایسے اعمال سرانجام دینا کہ ملک کا نام روشن و تابناک ہو

(18) اخوت و بھائی چارے کو فروغ دینا
(19) اپنی اولاد کو وطن کی محبت اور حقوق سے واقف کروانا
ہندوستان میں تقریباً سات سو چونسٹھ 764 سال مسلم حکمرانی کے باوجود مختلف ادیان سے تعلق رکھنے والے افراد امن و سلامتی کے ساتھ ہندوستان میں موجود رہے، مسلم حکمرانوں نے کبھی ان کے ساتھ ناروا سلوک نہیں کیا، اور نہ ان کو وطن سے بے دخل کیا اور نہ ہی مسلمانوں نے اس طرح کا

قلعہ کے یہاں بانی ہم ہیں

(13) مختلف ذوق رکھنے والے باشندگان کی تفریح و طبع کی خاطر فنون لطیفہ کو رواج دیا
(14) ہندوستانی لنگا جمی تہذیب کا تحفظ کیا

وطن کے تئیں مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور لائحہ عمل
اسلام پہلا مذہب ہے جس نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک ساتھ جینے کی آداب عملاً سکھائے، داخلی اور خارجی سازشوں اور حملوں سے ملک کی حفاظت اور باہمی امداد و تعاون کے لئے اپنے مذہبی تشخص کو قائم رکھتے ہوئے دیگر مذاہب والوں کے ساتھ معاہدہ کیا گیا، میثاق مدینہ صلح حدیبیہ جس کی واضح مثال ہے

- (1) وطن کے حقوق ادا کرنا
- (2) وطن سے محبت اور ہمدردی کا جذبہ
- (3) وطن کا دفاع، جان، مال اور زبان کے ذریعہ:
- (4) پڑوسی ممالک کے حملوں کے جواب میں سرفروشانہ خدمات
- (5) صحافتی خدمات کے ذریعہ عوامی احساسات کی نمائندگی
- (6) ملک کے مفاد میں سیاسی و سماجی شعور بیداری
- (7) ووتنگ میں حصہ لے کر ملک کی تعمیر و ترقی کا جذبہ رکھنے والے غیر متعصب اصحاب کو برسر اقتدار لانا
- (8) وطن کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا
- (9) فساد عناصر سے ملک کی حفاظت کرنا
- (10) اسلام کی سچی تصویر، دعوت و عمل کے ذریعہ پیش کرنا

(ب) کلی یا جزوی طور سے مملکتی فنڈ سے قائم یا خلائق عامہ کے استعمال کے لئے وقف کنوؤں، تالابوں، ایشان، گھاٹوں، سڑکوں اور عام آمد و رفت کے مقامات کے استعمال کے،

ناقابل نہ ہوگا یا اس پر کوئی ذمہ داری یا پابندی یا شرط نہ ہوگی۔ (بھارت کا آئین، بنیادی حقوق، حصہ: 3، دفعات: 14/15)

حق آزادی

19- (1) تمام شہریوں کو حق حاصل ہوگا _____

(الف) تفریر اور اظہار کی آزادی کا:

(ب) امن پسندانہ طریقہ سے بغیر ہتھیاروں کے جمع ہونے کا؛

(ج) انجمنیں یا یونین قائم کرنے کا؛

(د) بھارت کے سارے علاقہ میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے کا؛

(ه) بھارت کے علاقہ کے کسی حصہ میں بود و باش کرنے اور بس جانے کا؛

(ز) کسی پیشہ کے اختیار کرنے یا کسی کام دھندے، تجارت یا کاروبار کے چلانے کا۔ (بھارت کا آئین، بنیادی حقوق، حصہ: 3، دفعات: 19)

مذہب کی آزادی

25- (1) تمام اشخاص کو آزادی ضمیر اور آزادی

کوئی مطالبہ کیا؛ لیکن المیہ یہ ہے کہ صرف 73 سال بھی مکمل نہیں گزرے؛ اس سیکولر ملک میں بعض فرقہ پرست عناصر کی طرف سے اب مسلمانوں کو ختم کرنے اور انہیں دوسرے نمبر کا شہری بنانے کی باتیں کی جا رہی ہیں، جبکہ دستور ہند میں ملک کے ہر باشندے کو بلا لحاظ مذہب و ملت مساویانہ حقوق دئے گئے ہیں، مذہبی آزادی دی گئی ہے، اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے پر امن طریقہ سے اس کی دعوت و تبلیغ کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ ”بھارت کے آئین“ کی چند دفعات ملاحظہ فرمائیں:

حق مساوات

ہندوستان کے دستور میں ہر ہندوستانی کو اس بات کا حق دیا گیا ہے کہ اس کو مساویانہ حقوق حاصل ہوں گے، جیسا کہ دستور ہند کے دفعہ 14 اور 15 میں صراحت ہے:

14- مملکت کسی شخص کو بھارت کے علاقہ میں قانون کی نظر میں مساوات یا قوانین کے مساویانہ تحفظ سے محروم نہیں کرے گی۔

5- (1) مملکت محض مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیاز نہیں برتے گی۔

(2) کوئی شہری محض مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر _____

(الف) دکانوں، عام ریستوران، ہوٹلوں یا عام تفریح گاہوں میں داخلہ کے لئے؛ یا

سے مذہب قبول کرنے، اس کی پیروی اور اس تبلیغ کرنے کا مساوی حق ہے، بشرطیکہ امن عامہ، اخلاق عامہ، صحت عامہ اس حصہ کی دیگر توجیحات متاثر نہ ہوں۔ (بھارت کا آئین، بنیادی حقوق، حصہ: 3، دفعات: 25-26)

دستور ہند میں دیئے گئے حقوق حاصل کرنے کے لئے جمہوری طریقہ پر جدوجہد کرنے کا ملک کے ہر باشندے کو حق حاصل ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو

اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا
یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
اللہ تعالیٰ ہمارے وطن عزیز کو امن و سلامتی کا گوارہ
بنائے رکھے، ہر طرح کے خطروں سے مامون و محفوظ
رکھے، تمام باشندگان کو امن و سلامتی اور عافیت عطا فرمائے،
ملک و وطن کے بشمول ساری دنیا کے لئے پیغام امن کا سفیر
بنائے! آمین۔

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے اثرات بڑھنے لگے اور مسند درس پر بیٹھ کر قال اللہ، قال الرسول کا درس دینے والے میدان کارزار میں اتر آئے اور انگریزوں کے خلاف منصوبہ بند محاذ بنائے، چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نیازادی کی تحریک شروع کی پھر آپ کے شہزادہ سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، اور 1803ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، ان علماء کے علاوہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی، حضرت شاہ ابوسعید مجددی (جو حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر حضرت شاہ سعد اللہ نقشبند دکن رحمہ اللہ کے برادر طریقت ہیں)، حضرت مفتی صدر الدین آزرہ، حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی وغیرہ ہیں جنہوں نے ملک میں آزادی کی خاطر نعرہ جہاد بلند کیا۔

مدرسہ فرنگی محل سے مجاہد آزاد بیہند مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر علماء نے خلافت تحریک کی حمایت کی جس کی وجہ سے ان میں سے کئی علماء کو پھانسی کی سزا دی گئی۔

1857ء کی تحریک آزادی کے موقع پر دو طرح کے محاذ تیار کئے گئے، ایک محاذ انبالہ کے میدان پر تھا جس کی قیادت مولانا جعفر تھانیسری کے سپرد کی گئی اور دوسرا محاذ شمالی کے میدان پر تھا جس کی قیادت حضرت بانی جامعہ نظامیہ کے پیر و مرشد حضرت شیخ العرب والجمع حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

موجودہ حالات اور ایمان کا تحفظ

مولانا حافظ محمد خالد علی قادری صاحب، نائب شیخ الأ دب جامعہ نظامیہ

موجودہ حالات اور ایمان کا تحفظ“ موجودہ دور میں مسلمان اپنی تاریخ کے انتہائی شدید ترین حالات سے دوچار ہیں اسلام دشمن طاقتیں متحد ہو کر ان کو ظلم و ستم کا شکار بنا رہی ہیں۔ عالم اسلام میں عموماً اور وطن عزیز میں خصوصاً مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے ان کا جینا دو بھر کیا جا رہا ہے ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے مختلف کوشیش کی جا رہی ہیں انکی صفوں میں دراڑیں ڈالی جا رہی ہیں اور انکو فرقوں میں بانٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مسلمان جہاں اکثریت میں ہوں تو ایک

موجودہ عصری تعلیمی اداروں میں بتدریج ایسا نصاب نافذ کیا جا رہا ہے جس سے مسلم طلبہ دنیوی علوم و فنون میں تو مہارت حاصل کرتے ہوئے ترقی کے مدارج طئے کر رہے ہیں لیکن ان میں نہ صرف اخلاق و کردار کا فقدان پایا جا رہا ہے بلکہ انہیں غیر محسوس طریقہ سے ان کو اس نصاب کے ذریعہ سے ایمان سے بھی دور کیا جا رہا ہے۔

تعلیم درس و تدریس کا ہی نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا کام ہے جو طلبہ کو خود شناسی و خدا شناسی کا درس دے اور دین کے اساسی عقیدہ کو ان میں راسخ کرے اور یہ کام اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم سے انہیں روشناس نہ کرایا جائے اور ایمانیات سے دور کرنے والے تعلیمی اداروں سے ان کو دور نہ رکھا جائے ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو طلبہ کو ان کے مطلوبہ دنیوی علوم میں ماہر اور زمانہ شناس تو بنادے مگر خدا شناس نہ بنائے۔ ا

نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دے گا پوچھنے والے نے پوچھا اے اللہ کے رسول ”وہن“ کیا ہے حضور نے فرمایا دنیا سے محبت کرنا اور موت کو ناپسند کرنا۔ (سنن ابو داؤد، حدیث: 4297)

ان حالات میں تحفظ ایمان کی فکر پہلے سے زیادہ ضروری ہے تحفظ ایمان سے متعلق گفتگو کرنے سے قبل ایمان کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے۔

ایمان کی لغوی تحقیق

ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں جیسا کہ ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا ہے: والایمان التصدیق والتہذیب وأما الایمان فهو مصدر آمن یومن ایمانا فهو مومن واتفق من اللغویین وغیرہم أن الایمان معناه التصدیق قال اللہ تعالیٰ قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا الایة.

اور ایمان تصدیق اور تہذیب کو کہتے ہیں اب رہا ایمان پس وہ امن یومن کا مصدر ہے اہل لغت اور دیگر اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان کے معنی تصدیق کے آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن تم اسلمنا کہو۔ (ج 1 ص 162)

شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ایمان سے متعلق لغوی بحث کرتے

دوسرے سے دست بگریباں ہیں اور جہاں اقلیت میں ہیں تو ظلم کا شکار ہیں۔

ملک میں کبھی مسلمانوں کو ہجوئی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کبھی شریعت مطہرہ پر عمل کرنے سے روکا جا رہا ہے کبھی مساجد کی قانونی حیثیت ختم کی جا رہی ہے۔

آخری زمانے میں اسلام دشمن اقوام کی ان سازشوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت متنبہ فرمادیا تھا۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے عن ثوبان قال قال رسول اللہ یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الأكلة الی قصعتها قال قائل ومن قلة نحن یومئذ قال بل انتم حیئذ کثیر ولنکم غناء کغناء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المہابة منکم ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوهن فقال یارسول اللہ! ما الوهن؟ قال: حب الدنیا وکراهیة الموت.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قریب ہے کہ اقوام تمہارے خلاف ایک دوسرے کو بلائیں گے جیسے کھانے والے اپنے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں تو ایک عرض کرنے والے کیا عرض کیا کیا یہ اس وقت ہماری قلت اور کمی کی وجہ سے ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلکہ تم ان دنوں زیادہ ہو گئے لیکن تم سیلاب کے جھاک کی طرح ہو گئے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت

یہ تو ایمان کے معنی تھے اب اس کے مصداق کا حال بھی معلوم کر لیجئے عمدۃ القاری شرح بخاری میں علامہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل قبلہ ایمان کے مسئلہ میں چار فرقے میں ہو گئے۔ ایک مذہب محققین جس کو امام اشعری اور اکثر ائمہ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں جبکہ علم بالضرورۃ ہو گیا ہے اس کی تصدیق جازم کا نام ایمان ہے خواہ دلیل سے وہ تصدیق حاصل ہو یا بغیر دلیل۔ دوسرے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان عمل زبان کا نام ہے۔

تیسرے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان عمل قلب و لسان کے مجموعہ کا نام ہے۔

پھر اس میں یہ اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عامہ فقہاء اور بعض متکلمین کہتے ہیں کہ ایمان اقرار اور معرفت کی توجیہ اکثر نے یہ کی ہے اور وہی صحیح ہے کہ وہ اعتقاد جازم ہے خواہ وہ تقلیدی ہو یا دلائل سے حاصل ہو۔

چوتھے فرقے کا قول ہے کہ ایمان فعل قلب و لسان و جوراح ہے۔

(مقاصد الاسلام، ج: ۱، ص: ۷۷، ۷۸، ۷۹)

موجودہ حالات میں امت مسلمہ کو چاہئے کہ اپنی ہر کمزوری دور کرے۔ تعلیمی و سیاسی سطح پر اور معاشی و اقتصادی لحاظ سے استحکام و مضبوطی پیدا کرے۔ اخلاق انحطاط و پستی سے باہر

ہوئے تحریر فرمایا: اب ایمان کے معنی سنئے کہ علماء نے کیا لکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ ایمان امن سے ماخوذ ہے جسکے معنی باب افعال میں لے جانے سے امن دینے کے ہوئے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”و امنہم من خوف“ یعنی انکو خوف سے امن دیا۔ بیضاوی شریف میں ہے ایماں لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے کہا تھا: ”وما أنت بمومن لنا ولو كنا صادقین“۔ یعنی آپ ہماری تصدیق نہ کرو گے اگرچہ کہ ہم صادق ہیں۔ دراصل ایمان بمعنی تصدیق بھی امن ہی سے ماخوذ ہے اس لئے کہ باب افعال میں لے جانے سے اس کے معنی امن دینے کے ہوئے اور ظاہر ہے جو کوئی کسی کی تصدیق کرتا ہے گویا اسکو تکذیب اور مخالفت سے امن دیتا ہے اور بے فکر کر دیتا ہے کذافی الکشاف وغیرہ (مقاصد الاسلام ج: ۱ ص: ۷۲/۷۳)

ایمان کا اصلاحی معنی

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان کی تعریف یوں کی ہے: والایمان هو الاقرار باللسان والتصديق بالجنان ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔ (عقیدۃ الطحاوی ص: ۱۲)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ علیہ الرحمہ ایمان کا اصطلاحی معنی اور اس کا مصداق و مفہوم طے کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

شریک له وأن محمدا عبده ورسوله وأن يكون
الله ورسوله أحب إليك مما سواهما وأن تحرق
في النار أحب إليك من أن تشرک بالله وأن
تحب غير ذی نسب لا تحبه إلا لله عز وجل فإذا
كنت كذلك فقد دخل حب الإيمان في قلبك
كما دخل حب الماء للظمان في اليوم القاطن .

ابورزین عقيلي بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا
رسول اللہ! ایمان کی کیا تعریف ہے۔ آپ نے فرمایا تم یہ
شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے
اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ اور اس کا رسول
تمہیں ان کے ماسوا سے محبوب ہو۔ اور تمہارے نزدیک آگ
میں جل جانا اس سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اللہ کے ساتھ شرک
کرو اور تم کسی عمدہ نسب والے کے غیر سے صرف اللہ عزوجل کے
سبب سے محبت کرو سو تم جب اس طرح ہو جاؤ گے تو تمہارے
دل میں ایمان کی محبت اس طرح داخل ہو جائے گی جس طرح
شدید گرمی کے دن میں پیا سے کے دل میں پانی کی محبت داخل
ہوتی ہے۔ (مسند احمد، ج: ۲۶، ص: ۱۱۳)

اسی طرح امام احمد نے روایت بیان کی ہے: عن
معاذ قال أوصاني رسول الله -صلى الله عليه

آء، سلف صالحين کے کردار کو نمونہ بنائے، امر بالمعروف و
نہی عن المنکر کے جیسا عظیم الشان فرض منصبی ادا کرے۔ تعطل و
جمود کو پس پشت ڈال کر حرکت و نشاط کے ساتھ بلکہ تحریک و تنظیم
کے ساتھ آگے بڑھے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان حالات کو تبدیل فرمائے گا۔

ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنْفُسِهِمْ

یقیناً اللہ اس قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ اپنے
آپ کو نہ بدلیں۔

موجودہ حالات میں ایمان کا تحفظ کیسے کریں
اس سلسلہ میں امت مسلمہ پر کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی
ہیں، جسے انفرادی اور اجتماعی طور پر انجام دینے اور اس کا پابند
رہنے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے بعض اہم امور کو ذکر کیا
جاتا ہے۔

(۱) ایمان کو اہمیت دی جائے:

ایک مومن کے لئے ایمان کی دولت جائیداد و کاروبار سے
زیادہ عزیز تر ہونی چاہئے، خاندان و قبیلہ سے زیادہ پسندیدہ
ہونی چاہئے، یہاں تک کہ جان سے زیادہ محبوب ہونی

چاہئے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت نقل
کی ہے: عن ابی رزین العقيلي قال يا رسول الله
وما الإيمان قال أن تشهد أن لا إله إلا الله وحده لا

(۸) اپنے اہل و عیال پر اپنے مال سے خرچ کرنا۔ (۹) ان کو ادب سکھانے کیلئے ان کے اوپر اپنی لاٹھی بلند نہ کرنا۔ (۱۰) ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔ (مسند امام احمد، ج: 5، حدیث: 21570)

انسانی تاریخ شاہد ہے کہ کسی قوم کا عروج و زوال خوشحالی و بدحالی عزت و ذلت کیلئے اس کے آپسی اتحاد و اتفاق و اختلاف و انتشار کا بڑا رول ہوتا ہے۔

موجودہ حالات میں مسلمان انتہائی نازک دور سے گزر رہے ہیں اور اپنی بقاء کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر آپستی تنازعات کو ختم کرتے ہوئے امت کا اتحاد و وقت کی اہم ترین ضرورت ہے تاکہ ذلت و رسوائی کی پستیوں سے نکل کر ترقی و عروج کی بلندیوں کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ریحکم۔ اور تم آپس میں تنازع مت کرو، پس تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا بھرم ختم ہو جائے گا۔ (سورۃ الانفال، آیت نمبر: 46)

اور سورہ آل عمران میں ارشاد ہے: واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو۔ (سورہ آل عمران، آیت: 103) اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ طبری رقم طراز ہیں: ”أما الحبل فإنه السبب الذي يوصل به الى

وسلم -بعشر كلمات . قال لا تشرك بالله شيئا وإن قتلت وحرقت ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك ولا تتركن صلاة مكتوبة متعمدا فإن من ترك صلاة مكتوبة متعمدا فقد برئت منه ذمة الله ولا تشر بن خمرا فإنه رأس كل فاحشة وإياك والمعصية فإن بالمعصية حل سحق الله عز وجل وإياك والفرار من الزحف وإن هلك الناس وإذا أصاب الناس موتان وأنت فيهم فائت وأنفق على عيالك من طولك ولا ترفع عنهم عصاك أدبا وأخفهم في الله.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی نصیحت کی۔ آپ نے فرمایا (۱) اللہ کے ساتھ شکر نہ کرنا خواہتم کو قتل کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔ (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہتم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنے مال اور اہل سے نکل جاؤ۔ (۳) فرض نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے فرض نماز ترک کی وہ اللہ کے ذمہ سے بری ہو گیا۔ (۴) شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی اصل ہے۔ (۵) اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا کیونکہ نافرمانی سے اللہ کی ناراضگی حلال ہو جاتی ہے۔ (۶) میدان جہاد سے پیٹھ نہ پھیرنا خواہ لوگ ہلاک ہو رہے ہوں۔ (۷) اور جب لوگوں پر موت آرہی ہو اور تم بھی ان لوگوں میں ہو تو ثابت قدم رہنا۔

بالجماعة فانها جبل الله الذى امر له .
 امرنا الله تعالى بالاجتماع على الاعتصام بالكتاب
 والسنة اعتقادا و عملا وذلك سبب اتفاق الكلمة
 وانتظام الشتات الذى يتم مصالح الدنيا و الدين .
 اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جبل
 سے مراد جماعت ہے اور فرمایا کہ جماعت کو لازم کر لو کیونکہ وہ
 اللہ کی رسی ہے جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے۔

ولا تفرقوا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ
 نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اتفاق و اتحاد اور عملاً کتاب و سنت کی
 رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں ہمارے اتحاد کا صرف یہی سبب ہے
 اور صرف اسی طرح اتحاد و اتفاق کی نعمت میسر آسکتی ہے جس
 سے ہمارے دین و دنیا کے حالات سنور سکتے ہیں۔ (تفسیر
 البغوی، ج: 2، ص: 78)

اتحاد کی اسی اہمیت کے پیش نظر وطن عزیز میں تمام مسلمان
 بلا لحاظ مسلک و مشرب ساتھ آنے کی ضرورت ہے۔
 اور مسلمان اپنے مطالبات منوانے کیلئے سیکولر ذہن کے
 حامل برادران وطن کو بھی ساتھ لیں اور ان کے ساتھ محبت کی
 فضاء کو عام کرنے کیلئے پرنٹ و الیکٹرانک اور سوشیل میڈیا کا بھی
 سہارا لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت والی تعلیم اور قرآن
 پاک کے امن والے پیغام کو ان میں عام کریں کیونکہ مخالف

البغية والحاجة..... جبل الله المتين الذى امره به
 ان يعتصم به: هذا القرآن۔
 عن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم ان هذا القرآن هو جبل الله
 المتين وهو النور المبين وهو الشفاء النافع عصمة
 عن تمسك به و نجات لمن اتبعه۔

اب رہا جبل (لغۃ) یقیناً وہ سبب ہے جو مقصد اور ضرورت
 تک پہنچائے۔ آیت کریمہ میں جبل کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:
 اللہ کی مضبوط رسی جس کو تھامنے کا حکم دیا گیا وہ قرآن مجید ہے۔
 حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کی
 مضبوط رسی ہے اور واضح نور ہے اور نفع بخش شفاء ہے جو اس کو
 تھام لے اس کیلئے حفاظت ہے اور جو اس کی اتباع کرے اس
 کیلئے نجات ہے۔ آج امت مسلمہ نے قرآن شریف کے ساتھ
 اپنا تعلق مستحکم نہیں رکھا ہے جس وجہ سے یہ ذلت و خواری مقدر
 بن رہی ہے۔ (تفسیر طبری، ج: 7، ص: 70/71)

علامہ اقبال نے کہا تھا:

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلمان ہو کر
 اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر
 امام بغوی نے جبل اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: و

قال ابن مسعود هو الجماعة و قال عليكم

بسنے والی تمام قومیں متحد ہوں اور ملک کی ترقی کیلئے مشترکہ جدوجہد کریں۔ اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ ہر قوم اپنے آپ کو یہاں ہر اعتبار سے آزاد متصور کرے اس کو کسی کی جانب سے دباؤ یا ظلم کا اندیشہ نہ ہو کسی بھی مرحلہ میں اس کے انسانی یا مذہبی حقوق متاثر نہ ہوں۔ آپسی اتحاد کی یہ اصل بنیاد ہے۔ اس کے برخلاف کسی قوم میں اندیشے شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں تو سامنے والے سے اتحاد کرنے میں بھی گریز کرتا ہے۔ اور اشتراک و تعاون میں بھی محتاط رویہ اپناتا ہے تمام ہندوستانیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے ملک کی ترقی کیلئے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں۔“

توبہ و استغفار کیا جائے!

موجودہ حالات میں مسلمان جب تک رجوع الی اللہ نہیں ہوں گے اور رب سے اپنے ربط و تعلق کو مستحکم نہیں کریں گے اس وقت تک اپنی کھوئی ہوئی عزت و وقار کو حاصل نہیں کر سکتے۔ جب بندہ مومن کا تعلق رب سے مضبوط و مستحکم ہوگا تو اس پر چاہے کتنی بڑی مصیبت آجائی وہ گھبراتا نہیں۔

بندہ کا رابطہ اپنے رب سے جتنا مضبوط ہوگا وہ اسی قدر نصرت و غلبہ سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب نبی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے بچا کر لیجا رہے تھے تو ان کے سامنے بحر احمر آ گیا اور پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کر رہا تھا جب بنی اسرائیل نے فرعون اور اس کے لشکر

طاقین اسی میڈیا کے ذریعہ نکت پھیلا رہی ہیں ضروری ہے کہ اسی کے ذریعہ سے امن و سلامتی اخوت و بھائی چارگی کو عام کیا جائے۔ کیونکہ یہ آج بہت بڑا ہتھیار ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: ”واعذوا لہم ما استطعتم من قوۃ“۔ اور تم ان کیلئے جتنی ممکنہ قوت ہو سکتی ہے اس کے ذریعہ تیاری کرو۔ (سورۃ الانفال، آیت نمبر: 6)

وطن عزیز کی فضاؤں میں جب ہمدردی و نغمساری، رحمت و مہربانی کی ہوائیں چلنے لگیں گی تو یقینی طور پر نفرت و عداوت، تشدد و تعصب کے سیاہ بادل چھٹ جائیں گے۔

اس عظیم کام کیلئے وعظ و حکمت جہد مسلسل اور یقین مستحکم اور جذبہ ایمانی کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں عقابِ روح جب یدا ہوتی ہے نوجوانوں میں نظر آتی ہے ان کو منزل آسمانوں میں موجودہ حالات میں وطن عزیز میں بقاء امن اور اس کی ترقی کیلئے اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے زین الفقہاء مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے روزنامہ اعتماد کے اسلامک ایڈیشن نور بصیرت میں تحریر فرمایا کہ

”ہندوستان کی ترقی اسی بات میں مضمر ہے کہ یہاں رہنے

نازل فرمائے گا اور تمہاری اموال و اولاد سے مدد فرمائے گا، اور تمہارے لئے باغات و نہریں بنا دے گا۔ (سورۃ

نوح، آیت: 10 تا 12)

دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی بنیادی تعلیم کی ضرورت:

موجودہ عصری تعلیمی اداروں میں بتدریج ایسا نصاب نافذ کیا جا رہا ہے جس سے مسلم طلبہ دنیوی علوم و فنون میں تو مہارت حاصل کرتے ہوئے ترقی کے مدارج طئے کر رہے ہیں لیکن ان میں نہ صرف اخلاق و کردار کا فقدان پایا جا رہا ہے بلکہ انہیں غیر محسوس طریقہ سے ان کو اس نصاب کے ذریعہ سے ایمان سے بھی دور کیا جا رہا ہے۔

تعلیم درس و تدریس کا ہی نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا کام ہے جو طلبہ کو خود شناسی و خدا شناسی کا درس دے اور دین کے اساسی عقیدہ کو ان میں راسخ کرے اور یہ کام اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم سے انہیں روشناس نہ کرایا جائے اور ایمانیات سے دور کرنے والے تعلیمی اداروں سے ان کو دور نہ رکھا جائے ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو طلبہ کو ان کے مطلوبہ دنیوی علوم میں ماہر اور زمانہ شناس تو بنا دے مگر خدا شناس نہ بنائے۔ اس پر مستزاد یہ کہ دین سے غافل بلکہ گریزاں بنا دے۔

اسی لئے ضروری ہے کہ عصری تعلیم کے ساتھ اپنے طور پر بچوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں، یہ مسلمانوں کی

وک دیکھا اور کہا کہ ہم کو پکڑ لیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہرگز نہیں! اللہ میرے ساتھ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فلما ترائی الجمع ان قال اصحاب موسیٰ انا المدر کون قال کلا ان معی ربی سیہدین۔ (شعراء، آیت: 21/22)

پس دو گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھیوں نے کہا ہم تو یقیناً پکڑ لے گئے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔

جب اس طرح مومن کا یقین کمال درجہ پر ہوتا ہے تو اللہ کی مدد و نصرت اسے حاصل ہوتی ہے۔

مسلمانوں کو کثرت سے توبہ و استغفار کرنا چاہئے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ توبہ و استغفار کو پسند فرماتا ہے۔ اس سے رحمت الہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں فراخ دستی، خوشحالی نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں کامیابی و فیروز مندی میسر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی فرمایا: فقل استغفروا ربکم انه کان غفرا، یوسل السماء علیکم مدرارا، و یمدکم باموال و نبین و یجعلکم جنت و یجعل لکم انهارا۔

پس میں نے کہا: تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، یقیناً وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش

ذمہ داری ہے۔

(الاسلام، ج: 1، ص: 139/140)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

جوہر میں ہو لا الہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ

ایمان کی حفاظت کے حوالہ سے حضرت شیخ

الاسلام کی نصیحت

اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ علیہ الرحمہ نے
گرا فقدر نصیحت فرمائی ملاحظہ ہو:

جو لوگ اسلامی علوم اور دینی شعور و آگہی سے نابلد ہیں وہ تو
ناواقف و نا آشنا ہیں لیکن کچھ عصری تعلیم یافتہ افراد جہل مرکب
میں مبتلا ہیں وہ دینی معاملات و اسلامی امور میں اپنی ایک
رائے رکھتے ہیں۔ انہیں اپنی لاعلمی یا کم علمی کا ادراک و
احساس نہیں۔ تمام اہل اسلام کو چاہئے کہ اسلام کی بنیادی تعلیم
سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں پختہ و مستند علماء سے استفادہ
کریں اور ہر طرح کے لٹیر چر کو پڑھنے سے احتیاط برتیں اور ہر
کس و ناکس کی بات ماننے سے پرہیز کریں۔

”اس زمانہ میں مسلمانوں کو اس قدر ضرورت ہے کہ نہ ایسی
تفسیریں دیکھیں نہ اس قسم کی تفسیریں سنیں جس سے شک پیدا
ہو بلکہ دعا کریں خدائے تعالیٰ ہم کو اور ان کو ہدایت کرے اور وہ
ایمان و اسلام عطا فرمائے جو باعث نجات اخروی ہو۔ و ما
توفیقنا الا باللہ۔ (مقاصد

عصر حاضر میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی نصیحت کی
اہمیت و افادیت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ موجودہ زمانہ انتہائی
ترقی یافتہ کا زمانہ ہے۔ ٹکنالوجی کے توسط سے مختلف قسم کے
ذرائع ابلاغ نے وسیع و عریض دنیا کو ایک گلوبل ولج میں تبدیل
کر دیا ہے۔ انہی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلامی معاشرے
میں نت نئے بھی فتنے تیزی سے پھیل رہے ہیں جو نہ صرف
اعمال صالحہ سے دوری کا سبب بن رہے ہیں بلکہ ایمان سے
دوری کا باعث بھی بن رہے ہیں۔ اس لئے سوشل میڈیا کا
استعمال محتاط طریقے سے کرنا چاہئے جس سے اسلامی تہذیب و
تمدن بھی باقی رہے اور ایمان کا بھی تحفظ ہو۔

حکمت و حسن تدبیر اور جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ
کرنے کی ضرورت ہے۔ تیز و تند و مخالف ہوائیں چاہیں جتنی
تیز ہوں ان کا رخ موڑ کر اپنے موافق بنانا وقت کا تقاضہ ہے۔
تندی باد مخالف سے نہ گھبرا ائے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے
اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں

موجودہ حالات میں مسلمان اپنے معاملہ کو پہلے اللہ رب
العزت کے حوالہ کریں اور پھر حکمت و حسن تدبیر اختیار کریں
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”و من یتوکل علی اللہ
فہو حسبہ“۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس

کو کافی ہو جاتا ہے۔ (سورۃ الطلاق، آیت: 3)

اس جیسے پُر آشوب حالات میں امت مسلمہ کیلئے قرآن کریم نے ڈھارس بنا دی ہے اور ان کو پست ہمت ہونے سے بچایا ہے۔

ہندوستانی ایک دھارے میں آئیں، تمام ہندوستانی اتحاد و اتفاق کے ساتھ اپنے جائز حقوق کو حاصل کرنے کے لئے اجتماعی جدوجہد کریں، شہریوں کو آئین ہند میں دئے گئے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اپنے بات منوائیں۔

اور تم ہمت مت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی بلند رہو گے اگر تم سچے مومن ہو۔ (سورۃ آل عمران، آیت: 139)

ایمان کی حفاظت کے حوالہ سے حضرت شیخ الاسلام کی نصیحت

”جو لوگ اسلامی علوم اور دینی شعور و آگہی سے نابلد ہیں وہ تو ناواقف و نا آشنا ہیں لیکن کچھ عصری تعلیم یافتہ افراد جہل مرکب میں مبتلا ہیں وہ دینی معاملات و اسلامی امور میں اپنی ایک رائے رکھتے ہیں۔ انہیں اپنی لاعلمی یا کم علمی کا ادراک و احساس نہیں۔ تمام اہل اسلام کو چاہئے کہ اسلام کی بنیادی تعلیم سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں پختہ و مستند علماء سے استفادہ کریں اور ہر طرح کے لٹیر چر کو پڑھنے سے احتیاط برتیں اور ہر کس و ناکس کی بات ماننے سے پرہیز کریں۔

”اس زمانہ میں مسلمانوں کو اس قدر ضرورت ہے کہ نہ ایسی تفسیریں دیکھیں نہ اس قسم کی تفسیریں سنیں جس سے شک پیدا ہو بلکہ دعا کریں خدائے تعالیٰ ہم کو اور ان کو ہدایت کرے اور وہ ایمان و اسلام عطا فرمائے جو باعث نجات اخروی ہو۔ و ما توفیقنا الا باللہ۔ (مقاصد الاسلام، ج: 1، ص: 139/140)

عصر حاضر میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی نصیحت کی اہمیت و افادیت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ موجودہ زمانہ انتہائی ترقی یافتہ کا زمانہ ہے۔ ٹکنالوجی کے توسط سے مختلف قسم کے ذرائع ابلاغ نے وسیع و عریض دنیا کو ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے۔ انہی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلامی معاشرے میں نت نئے بھی فتنے تیزی سے پھیل رہے ہیں جو نہ صرف اعمال صالحہ سے دوری کا سبب بن رہے ہیں بلکہ ایمان سے دوری کا باعث بھی بن رہے ہیں۔ اس لئے سوشل میڈیا کا استعمال محتاط طریقے سے کرنا چاہئے جس سے اسلامی تہذیب و تمدن بھی باقی رہے اور ایمان کا بھی تحفظ ہو۔“

موجودہ حالات اور سیرت طیبہ سے رہنمایانہ خطوط

ڈاکٹر سعید بن مخاشن، اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“۔ (سورۃ الصف: ۹)

آفاقی قوانین کی پیروی کی اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زندگی گذاری تو اس کی مقدر کا ستارہ روز روشن کی طرح چمکدار ہو کر قابل رشک بن گیا اور اسکی عظمت و سطوت کے چرچے چہار سے ہونے لگے اور کامیابی و کامرانی اس کے قدم چومنے لگی۔

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور نسل انسانی کو درپیش ہونے والے تمام مراحل، حالات اور حوادث میں مکمل رہبری اور رہنمائی کرتا ہے۔

اسلامی احکامات، اصول و ضوابط اور اس کے آفاقی پیغام کی جامع تفسیر اور عملی تشریح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ ہے، جس کا ہر پہلو اور ہر گوشہ نسل انسانی کی بقا اور عروج کیلئے ایک جامع رہبر اور رہنما ہے۔

زمانہ رفتہ کی تاریخ کے اوراق اور ترقی یافتہ ممالک کے کارنامے اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جس قوم و ملت نے چاہے اسلام کے پیروکار ہو یا نہ ہو اسلامی اصول و ضوابط کو اپنا حرز جاں بنایا، اسلام کے

انسانیت پر مبنی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک خوشحال اور مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں عدل و مساوات اور امن و سلامتی قائم نہ ہو۔ اور اس کے تمام افراد اور طبقات یکساں اور مساوی درجہ کے حامل نہ ہوں۔ اگر معاشرہ میں کمزور اور پسماندہ افراد اور طبقات کے ساتھ حق تلفی کی جائے اور ان کے حقوق ادا نہ کیے جائے اور وہ معاشرے میں محفوظ اور مامون تصور نہ کرے تو ایسا انسانی معاشرہ مستحکم اور خوشحال نہیں رہ سکتا ہے۔

نشانہ بنایا، کبھی ”اساطیر الاولین اکتبہا“: یہ گذرے ہوئے لوگوں کے افسانے ہیں جنہیں آپ نے لکھوایا ہے (۵:۲۵) کہا، تو کبھی ”ان هذا الا افک افتراہ“: یہ محض جھوٹ ہے جسے آپ نے گھڑا ہے (۴:۲۵) اور بسا اوقات ”انما یعلمہ بشر: اس (قرآن) تو آپ کو ایک انسان سکھاتا ہے۔ جیسے کلمات ادا کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔ آپ کے قرابت دار مثلاً ابولہب اور اس کی بیوی ام

جمیل، پڑوسی اور ہمسایہ مثلاً عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی، ابن الاصداء ہذلی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اور ایذا پہنچانے میں کوئی حد باقی نہیں رکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ اور دروازہ پر کانٹے دال دیے جاتے، آپ کو پتھر مارے جاتے جس سے آپ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتی، آپ کی شہزادیوں کو طلاق دلوائی گئی۔ آپ جب نماز ادا کرتے تو بکری کی بچہ دانی تو کبھی اونٹ کی اوجھڑی آپ پر دالی جاتی۔ چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔ ان تمام ایذا رسانیوں اور اذیتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا نمایاں پہلو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم و استبداد اور برائی کے خلاف حتی الامکان ”اصلاح“ کی کوشش فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ قریش اور شہریان مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر کس قدر ظلم کے پہاڑ توڑے، ظلم و بربریت کی کونسی قسم ہے جو انہوں نے اٹھا رکھی؟ بے رحمی اور سنگدلی کی کون

سیرت طیبہ کا درخشاں پہلو انسانوں کی اصلاح: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ نہایت فراخ دل اور کشادہ ظرف تھی، آپ کے سینہ میں ہمیشہ محبت کا دریا موجزن ہوتا، اور اس محبت سے دوست دشمن سب سیراب ہوتے۔ بڑے بڑے دشمن کیلئے بھی کبھی آپ نے انتقام کا جذبہ نہیں رکھا، ہر ایک کے ساتھ ہمیشہ شفقت، غمخواری اور دردمندی کا معاملہ کیا۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت فرما کر شرک کے خرافات و باطل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو آشکار کرنا شروع کیا تو آپ کی دعوت کے خلاف سرداران قریش اس بات پر متحد ہو گئے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت اور اسلام لانے والوں کو طرح طرح کے جور و تشدد اور ظلم و ستم کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی جائے۔ ظلم و ستم کے پہاڑ، بطور تعبیر نہیں بلکہ حقیقتاً توڑے جانے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر پر شکوہ، باوقار، بارعب اور محترم شخصیت کے مالک تھے، لیکن کفار ان مکہ نے آپ کی شخصیت مبارکہ کو تحقیر، تمذیب اور استہزاء کا نشانہ بنایا کبھی۔ ”وقال الکافرون هذا ساحر کذاب“ (۴:۳۸) کہا، تو کبھی ”ویقولون انہ لمجنون“ (۵۱:۶۸) کہا۔ مزید برآں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مبارکہ کو بھی اپنی باطل سرگرمیوں کا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو اپنے دامن شفقت میں لے لیتے ہیں، ان سب کو جاں بخشی کا مزدہ سناتے ہیں، نہایت جاں نواز تبسم کے ساتھ فرماتے ہیں: ”اذہبوا فانتم الطلقاء“ جاؤ تم آزاد ہو۔ (سنن کبری للبیہقی، کتاب الاشرۃ والحد فیہا، باب جواز انفراد الرجل والرجال بالغزو) ”لاتشریب علیکم الیوم“ آج تم پر کوئی ملامت نہیں (سنن کبری للبیہقی، کتاب الاشرۃ والحد فیہا، باب جواز انفراد الرجل والرجال بالغزو). ”الیوم یوم المرحمة“ آج کا دن درگزر اور رحم کا دن ہے (کنز العمال: ۳۰۱۷۳)

جنگ احد میں کفار ان قریش اور مشرکین مکہ نے آپ کے بہت سے جاں نثاروں کے شہید کر دیا جن میں آپ کے انتہائی عزیز اور محبوب چچا حضرت حمزہ بھی شامل ہیں، نہ صرف ان کو شہید کیا بلکہ ان کے جسد مبارک کی بے حرمتی کی، ان کے جسم کے اعضاء کاٹ ڈالے، ان کا جگر چبا کر تھوک دیا۔ اس دل دہلا دینے والے خوفناک منظر کو دیکھنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی، ہر ایک رنج و الم میں مبتلا ہو گیا۔

اس کرب انگیز موقع پر کیا کسی سے خیر خواہی اور ہمدردی کی امید کی جاسکتی تھی؟ ہرگز نہیں، درحقیقت شہداء کا منظر تھا ہی بڑا دل دوز تھا، مگر اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے، سننے والوں نے یہ سنا کہ آپ صلی

کی روایت ہے جو انہوں نے نہیں دہرائی؟ وہ آپ کی دشمنی میں شرافت اور انسانیت کی ساری حدیں پھاند گئے۔

انہوں نے مکہ میں آپ کا سماجی بائیکاٹ کیا، ماہ دو ماہ نہیں، سال دو سال نہیں، مکمل تین سال تک آپ اور آپ کے ساتھی شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ اس وقت انہوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دانے دانے کیلئے ترسایا۔

پھر ہجرت کے موقع پر انہوں نے ننگی تلواریں لیکر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ساری رات گھر کو گھیرے رہے اس انتظار میں کہ آپ گھر سے باہر نکلیں اور وہ سب یکبارگی خون آشام تلواروں کے ساتھ آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ پھر وہ کتنی بار پورے لاؤ لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اور ہر بار ان کی یہی تمنا رہی کہ وہ آپ کے مبارک لہو سے اپنے سینے کی آگ بجھائیں۔

جب اس پوری تاریخ ظلم و ستم کو سامنے رکھتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کی شان کریمی اس طور پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ جب یہی خون کے پیاسے اور ایذا دہندہ دشمن فتح مکہ کے موقع پر انتہائی بے بسی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نہایت فراخ دلی اور کشادہ نظر فی کا معاملہ فرمایا کیونکہ اس وقت بھی ان تمام کی اصلاح ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھی۔ وہ لوگ جو برسہا برس سے آپ کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے درپے رہے

وجہ سے نہیں بلکہ محض) تھک جانے کی وجہ سے چھوڑا ہے، (ابن ہشام: ۳۱۹/۱)

ابو جہل کی اسلام دشمنی کے واقعات سب پر عیاں ہے اس نے ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کریمانہ اور اقدار فاضلانہ سے ان کی اصلاح فرماتے ہوئے ان کے حق میں دعائے خیر فرمایا: ”اللہم اعز الاسلام باصحاب الرجلین الیک: بابی جہل ابو عمر بن الخطاب“ اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو قوت پہنچا (محمد بن عیسیٰ الترمذی: جامع ترمذی، کتاب المناقب)

ان تمام واقعات کی روشنی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا درختاں پہلو یہ ہے کہ آپ بندگان خدا کی اصلاح اور ہدایت کیلئے ہمیشہ مضطرب رہتے، آپ انھیں راہ راست پر لانے کیلئے ہر آن بے قرار رہتے۔ آپ کی اس بے قراری کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے مکہ ایک ایک فرد کے دروازہ پر پہنچ کر اسے قبول حق کی دعوت دی۔ قریش کے سرداروں کو بھی دعوت، مکہ کے غریبوں اور غلاموں کو بھی دعوت دی، مشرکین کی طرف سے ہر طرح کی مخالفت ہوئی، ہر طرح سے حوصلہ شکنی اور دل آزاری ہوئی، روحانی اور جسمانی ہر طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں، مگر آپ مایوس نہ ہوئے، مایوس ہونا تو درکنار آپ کی دردمندی اور بے قراری بڑھتی گئی۔

اللہ علیہ وسلم ان ظالموں کے حق میں اصلاح اور خیر کی دعا فرما رہے ہیں: ”رب اغفر لقومی فانہم لا یعلمون“ خدا یا میری قوم کو معاف فرما، یہ نہیں جانتے ہیں۔ (مسلم: کتاب الجہاد والسیر، باب غزوة احد)

طائف کے سفر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، حضرت جبریل ملک الجبال کے ساتھ حاضر ہوئے اور ظالموں کی پوری بستی کو دو پہاڑوں ابو قیس اور قیقعان کے درمیان ہلاک کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ پیکر شفقت اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بل ارجو ان ینخرج اللہ من اصلاہم من یعبد اللہ وحده لا یشرک بہ شیئا“، نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی آئندہ نسلوں میں ایسے لوگ پیدا کریگا جو خدائے واحد کے پرستار اور شرک سے بے زار ہوں گے۔ (بخاری: کتاب بدء الخلق، باب اذاقال احدکم آمین، والملائکة فی السماء، فوافقت احداہما الاخری غفر لہ ما تقدم من ذنبہ. مسلم: کتاب الجہاد والسیر، باب لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین)

قبیلہ بنی عدی کے ایک خانوادے بنی مؤمل کی ایک باندی مسلمان ہوئی تو حضرت عمر۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس قدر مارتے تھے کہ مارتے مارتے خود تھک جاتے تھے اور اس کے بعد کہتے تھے کہ ”میں نے تجھے (کسی مروت کی

گراں ثابت کر دیا۔ خدا کی ذات پر ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا، ایمان محکم اور یقین جازم سے ان کے دل معمور ہو گئے۔ اور قیامت تک آنے والوں کیلئے یہ درس دیدیا کہ مومن اپنے دین کی حقانیت، ایمان کی حلاوت، اعتقاد کی صداقت اور یقین کی لذت کے سامنے مصائب اور مشاکل کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو انہوں نے ان پیہم ستم رانیوں سے نجات کیلئے مختلف طریقے اپنائے جن میں ایک راستہ ”ہجرت“ تھا۔ کیونکہ جب ظلم کو انتہا کو پہنچتا ہے تو مظلوم اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے دوسرے مقام کا ارادہ کرتا ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت جو بارہ مرد اور چار خواتین پر مشتمل تھی حضرت عثمان بن عفانؓ کی قیادت میں اپنے جان و مال اور دین و ایمان کی حفاظت کیلئے ایک پر امن جگہ حبشہ کیلئے ہجرت فرمائی جہاں شاہ حبش اصمہ نجاشی ایک عادل بادشاہ تھا اور وہاں کے پر امن اور سلامتی کے ماحول میں جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی امید تھی۔ اور دوسری مرتبہ کل ۸۲ یا ۸۳ آدمیوں نے اور اٹھارہ یا انیس عورتوں نے ہجرت کی۔

موجودہ حالات میں ہجرت کا حکم: بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سیرت طیبہ سے ہجرت کا پہلو بھی نکلتا ہے یہ صحیح ہے لیکن اس پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے کیا ہجرت ممکن ہے؟ اور جہاں ہجرت کر کے جانا

صحابہ کرام کی ثابت قدمی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ پر اہل ستم کی چیرہ دستیوں ناقابل یقین حد تک تکلیف دہ ہیں، انھیں ایسی ایسی کر بناک اور وحشتناک اذیتیں دی گئی جن کا ایک مہذب اور متمدن معاشرہ تو درکنار ایک جاہل معاشرہ بھی تصور نہیں کر سکتا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیا جاتا۔ حضرت مصعب بن عمیر جن کی پرورش بڑے ناز و نعمت میں ہوئی تھی، گھر سے نکال دیا گیا اور دانہ پانی بھی بند کر دیا گیا۔ حضرت بلال کو گلے میں رسی دال کر مکے کے پہاڑوں میں گھمایا جاتا اور گرمی شام میں مکہ کے پتھر یلے کنکروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھے جاتے۔ حضرت عمار اور ان کے والدین پر قیامت خیز مصائب توڑے گئے۔ حضرت فکیہہ کے پاؤں کو رسی سے باندھ کر گھسیٹا جاتا۔ حضرت خباب کو دہکتے ہوئے انگاروں لٹا کر پتھر رکھ دیا جاتا۔ بعض صحابہ کو اونٹ اور گائے کی کچی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں دال دیا جاتا تو بعض صحابہ کو لوہے کے زرہ پہنا کر جلتے ہوئے پتھر پر لٹا دیا جاتا۔ ان سفاکانہ اور بے رحمانہ مظالم کے واقعات میں ایک پہلو

جو سب سے نمایاں نظر آتا ہے وہ یہ کہ صحابہ کرام ان تمام مظالم کے باوجود انتہائی حد تک ثابت قدم رہے اور ان کے پائے استقلال میں کوئی جنبش بھی پیدا نہ ہوئی، اور ظلم و ستم کے پہاڑ صحابہ کرام کے صبر اور ثابت قدمی کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے اور قدرت نے انھیں ایمان و استقامت کا کوہ

گزینوں کے مسائل کے سامنے بے بس اور عاجز نظر آتے ہیں اسی لئے تقریباً تمام ممالک نے ان کے سامنے اپنے دروازوں کو بند کر دیا ہے اور کوئی بھی انھیں اپنے ملک میں قبول کرنے تیار نہیں ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ اس وقت تک ہجرت نہیں فرمائی جب تک وہاں کے حالات کشیدہ اور لوگ خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ اور جب یثرب کے حالات تبدیل ہو گئے، مختلف قبائل آپس میں صلح کرنے لگے، امن و سلامتی عام ہونے لگی، عقیدہ و ایمان اور جان و مال کے تحفظ کے امکانات واضح ہونے لگے اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد کی اس روایت میں مذکور ہے:

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل مدینہ کو اسلام کی دعوت دی جن میں بنی نجار، بنی زریق، بنی سالم، بنی عبدالاشھل اور بنی عمرو بن عوف کے بعض لوگ شامل تھے، جب انھوں نے اسلام کی دعوت حق کو قبول کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تمنعون لی ظہری حتی ابلغ رسالۃ ربی؟“ فقالوا: ”یا رسول اللہ! نحن مجتهدون لله ولسؤله، نحن، فاعلم، اعداء متباغضون، انما كانت وقعة بعثت، عام الاول، یوم من ایامنا اقتتلنا فیہ، فان تقدم ونحن کذا لا یکون لک علیک اجتماع، فعدعنا حتی نرجع الی

چاہتے ہیں کیا وہاں ایسی سہولت پائی جاتی ہے؟ جب یہ ممکن نہیں ہے تو صرف ہجرت کے پہلو کا سامنے رکھ کر کہنا مناسب نہ ہوگا۔

زمانہ رفتہ میں مختلف قبائل اور افراد نقل مکانی کرتے ہوئے ایک مقام سے دوسرے مقام رہائش اختیار کرتے تھے، مثلاً اوس و خزرج کے قبائل یمن سے منتقل ہو کر یثرب یعنی مدینہ منورہ میں آباد ہوئے۔ دوسرے مقامات سے تعلق رکھنے والے حضرات کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہنے کا موقعہ عنایت فرمایا۔ جیسا کہ حضرت صہیب رومی ”موصل“ کے باشندے تھے اور ان کے والد ”ابلہ“ کے حاکم تھے، حالات کی ستم ظریفی کی وجہ سے جنگی قیدی بنا کر ”روم“ لے جایا گیا اور وہیں جوان ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی کا تعلق سرزمین ایران سے تھا اور حضرت بلال، حبشی نژاد تھے اور سرزمین حبشہ سے آپ کا تعلق تھا۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ سابقہ زمانوں میں ہر انسان اور ہر قبیلہ آزادانہ طور پر ایک مقام سے دوسرے پر امن اور سلامتی والے ایسے مقام میں سکونت اختیار کرنے کا مجاز تھا جہاں اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے امکانات میسر تھے۔ کیونکہ اس دور میں بلاد عالم کو امن و سلامتی، آبادی اور پناہ گزینوں کے وہ سنگین مسائل درپیش نہ تھے جو آج کے زمانہ میں پائے جاتے ہیں، اور دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ہوں یا عرب ممالک تمام کے تمام پناہ

ہے اگرچہ کہ جزوی طور پر ایسے واقعات پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے مناسب یہ بھی ہے کہ اپنے ہی وطن میں رہ کر اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حالات کو حل کرنے کی پرامن طریقہ پر کوشش کی جائے اور اس کیلئے مسلسل جدوجہد کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس کو اختیار کیا جائے یا اس کے علاوہ قانون کی روشنی میں جو راستہ نکل سکتا ہے اسے اختیار کیا جائے۔ یہ کوشش پرامن اور حق و انصاف پر مبنی ہونی چاہیے کیونکہ کسی بھی مسئلہ کا حل صبر اور جدوجہد سے ہی نکلتا ہے۔

اور دستور ہند جو تمام ملکی قوانین کا منبع ہے ہمیں، اپنے شہریوں کو، اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم آزادانہ طور پر اپنے مذہب اور مخصوص ثقافت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زندگی گزار سکتے ہیں جیسا کہ آرٹیکل نمبر ۱۲۵ اور ۲۹ میں درج ہے:

خیالات اور دین کے آزادانہ اقرار، عمل اور تبلیغ کی

Article 25: Freedom of آزادی
conscience and free profession,
practice and propagation of religion.

Article 25, Caluse (1): Subject to public order, morality and health and to the other provisions of this part, all persons are equally entitled to freedom of conscience and the right freely to profess, practise and propagate religion.

عوامی نظام، کردار، صحت اور اس حصہ کے دیگر اصول کے

عشائرنہ لعل اللہ یصلح ذات بیننا، و موعدک
الموسم العام المقبل“۔ ابھی حالات پرامن نہیں
ہیں، لڑائیاں اور خانہ جنگی جاری ہیں، جنگ بعاث واقع ہوئی
ہے۔ اگر آپ ان کشیدہ حالات میں (مدینہ منورہ تشریف)
لائیں تو آپ کی بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا، اسی لئے
آپ آئندہ سال تشریف لائیں، اس عرصہ میں امید ہے کہ کشیدہ
حالات پرامن ہو جائیں اور خانہ جنگی صلح میں تبدیل ہو جائے۔
(محمد بن سعد: کتاب الطبقات، تحقیق: دہلی محمد عمر، طبعہ

اولی، قاہرہ، مکتبہ خانجی، ج ۱ ص ۱۸۵)

جب مدینہ منورہ کے حالات پرامن ہونے لگے تو ابتداء
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو بطور معلم
بھیجا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف
لے گئے۔

مذکورہ بالا امور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مسلمانوں کو حبشہ کی طرف جو
ہجرت کی اجازت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے
ساتھ جو ہجرت فرمائی اس دور میں وہاں امن و سلامتی اور جان
ومال کے تحفظ کے امکانات واضح تھے۔ اور جہاں ایسی سہولتیں
اور امکانات میسر نہ ہو وہاں اپنے وطن ہی میں رہنے میں جو
رکاوٹیں آرہی ہیں۔ اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ اب
دنیا کے موجودہ حالات میں اس کے امکانات نہیں پائے جاتے
ہیں اس لئے ایک کثیر تعداد کا نقل مکانی کرنا ممکن نظر نہیں آتا

ہے۔

مظلوموں کی دستگیری، عدل و انصاف اور امن و سلامتی کے قیام کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ لوگوں کو رغبت دلائی۔ اس کا ایک روشن باب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلف الفضول جیسے مثالی معاہدہ میں شریک ہونا ہے۔ جبکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک (بیشتر روایت کے مطابق) ۲۰ برس تھی۔

حلف الفضول ظلم و استبداد کے خلاف اور عدل و مساوات کو عام کرنے کیلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل۔ ۵۹۰ء اور ۵۹۵ء کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس میں چند قبائل قریش جن میں بنی ہاشم، بنی مطلب، بنی اسد بن عبد العزی، بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مرہ ”عبداللہ بن جدعان“ کے مکان پر جمع ہوئے۔ کیونکہ وہ سن و شرف میں ممتاز تھے۔ اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ: (۱) ہر مظلوم کی مدد اور حمایت کی جائیگی (۲) کسی کی حق تلفی کو برداشت نہیں کیا جائیگا (۳) مکہ میں ہر انسان کا چاہے وہ مقیم ہو یا مسافر تحفظ کیا جائیگا) ”مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئیگا، خواہ مکے کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، یہ سب اس کی مدد اور حمایت میں اٹھ کھڑے ہونگے۔“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت پر مبنی اس مثالی معاہدہ کو بعثت کے بعد بھی یاد رکھا اور اس کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”ابن جدعان کے مکان میں جو معاہدہ طے

تحت رہتے ہوئے ہر شخص کو خیالات کی آزادی اور دین کو آزادانہ طور پر اقرار، عمل، اور تبلیغ کرنے کا مساوی حق حاصل ہے

اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ: Article 29 protection of interests of minorities.

Article 29, Caluse (1): Any section of the citizens residing in the territory of India or any part thereof having a distinct language, script or culture of its own shall have the right to conserve the same.

ہندوستانی حدود یا اس کے کسی بھی حصہ میں رہنے والے شہریوں کا کوئی بھی طبقہ جس کی ایک مخصوص زبان، رسم الخط، یا اپنی خود کی ثقافت ہو تو انہیں ان کے تحفظ کا حق حاصل ہے

حلف الفضول: انسانیت پر مبنی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک خوشحال اور مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں عدل و مساوات اور امن و سلامتی قائم نہ ہو۔ اور اس کے تمام افراد اور طبقات یکساں اور مساوی درجہ کے حامل نہ ہوں۔ اگر معاشرہ میں کمزور اور پسماندہ افراد اور طبقات کے ساتھ حق تلفی کی جائے اور ان کے حقوق ادا نہ کیے جائے اور وہ معاشرے میں محفوظ اور مامون تصور نہ کرے تو ایسا انسانی معاشرہ مستحکم اور خوشحال نہیں رہ سکتا

مسلمانوں کے باہمی اتحاد، اتفاق اور میل و محبت پر توجہ مرکوز کی، اور جو مسلمان مختلف قبائل کی اکائیوں میں بٹے ہوئے تھے انھیں اسلامی وحدت کی ایک لڑی میں پرو کر متحد کر دیا۔ اسی بھائی چارے اور مواخات کے اغراض کو اجاگر کرتے ہوئے محمد غزالی رقم طراز ہے: ”اس بھائی چارے کا مقصود یہ تھا کہ جاہلی عصمتیں تحلیل ہو جائیں۔ حمیت وغیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کیلئے ہو، نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں، بلندی و پستی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو“ (فقہ السیرۃ: ص ۱۴۰)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مختلف قبائل اور جماعتوں کے درمیان باہمی اتحاد پر زور دیتے ہوئے یشاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر ۱ میں تمام مسلمانوں سے یہ معاہدہ لیا: ”بین المؤمنین والمسلمین من قریش و(اہل) یثرب ومن تبعہم فلحق بہم و جاہد معہم“، یہ معاہدہ قریش کے مسلمانوں اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں کے مابین ہے اور جو ان کے تابع ہوں وہ انھیں میں شامل ہونگے۔ (یشاق مدینہ: دفعہ نمبر ۱)

اور امت مسلمہ کے وحدت کو دفعہ نمبر ۱۹ کو یوں ذکر کیا گیا: ”وان المؤمنین بعضهم موالی بعض دون الناس“ اور ایمان والے تمام لوگوں کے مقابل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

پایا اس میں حاضری کے بدلے اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو میں پسند نہ کرتا“ (سیرت حلبیہ: ۲۱۳/۱)

اس تاریخی معاہدہ کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر (دور) اسلام میں اس عہد و پیمان کے لئے مجھے بلایا جائے تو میں ضرور شریک ہوتا“ (البدایہ والنہایۃ: ۲/۲۹۳)

مواخات اور بھائی چارگی: اسلام کا آفاقی پیغام عدل و انصاف اور امن و سلامتی کا قیام ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ زندگی کے ہر مرحلہ پر چاہے خوشی ہو یا غم، سفر ہو کہ حضر، تنگدستی ہو آسودہ حالی، تعداد میں کم ہو یا زیادہ اور چاہے مخالفت اور عدم رواداری کی مسموم فضا میں ہی زندگی کیوں نہ گزار رہے ہو ہر حالت میں عدل و انصاف اور امن و سلامتی کے پرچم کو بلند کرنے کیلئے آپسی صفوں کو درست کرتے ہوئے باہمی اتحاد اور آپسی اتفاق بہت ضروری ہے۔

اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمانے کے بعد وہ تابناک اور تاریخی قدم اٹھایا جسے تاریخ انسانی ”مواخات“ کے نام سے جانتی ہے، جو اپنی نوعیت کا دنیا میں پہلا طریقہ رہا۔ اور انسانی تاریخ کے صفحات اس جیسی کوئی مثال پیش کرنے سے عاجز نظر آتے ہیں۔

آج کے اس پر فتن دور میں مواخات کے حوالہ سے سیرت طیبہ کا نمایاں باب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کرنا چاہیے اور ان کے جان و مال کا تحفظ، ان کی مذہبی آزادی، ان کے رسوم و عادات کا احترام و دیگر امور کی تعلیم تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے دے رہا ہے۔ جس کی واضح مثال ”میثاق مدینہ“ ہے۔

میثاق مدینہ اعلیٰ ترین دستوری اور آئینی خصوصیات کا مرقع ہے جو انسانی حقوق، قانون کی حکمرانی، اقلیتوں کے سمیت تمام افراد اور تمام طبقات کے حقوق کا تحفظ، خواتین کے حقوق کا تحفظ، معاشی کفالت کا تصور اور دیگر بنیادی اصول کا منبع ہے جو مسلم امہ کی قابل فخر دستوری و آئینی روایت کی حیثیت رکھتا ہے۔

میثاق مدینہ میں مختلف طبقات ریاست کے حقوق و فرائض، ریاست کے مختلف اداروں کے وظائف اور آئینی و دستوری نظم کے قیام کیلئے قواعد و قوانین ہی نہیں بیان کئے گئے بلکہ ان پر عمل درآمد کیلئے اخلاقی و روحانی اساس بھی مہیا کی گئی۔

میثاق مدینہ میں ایک صالح، آئین و قانون کے پابند معاشرے کے قیام کے لئے اخلاقی و روحانی اساس فراہم کی گئی: ”وان البر دون الاثم لا یکسب کاسب الا علی نفسہ“ (آرٹیکل ۴۶) (ریاست مدینہ کے شہریوں سے) نیکی کی توقع کی جاتی ہے نہ کہ گناہ اور عہد شکنی کی، اور یہ کہ جو کوئی جس طرح کا عمل کریگا اس کے اثرات اس کی ذات پر مرتب ہونگے۔

میثاق مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی اور آئینی

آج کے اس پر آشوب دور میں سیرت طیبہ تمام مسلمانوں کو اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ جس طرح صحابہ کرام قبائلی نسبتوں کو پس پشت دال کر متحد ہو گئے تھے آج کے زمانہ میں بھی تمام مسلمان جماعتوں کی وابستگی سے بالاتر ہو کر متحد ہونا بہت ضروری ہے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ اتحاد:

حاضرین قارئین: سیرت طیبہ کی روشنی میں تمام مسلمان چاہے ہو اسلامی ملک میں رہتے ہوں یا غیر اسلامی ملک میں، دارالسلام میں ہوں یا دارالحرب میں انسانیت پر مبنی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنا وطن و دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ باہمی اتحاد اور آپسی اتفاق قائم کرتے ہوئے خوشگوار مراسم استوار کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف اور امن و سلامتی کو قائم کرنے کیلئے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو اتحاد اور اتفاق کی دعوت دی۔ ایک صالح اور پر امن معاشرہ کی تشکیل کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں موجود بھو دی قبائل سے معاہدہ کیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ جہاں مسلمانوں کیلئے کامل رہبر و رہنما ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ تمام اقوام عالم اور ان کی حکومتوں کیلئے مشعل راہ ہے جو انہیں خاص طور پر اپنا وطن کے ساتھ کیسے معاملات

معاهداتی وحدت کا تصور دیا گیا۔ اور تمام فریقوں کو میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر ۲ کے تحت ایک قوم قرار دیا: ”انھم امۃ واحدة ومن دون الناس“ دنیا کے تمام لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شامل تمام فریق ایک قوم ہونگے۔

اسلام جس طرح اتحاد بین المسلمین کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح مسلم اور غیر مسلم کے درمیان اتحاد کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر ۲۵ میں درج ہے: ”وان یہود بنی عوف امۃ مع المؤمنین، للیہود دینہم وللمسلمین دینہم موالیہم وانفسہم الا من ظلم واثم فانہ لا یوتغ الا نفسہ واهلہ“، بنی عوف کے بھودی اور مسلمان ایک قوم ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑیگا۔ (محمد حمید اللہ: الوثائق

السیاسیہ، طبعہ خامسہ، بیروت، دارالنفائس، ۱۹۸۵ء، ص ۶۱) اور جان و مال کی حفاظت کیلئے میثاق پر عمل آوری کے حوالہ سے آرٹیکل نمبر ۳۶ درج ہے: ”وانہ لا ینحجز علی ثار جرح“ اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائیگی۔

میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر ۱۶ میں درج کیا گیا ہے: ”وانہ من تبعنا من یہود فان لہ النصر والاسوة غیر مظلومین ولا متناصر علیہم“، ”اور یہ کہ بھودیوں میں

جدوجہد کا ایک نمایاں باب ہے۔ علاہ ازیں میثاق مدینہ نسل انسانی کا سب سے پہلا دستور اور آئین کا درجہ رکھتا ہے (جدید مغربی دنیا کا آئینی و دستوری سفر ۱۲۱۵ء میں شروع ہوا جب شاہ انگلستان King John نے محضر کبیر (Magna Carta) پر دستخط کئے جبکہ اس سے ۵۹۳ سال قبل ۶۲۲ء میں ریاست

مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک جامع تحریری دستور دیا جاچکا تھا۔ امریکا کا Constitutional Conventio ۱۷۸۷ء میں ہوا، اور فرانس میں قومی اسمبلی نے آئین کی منظوری ۱۷۹۱ء میں دی۔)

عالم اسلام کی شہرہ آفاق اسلامی یونیورسٹی ”جامعہ نظامیہ“ کے اساتذہ و شیوخ کے سامنے زانوںے تلمذ طئے کر کے علمی مراحل مکمل کرنے والے عالمی محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ میثاق مدینہ کے بابت رقم طراز ہے: ”اس دستاویز میں ۵۲ باون جملے یا قانونی الفاظ میں ”دفعات“ ہیں اور اس زمانے کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا وہ ایک انمول نمونہ ہیں“

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۱ء، ص ۷۷)

اسلام اپنے پیروکاروں کو امن و سلامتی اور اتحاد کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی لئے میثاق مدینہ میں شامل تمام لوگ بشمول دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ سیاسی اور

دفعہ نمبر ۳۲ میں درج ہے: ”اور جھنہ کو بھی، جو ثعلبہ کی ایک شاخ ہے وہی حقوق حاصل ہونگے جو اصل کو۔“

دفعہ نمبر ۳۳ میں درج ہے: ”اور بنی شطبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔ اور وفا شعاری ہونہ کہ عہد شکنی۔“

دفعہ نمبر ۳۴ میں درج ہے: ”اور بھو دیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو اصل کو۔“

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: وثائق سیاسیہ، ص ۱۰۳)

مذہبی آزادی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر ۲۵ ذریعہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو مکمل مذہبی آزادی کا تحفظ اور حق عطا کیا: ”وان بھو دیوں کو عوف امۃ مع المؤمنین، للیہود دینہم و للمسلمین دینہم موالیہم وانفسہم الامن ظلم واثم فانه لا یوتق الانفسہ وابلہ“، اور بنی عوف کے بھو دی اور مسلمان ایک قوم ہیں، بھو دیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑیگا۔ (محمد حمید اللہ: الوثائق سیاسیہ، طبعہ خامتہ، بیروت، دارالنفائس، ۱۹۸۵ء، ص ۵۹-۶۲)

مزید طے پایا کہ مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ: ریاست مدینہ میں آباد قبائل بشمول بنی عوف، بنی حارث، بنو ساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو اوس، بنو ثعلبہ اور بنی شطبہ کا فردا فردا تذکرہ کیا گیا تاکہ تمام بھو دی

سے جو ہماری اتباع کریگا اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی۔ نہ ان پر ظلم کیا جائیگا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائیگی۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ: وثائق سیاسیہ: ص ۱۰۱)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عوف کے بھو دیوں کے علاوہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم قرار دیا اور انھیں بھی مدد، مساوات اور ان تمام حقوق کا معاہدہ کیا جو بنی عوف کے بھو دیوں کے حاصل ہے۔

دفعہ نمبر ۲۶ میں درج ہے: ”اور بنی النجار کے بھو دیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔“

دفعہ نمبر ۲۷ میں درج ہے: ”اور بنی الحارث کے بھو دیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔“

دفعہ نمبر ۲۸ میں درج ہے: ”اور بنی ساعدہ کے بھو دیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔“

دفعہ نمبر ۲۹ میں درج ہے: ”اور بنی جشم کے بھو دیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔“

دفعہ نمبر ۳۰ میں درج ہے: ”اور بنی الاوس کے بھو دیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔“

دفعہ نمبر ۳۱ میں درج ہے: ”اور بنی ثعلبہ کے بھو دیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو بنی عوف کے بھو دیوں کو۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑیگا۔“

قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہو۔

کی تشکیل ایک مقتدر، اشتراکی، علمانی، عوامی جمہوریت میں کریں۔ اور اسکے تمام شہریوں کو:

سماجی، معاشی اور سیاسی عدل فراہم کریں، JUSTICE, social, economic and political; اور فکر، اظہار، عقیدہ، ایمان اور عبادت کی آزادی فراہم کریں

LIBERTY of thought, expression, belief, faith and worship;

اور حیثیت اور مواقع میں مساوات فراہم کریں،

EQUALITY of status and of opportunity; and to promote among them all

FRATERNITY assuring the dignity of the individual and the unity and integrity of the Nation.

اور ان تمام شہریوں کے درمیان بھائی چارہ کو فروغ دیں، جو فرد کے وقار اور ملک کے اتحاد اور سلیت کی ضمانت دیں،

حجۃ الوداع: اسلام کی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ عدل و انصاف کی آئینہ دار اور انسانی حقوق، احترام اور وقار کی علمبردار ہے، اسی لئے انسانی جان و مال، عزت و آبرو کے متعلق انسانی حقوق کے اولین اور مثالی منشور ”خطبہ حجۃ الوداع“ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان: ”

مقامی رسوم اور قوانین کا احترام: قبائل کے سماجی اور اندرونی مسائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مداخلت نہیں کی اور مذہبی، دیت اور جواریا پناہ دی اور معاہداتی رکنیت قبیلہ کے ادارات اور زواجات کو برقرار رکھا“

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۹۵) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ انسانی کے اولین دستور ”میثاق مدینہ“ میں تمام انسانوں کو جو حقوق، مساوات، عدل و انصاف، فکر و عقیدہ کی آزادی، تقلید و عادات کی آزادی، اقلیتوں کی مذہبی آزادی، و دیگر آئینی حقوق دیا ہے۔ اگر ہم ان کی روشنی میں دنیا کے دیگر ممالک کے دستوروں کا جائزہ لیں تو وہ ہمیں میثاق مدینہ ہی کی اساس پر قائم نظر آتے ہیں جس کی واضح ترین مثال دستور ہند ہے۔ اور دستور ہند کے مقدمہ یا تمہید میں انھیں حقوق کو اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو تمام دستور کا خلاصہ ہے۔

تمہید دستور ہند PREAMBLE

WE, THE PEOPLE OF INDIA, having solemnly resolved to constitute India into a SOVEREIGN SOCIALIST SECULAR DEMOCRATIC REPUBLIC and to secure to all its citizens:

ہم، جو ہند کی عوام ہیں، ہم نے یہ پختہ عہد کیا ہے کہ ہم ہند

مقام پیدائش یا ان میں سے کسی بھی بناء پر امتیازی سلوک اختیار نہیں کریں گی۔

اسلام اور تعلیمات امن: اسلام بنیادی طور پر امن و امان کی تعلیم اور عدل و انصاف کو ترجیح دیتا ہے، انسانی حقوق میں بلا امتیاز مذہب سب کو مساوی حق دیتا ہے۔ سیرت طیبہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ برائی کا مقابلہ برائی سے نہیں صبر اور پر امن طریقہ سے کیا جائے کیونکہ اسلام نے فتنہ کو قتل سے زیادہ شدید قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”الفتنة اشد من القتل“ (۱۹۱:۲) فتنہ قتل سے زیادہ

سخت ہے۔ ”ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها“ (۵۶:۷) اور زمین میں اسکی درستگی کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔

اسلام نے برائی کو روکنے کے مختلف درجات اور طریقے ذکر کئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان“

(صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان کون انھی عن المنکر من الایمان...)

نئے قانون کے خلاف ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہونے والے موجود احتجاج درجہ ثانیہ کے تحت ہو رہے ہیں۔ دستور ہند میں بھی اس بات کی اجازت ہے کہ عوام حکومت کے

ک لکم من آدم و آدم من تراب“ سے یہ واضح کر دیا کہ تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہے اور حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ اسی لئے تمام انسان اگرچہ عقیدہ اور مذہب میں الگ ہوں لیکن اولاد آدم ہونے کے لحاظ سے ایک ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں: ”بنی آدم اعضائے یک دیگرند“، اعضا مختلف ہوتے ہیں لیکن ان تمام کے ملنے سے جسم بنتا ہے اور اگر کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم متاثر ہوتا ہے۔ ہندوستان کے آئین میں بھی اس بات کی صراحت موجود ہے کہ تمام شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہے اور کسی بھی شہری کے ساتھ دین، نسل، ذات، جنس وغیرہ کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کیا جائیگا۔

Article 15: Prohibition of discrimination on grounds of religion, race, caste, sex or place of birth.

دین، نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش کی بناء پر تفریق پر پابندی

Article 15, Clause (1): The State shall not discriminate against any citizen on grounds only of religion, race, caste, sex, place of birth or any of them.

سرکار کسی بھی شہری کے ساتھ محض دین، نسل، ذات، جنس

آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی، یہ مسجد محض ادائے نماز کیلئے ہی نہیں تھی بلکہ یہ ایک یونیورسٹی تھی جہاں مسلمان اسلامی تعلیمات اور ہدایات کا درس حاصل کرتے تھے۔

اسیران بدر کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کے رائے مطابق فدیہ لینے کا معاملہ طئے فرمایا، فدیہ کی مقدار چار ہزار اور تین ہزار درہم سے لے کر ایک ہزار درہم تک مقرر کی گئی تھی۔ اہل مکہ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے جبکہ اہل مدینہ لکھنے پڑھنے سے زیادہ واقف نہ تھے اسی لئے یہ بھی طئے کیا گیا کہ جس کے پاس فدیہ نہ ہو وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے، جب یہ بچے اچھی طرح سیکھ جائیں تو یہی اس کا فدیہ ہوگا۔ ظاہر ہے یہ تعلیم مذہبی اور اسلامی نہیں تھی۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں آج کے دور میں مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ قانون، اقتصادیات، سیاسیات، تاریخ، دیگر مذاہب کے مطالعہ کے علاوہ مقامی اور عالمی زبانوں کا سیکھنا بھی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اپنی بات کو صحیح انداز میں پیش کرنے، اپنے موقف کو درست طریقہ سے سامنے لانے، اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف جھوٹے پروپگنڈے کو بے نقاب کرنے کیلئے مسلمانوں کا قومی اور بین الاقوامی پرنٹ میڈیا اور خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا میں حصہ لینا ملی اور سماجی ہی نہیں بلکہ مذہبی ضرورت بھی شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے۔ اور دستور ہند ہمیں ان تمام علوم و فنون کے حصول کے

کسی بھی عمل کے خلاف قانونی حدود میں رہتے ہوئے پرامن طریقہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کر سکتے ہیں۔ جس کی اجازت دستور ہند نے بھی آرٹیکل نمبر ۱۹ میں دی ہے:

Article 19: Protection of certain rights regarding "Freedom" of speech, etc.

آزادی بیان وغیرہ کے متعلق بعض حقوق کا تحفظ:

بیان اور اظہار کی آزادی کا حق, Article 19,

Clause (1) sub-clause (a): to freedom of speech and expression.

پرامن اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق, Article 19,

Clause (1) sub-clause (b): to assemble peaceably and without arms.

مذہبی اور عصری تعلیم کی اہمیت: سیرت طیبہ کی روشنی

میں اس بات کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں صرف روایتی تعلیم پر اکتفاء کرنے کے بجائے پیشہ ورانہ تعلیم اور مقابلہ جاتی امتحانات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے مہارت حاصل کریں۔ کیونکہ پیشہ ورانہ تعلیم ایک طرف تمدن کی ترقی کو تیز کرتی ہے تو دوسری طرف معاشی ضروریات کی تکمیل میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا اور بڑا قدم یہ تھا کہ

مواقع بلا امتیاز فراہم کرتا ہے:

Article 16, clause (2): No citizen shall, on grounds only of religion, race, caste, sex, descent, place of birth, residence or any of them, be ineligible for,

or discriminated against in respect of, any employment or office under the State.

کوئی بھی شہری محض دین، نسل، ذات، جنس، ولدیت، مقام پیدائش، رہائش یا ان میں سے کسی ایک کی بناء پر سرکاری ملازمت یا سرکاری عہدہ کے متعلق نا اہل نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے ساتھ اس متعلق امتیازی سلوک ہوگا۔

سماجی اور سیاسی شعور کی بیداری: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ یہ درس دیتی ہے کہ مسلمانوں میں اجتماعی، قومی اور ملی شعور بیدار رہنا ضروری ہے اور وہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کیلئے تعمیری سرگرمیوں میں بھی اپنی حصہ داری ادا کرتے رہے جس سے فساد اور اہل فساد کو پروان چڑھنے کا موقع میسر نہ ہو۔ جس کی واضح مثال تعمیر کعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنفس نفیس شمولیت اور تعمیر کعبہ کے بعد ”حجر اسود“ نصب کرنے میں آپ کی حکمت اور بصیرت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ کی معزز شخصیت

تھے، اس لئے دفاعی معاملات ہوں یا معاشرتی و خاندانی، اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی نہیں تھے۔

مسلمانوں میں سیاسی بصیرت اور دوراندیشی بھی پیدا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے اطراف ہونے والے انقلابات، ملک میں برپا ہونے والے تحریکیں، اور نئے وجود میں آنے والی تبدیلیوں اور قوانین و دیگر نشیب و فراز سے بخوبی واقف رہے۔

دستور ہند اور حقوق آگہی: کسی بھی جمہوری ملک میں دستور کی اہمیت بنیادی ہوتی ہے کیونکہ یہ تمام ملکی قوانین کا منبع، ماخذ اور مرجع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر ہندوستانی شہری کو اپنے حقوق سے واقفیت اور فرائض سے آگاہی کیلئے دستور کے تمام دفعات بالخصوص ”بنیادی حقوق“ اور ”اقلیتوں کے حقوق“ کا جاننا از حد ضروری ہے۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں پر دوسروں کے حقوق متعین کئے ہیں اور حقوق کی ادائیگی کیلئے ان سے واقف ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، زوجین کے حقوق، عزیز واقارب کے حقوق اپنے ماتحت کے حقوق وغیرہ وغیرہ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کلکم راع وکلکم مسئول عن زوجہ“ (بخاری: کتاب النکاح، باب المرأة راعیة فی بیت زوجها) تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا۔

ہوئی اور انگریز ہندوستان چھوڑ کر جانے میں مجبور ہو گئے۔ اس ملک کی آزادی میں تمام مذاہب والوں کا حصہ ہے کسی قوم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جس طرح وہ جدوجہد آزادی میں متحد ہوئے تھے اسی طرح اب ان کا ہندوستان کی بقا و ترقی میں متحد ہونا ضروری ہے۔ مذہب، زبان یا رنگ و نسل کی بنیاد پر انسانوں میں امتیاز و تفریق پیدا کرنا غیر انسانی اور غیر قانونی عمل ہے۔

پیغام: قوم و ملت کو آپسی خلفشار اور انتشار سے بچانے کیلئے آج اس بات کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جا رہی ہے کہ ہم اپنے سینوں کو کشادہ کریں، دوسروں کیساتھ فراخ دلی اور عالی ظرفی کا شیوہ اپنائیں، ایثار و محبت اور عفو و درگزر کے خوگر بنیں، اخوت کی زباں اور محبت کا بیاباں ہو جائیں، دوسروں کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دیں، دوسروں کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھیں اور آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے ساتھ دیگر بنائے وطن کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کریں۔

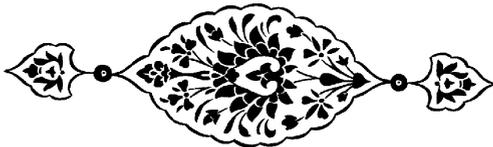
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا

محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

سیرت طیبہ کے حوالہ سے آج کے زمانے میں اس بات کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ان حقوق کا جاننا اور ان سے واقفیت رکھنا از حد ضروری ہے جو انھیں کے متعلق ہے اور انھیں بحیثیت شہری (Indian Constitution) ہندوستانی دستور کے ذریعہ دئے گئے ہے۔ اقلیتوں کے حقوق اور بنیادی حقوق کے متعلق شعور بیدار کرنا اور ان پر سمینار منعقد کرتے ہوئے ملی شعور کو بیدار کرنا آج کے دور کی اہم ضرورت ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ دستور ہند نے جو حقوق اور تحفظات دیے ہیں ان سے واقف ہوں تاکہ اپنے دفاع میں مدد مل سکے اور قانونی راستہ اختیار کرنے میں آسانی ہو۔

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں یہ کہ انگریز نے اپنی جعل سازی سے ہندوستان پر قبضہ کر لیا اور عرصہ دراز تک حکومت کرتے رہے اور ہندوستان کے باشندے خواہ ہندو ہو یا مسلم اپنے ہی وطن میں اجنبی بن گئے۔ لیکن تمام مذاہب کے لوگ اپنے وطن عزیز کی محبت میں یکجا جمع ہوئے اور اس مقصد یعنی ”ہندوستان کو غیر ملکیوں سے آزاد کرانا“ میں متحد ہو گئے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب مل کر جدوجہد کئے، ان کی جدوجہد کامیاب



جدید چیلنجس اور مسلم خواتین کی ذمہ داری

مولانا سید رؤف علی صاحب، صدر مدرس دارالعلوم عربیہ کاؤرم پیٹھ

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَأَذْكُرَنَّ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
وَالْحِكْمَةِ

اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے ان کو یاد کرتی رہو۔

(الاحزاب۔ ۳۴)

مختلف آیات و روایات سے واضح ہے کہ قرآن مجید کے

علاوہ وہ نشانیاں معجزات بھی مراد ہو سکتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع اور کامل عبادت میں دیکھنا چاہتے ہو تو وہ متن قرآن ہے، اگر متن قرآن کو انسانی پیکر میں ڈھالنا چاہتے ہو تو وہ پیکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حکمت کے معنی ہر چیز کو مناسب جگہ پر رکھنا اور قرآن کے حقائق و دقائق اور نکات کو واضح کرنا تاکہ معارف و احکام جن سے نفوس انسانیہ کی تکمیل ہو اور ان تعلیمات پر عمل کر کے

اسلام نے عورت کی جدوجہد کو صرف علم و فکر کے میدان تک محدود نہیں رکھا بلکہ عمل کی وسیع تر فضا مہیا کی ہے۔ علم و ادب میں جیسی پیش قدمی کر سکتی ہے اسی طرح زراعت اور تجارت میں بھی ترقی کا حق رکھتی ہے۔ عورت کو مختلف پیشوں اور صنعتوں کے اپنانے اور بہت سی اجتماعی خدمات انجام دینے کی اجازت ہے۔

اجازت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی سعی عمل کو برداشت یا گوارا کر لیا گیا ہے، بلکہ حرکت اور عمل کے جو داعیات اس کے اندر ابھرتے ہیں۔ زندگی کے جو تقاضے سامنے آتے ہیں ان کو مٹانے و دبانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کی تکمیل کی دعوت دی گئی ہے۔

فرد، گھر، شہر اور ملک کے لوگ برے اعمال سے دور اور اچھے اعمال سے جڑے رہتے ہوں۔

گے۔ (البقرہ۔ ۲۳۰)

عقد نکاح کے ٹوٹنے کی صورتیں

واضح ہو کہ ”طلاق“ کا استعمال عائلی مسائل میں زوجین کے درمیان ایسا اختلاف پایا جائے جو معقول و مناسب کوششوں کے باوجود دور نہ ہو اور جدائی ہی ضروری ہو جائے تو فیصلہ کی مناسب صورت کا نام ہے۔ جس سے ہر دو اپنی زندگی مرضی کے مطابق خوشگوار گزار سکیں اس موقع پر ”طلاق“ شوہر کی طرف سے اور ”خلع“ بیوی کی جانب سے علیحدگی کی صورتیں ہیں۔ جس کے منصفانہ طور و طریق موجود ہیں۔ کتب فقہ میں کافی صراحت اور وضاحت موجود ہے۔

(۱) طلاق: حرام بھی ہے، مکروہ بھی ہے، مباح بھی ہے، مستحب بھی ہے، واجب بھی ہے۔

(۲) حلالہ: یہ طلاق ثلاثہ کی عدت کے بعد عورت کسی غیر مرد سے نکاح کر لے اور اتفاق ایسا ہو کہ وہ وفات پا گیا یا طلاق دیدے۔ اور اس عورت کے لئے ضرورت کسی اور کے عقد میں رہنے کی ہو۔ تو کسی تیسرے شخص کا انتخاب ضروری ہو جانے کی صورت میں۔ پہلے جو طلاق دیا تھا دوبارہ اس کے ساتھ نہا کی صورت مناسب رہے گی؟ یا تیسرے کے عقد میں جائے؟ ایسی صورت میں پہلے طلاق دیئے ہوئے شوہر کے ساتھ رہنے کے فیصلے کا نام ”حلالہ“ ہے۔

(۳) ظہار: اپنی منکوحہ کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دینا ہے جو اس پر حرام ہے جیسے: ماں، بہن، بیٹی وغیرہ (یہ الفاظ طلاق

یہ صرف عہد رسالت یا دور صحابہ تک نہیں بلکہ دین حق اور قرآن تا قیامت رہتے ہیں۔ اس لئے سنت و اسوہ حسنہ نہ صرف باقی رہیں گے بلکہ حجت اور موجب عمل بھی رہیں گے۔

احترام انسانیت

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی تعلیمات کا بنیادی عنصر عورتوں کا احترام ہے۔ تاریخ میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لشکر کی قیادت کرنا حضرت زینب رضی اللہ عنہا معرکہ کربلا کے بعد نوجوان بھتیجے کی حمایت میں علم جہاد بلند کرنا حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا اپنے عہد کی ذہین اور باکمال عورت ثابت ہوئیں، ملکہ زبیدہ کا تاریخ میں نمایاں کردار ادا کرنا وغیرہ

عورت کے لئے عطیہ

قانون، روابط اور معاشرت میں مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَنْ يُقِيمَا

حُدُودَ اللّٰهِ.

(میاں بیوی) دونوں اللہ کے حدود کو قائم رکھیں

کی نیت سے کہے گئے تو ایک طلاق بائن ہوگی۔

(۴) ایلاء : چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک اپنی بیوی کے قریب نہ جانے (جماع نہ کرنے) کی قسم کھانے کا نام ایلاء ہے۔ اور اگر مدت پوری ہو جائے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

(۵) لعان : جب شوہر اپنی زوجہ پر چار گواہوں کے بغیر زنا کی تہمت لگائے۔ تو شوہر قسم کے ذریعہ حاکم عدالت کے روبرو چار دفعہ اس طرح کہے، میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں اس کو لگایا ہوں اس میں، میں سچا ہوں اور پانچویں دفعہ کہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت بھی چار دفعہ کہے کہ مجھ پر جو تہمت لگایا ہے اس میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے اگر تہمت لگانے میں وہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ اس کے بعد حاکم عدالت دونوں میں جدائی کر دے گا۔ یہ ایک طلاق بائن ہوگی۔

مرد کی استثنائی صورت

مرد کے درجہ فوقیت کی وجہ یہ ہے کہ مرد کارزار حیات میں ہمہ تین سرگرم عمل رہتا ہے، اور جسمانی ساخت کی بناء پر بے شمار ذمہ داریاں مرد پر ہیں۔

عمل کے لحاظ سے مساوات

اللہ تعالیٰ کا فرمان: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا وَاللِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ.

جو کچھ مرد کمائیں اس کے مطابق ان کا حصہ اور جو کچھ عورتوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ ہے، ہاں اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرتے رہو۔ (النساء-۳۲)

نیک معاشرہ کے لوازم

اب ہم معلوم کریں گے کہ نیک اور صالح تمدن کے لئے عورت اور مرد کے حیوانی اور انسانی تعلق میں معتدل اور متناسب امتزاج کی صورت کیا ہے۔ جس چیز پر پہلی نظر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام حیوانات کے برعکس انسان کا بچہ نگہداشت اور پرورش کے لئے بہت زیادہ وقت، محنت اور توجہ چاہتا ہے۔ اگر مجرد ایک حیوانی وجود ہی کی حیثیت سے لے لیا جائے تب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی حیوانی ضروریات غذا اور اپنی جان کی مدافعت کے قابل ہوتے ہوتے وہ کئی سال لے لیتا ہے، ابتدائی دو تین سال تک تو وہ اتنا بے بس ہوتا ہے کہ ماں کی پیہم توجہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن بظاہر انسان وحشت کے کتنے ہی ابتدائی درجہ میں ہو بہر حال وہ خالص حیوان نہیں ہے۔ وہ کسی نہ کسی درجہ میں مدنیت (آبادی پسندی) بہر حال اس کی زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ اور اسی مدنیت کی وجہ سے پرورش اولاد کے فطری تقاضے پر لامحالہ دو تقاضوں کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۱) بچہ کی پرورش میں تمام تمدنی مسائل سے کام لیا جائے۔
(۲) تمدنی (آبادی کے رہن سہن والے) ماحول میں پیدا ہوا، وہاں کے تمدنی کارخانہ کو چلانے اور اس سے پہلے والوں کی جگہ لینے کے قابل ہو سکے۔

عورت اور انسانیت

عورت کو نظر انداز کر کے نوع انسانی کے لئے جو بھی پروگرام بنے گا وہ نامکمل اور ادھورا ہوگا۔ عورت، انسانیت کے ایک نصف حصے کی ترجمانی کرتی ہے، تو دوسرے نصف کی ترجمانی مرد کرتا ہے، ایسی کسی سوسائٹی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا جو صرف مردوں پر مشتمل ہو جس میں عورت کی ضرورت نہ ہو، دونوں ایک دوسرے کے یکساں محتاج ہیں، اور ان کے احتیاج کی نوعیت سماجی بھی اور معاشرتی بھی اور جنسی و نفسانی بھی ہے ایک طرف اجتماعی زندگی ان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قدم سے قدم اور شانہ سے شانہ ملا کر کام کریں۔ دوسری طرف جنسی تقاضے ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دامن میں سکون و اطمینان تلاش کریں۔

اجتماعی زندگی اس وقت ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے جب کہ مرد اور عورت دونوں کا سیاسی، سماجی رشتہ بھی ٹھیک ہو اور جنسی تعلق پاک اور صحیح ہو۔

عورت اور عبودیت

عورت بھی عبودیت کے معنی کی حقیقت جانتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہوں۔

(الذاریات - ۵۶)

ہدایت یافتہ مسلمان خاتون کی نظر میں زندگی صرف روز

مرہ کے مروجہ اور مانوس اعمال کا نام نہیں بلکہ زندگی تو ایک پیغام ہے جس میں اس کی عبادت صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اور رضائے الہی کی نیت سے دیگر ضروریات و معمولات والدین، ہمسایہ، خاوند اور اولاد وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک نیز گھریلو امور کو سرانجام دینا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں میں جنسی آدرگی عام ہوئی وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکیں۔ اور تخرید پسندی نے تو کسی تہذیب کو وجود ہی میں آنے نہیں دیا۔

دور حاضر میں اپنے کو ترقی یافتہ سمجھنے والی قومیں بھی موجودہ تہذیب، عورت اور مرد کے درمیان سماجی روابط قائم کرنے میں ناکام ہیں اور جنسی مسئلہ حل کرنے میں بھی یہ غلطی کی ہیں کہ عورت کو اس کے حقیقی مقام سے ہٹا کر مرد کی صف میں کھڑا کر دیا۔ چنانچہ وہ مرد کے میدان میں تگ و دو کرتی نظر آ رہی ہے لیکن اس میدان سے غائب ہے جس کے لئے فطرت نے اس کی تخلیق کی موجودہ تہذیب جنسی جذبات کو اتنا ابھارا کہ انسان کے دل و دماغ پر ان کا ایسا مکمل قبضہ ہو گیا کہ لذت پسندی کا رجحان فروغ پا گیا۔

یہ ہمارا ایمان ہے کہ اسلامی معاشرہ ہی نے عورت اور مرد کے سماجی جنسی تعلقات کیلئے صحیح بنیادیں فراہم کی ہیں۔ اور کامیابی انہی بنیادوں پر حاصل ہوگی۔ یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ ایک مومن کا حق زندگی میں تو رہتا ہی ہے، جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جائے تب بھی رہتا ہے۔ اسلام حق سے وفاداری کا نام ہے۔

عورت کی عظمت اور اہم خدمت

عورت اپنے خون کے ذریعہ نسل انسانی کی پرورش تو کر سکتی ہے لیکن ہل چلا کر، پتھر توڑ کر، زمین کھود کر معاش فراہم کرنا، تیر و تنگ سے دشمن کا مقابلہ کرنا اس کے لئے دشوار ہے کیونکہ قدرت نے اسے آہنی پنچہ اور قوی بازو نہیں دیئے۔ البتہ وہ اپنے سینہ میں مہر اور الفت، ہمدردی و ایثار کے جذبات رکھتی ہے۔ اور یہی خوبی کے سبب بچوں کی پرورش گھر کی سلیقہ مندی وغیرہ عورت کے فرائض رہے ہیں۔ جانوروں کا شکار، زراعت، تجارت، دشمن کی مدافعت وغیرہ مرد بھائے۔ کیونکہ وہ مضبوط دست و بازو اور محنتی و جفاکش ہے۔

عورت و مرد کے درمیان یہ امور اختلاف نہیں بلکہ ان کے جسم اور رگوں و ریشوں کی ساخت کے مختلف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور طبعی و نفسیاتی اختلاف کا سبب بھی یہی ہیں۔ (اور دور جدید کے محققین بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں)

تہذیب کے معمار

زندگی کی گہما گہمی اور نشیب و فراز میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون رہے۔ زندگی کو دونوں سنبھالے، تمدن اور ارتقاء دونوں کے اتحاد سے عمل میں آئے۔ کوئی قوم اور کوئی تحریک ان میں سے کسی طبقہ کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اسی طرح باطل کی ترقی اور استحکام میں بھی دونوں حصہ دار ہیں۔

اسلام کی خوبی

کسی نظام کو وجود نظریات سے ملتا ہے۔ ان نظریات سے واقفیت کے بغیر صحیح نتیجہ پر پہنچنا ممکن نہیں۔

انسان محترم ہے

اگر اسلامی تعلیمات کا لب لباب معلوم کریں تو پتہ چلے گا کہ اسلام انسان کو عظمت اور سر بلندی کی دعوت دیتا ہے۔ انسان کو زوال، ادبار کی پستیوں سے اٹھا کر ایسی بلندی پر پہنچاتا ہے جو حد ادراک سے بھی بہت آگے ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا.

ہم بنی آدم کو زندگی بخشنے اور انہیں خشکی اور تری میں (سفر کے لئے) سواریاں عطا کیں اور صاف ستھری چیزوں کی روزی دیئے۔ اپنی مخلوقات میں بہتوں پر انھیں فضیلت دیئے۔

(بنی اسرائیل - ۷۰)

اس طرح صحیح معنوں میں دنیا کو انسان کی حقیقی عظمت کا احساس دلانے والی کئی آیات ہیں۔

بزرگی اور برتری کا معیار

تفوق اور بزرگی کا حقیقی معیار ایمان اور عمل صالح ہے خواہ انسان مرد ہو یا عورت۔

حقوق

اسلام ترغیبی کلمات اور اخلاقی ہدایات ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے عورت اور مرد کے حقوق و ضوابط کا قانونی طور پر تعین کر دیا۔ اس شانِ اعتدال اور کمال توازن کے ساتھ کہ نہ عورت اپنی زبردستی کی شکایت کر سکتی ہے اور نہ مرد اپنی زبردستی کا اظہار کر سکتا ہے۔

مسلم خاتون کا دائرہ کار

معاشرہ میں مسلم عورت کا کیا رول ہوگا اس کی تگ و دو کس طرح ہو؟

اسلامی اصول و اخلاق کی جلوہ گاہ مدینہ منورہ کی ابتدائی ریاست خالق کائنات کی مرضی کے مطابق قائم کی گئی، تو وہ قوتیں برداشت کرنے آمادہ نہ ہوئیں جن کو شرافت و اخلاق اصلاح و تقویٰ کے فروغ میں اپنا زوال نظر آ رہا تھا۔ اصلاح و سدھار کی مہم کے خلاف فتنہ و فساد کی آندھیاں اٹھنے لگیں ابھی چھ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ مخالفت کا طوفان مدینہ منورہ پر چھا گیا۔ رہ رہ کے یہ گمان ہوتا کہ شاید حق کی یہ شمع بجھ جائے اور باطل دنیا پر قابض ہو جائے یہ فساد مدینہ منورہ کے باہر ہی نہیں اندرون مدینہ بھی نفاق و عداوت کا الا و پوری شدت کے ساتھ بھڑک اٹھا۔ منافقین کی پوری کوشش تھی کہ اخلاق اور خدا ترسی کا یہ پودا مدینہ منورہ میں جڑ نہ پکڑنے پائے۔ ان فاسد کوششوں کا ایک بہت بڑا ہدف عفت و عصمت بھی تھی کہ اسلامی معاشرہ سے اس بنیادی ستون کو ڈھائے بغیر ان کی ہوا و ہوس نفسانی خواہشات کی دنیا آباد نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسی کشمکش میں دانشمندانہ فیصلہ یہی ہو سکتا تھا کہ ملک اور ملت کے ایک فرد کو دشمن کے مقابلے میں کمر بستہ ہونا چاہئے۔ ایسے میں اسلام ملک و ملت کے تحفظ کے لئے اصول و قوانین وضع کئے۔ اس نے مرد کے متعلق فیصلہ کیا کہ اسے فتنہ کا دبدو مقابلہ کر کے اس کا سر پکچنا چاہئے۔ لیکن دخترانِ ملت کو ان کی ماؤں کے واسطے سے حکم دیا گیا وہ اس مہم میں ضرور شریک ہوں لیکن

گھروں کے حصار میں رہ کر دین و ایمان کی غارت گرتو توں کے مقابلے میں لگی تو رہیں لیکن اپنی سیرت و کردار اور عزت و ناموس کو گھر کی پناہ گاہ میں محفوظ رکھتے ہوئے۔

خواتین کے امور کا احترام

زندگی کی تعمیر کا نقشہ جو اسلام پیش کرتا ہے خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے خاندانی نظم و ضبط سے ہو یا معاشرتی آداب سے یا اقتصادی قوانین سے ہو یا اصول تہذیب سے اسلام کسی بھی گوشہ میں عورت کی اس حیثیت کو مجروح ہونے نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال و جان آسائش و راحت کی قربانی کے جذبہ سے کسی مسلمان خاتون کا دل خالی نہیں ہو سکتا۔ شریعت اس جذبہ کی تسکین کا سامان تو کیا، لیکن جدوجہد اور ایثار و قربانی کے رُخ کا تعین کیا۔

وہ اپنا مرکز عمل کبھی چھوڑے گی، لیکن اللہ تعالیٰ سے وفاداری کے عہد کو تازہ کرنے کے لئے وہ گھر سے باہر آئے گی لیکن اسے آباد کرنے کے عزم کو مزید پختہ اور مضبوط کرنے کے ارادہ سے۔

کسب معاش میں مصروف عمل خواتین

ہماری شہری آبادی میں بہت سی عورتیں حدودِ الہی کے دائرہ میں رہتے ہوئے شریعت کی پابندی کے ساتھ رزم گاہ حیات میں بھرپور حصہ لیتی ہیں۔ حصولِ رزقِ حلال کا جہاد کرتی ہیں۔ ان میں وہ بہادر عورتیں بھی ہیں جو والد یا شوہر کو تنہا مفلسی سے جنگ کرتے نہیں دیکھ سکتیں۔ دنیا میں وہ بیوائیں بھی ہیں

(۱) کوئی قوم بزور طاقت مسلط ہو جائے اور تباہ و برباد کر دے۔ (امت مسلمہ پر اس آفت کی چکی چل رہی ہے)

(۲) کسی قوم کے بچوں کو علمی و فکری ورثہ سے محروم کر دیا جائے ایسا کیسے ممکن ہے؟

نئی نسل کی منفی انداز میں ذہن سازی کی جائے۔ جیسا کہ کچھ غیر مسلموں کا بے بنیاد یہ پروپیگنڈہ کہ مسلمانوں کے ظلم سے بچنے کی خاطر ہمارے بڑوں نے اسلام کی قبولیت کا اعلان کئے تھے۔ اب ہم آزاد ہیں۔ اپنے گھر (آبائی کفر پر) واپس جا رہے ہیں۔

جدید تاریخ میں حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کا یہ معقول پر مغز حق شناس جواب۔ وہ ایسی تحریک پر راجپوت قوم سے ایسا گھر واپسی کے اسباب سنے تو فرمائے ہمارے ملک میں بہت سی قوموں میں بنیا برادری بھی ہے، اگر مسلمان ڈرا دھمکا کر مسلمان بناتے تو پہلے بنیا برادری مسلمان نظر آتی۔ جب کہ راجپوت فوجی خدمات انجام دینے والے، کیسے ڈر کر اسلام قبول کئے۔ کیوں اپنے آباؤ اجداد کو بدنام کر رہے ہو؟ یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہندوستان میں کتنے صوبہ دار منصب دار، زمیندار جاگیر دار مسلم گزرے ہیں جن کے ملازم مختلف قوموں سے تعلق رکھتے تھے، لیکن کبھی زور و جبر سے اسلام قبول کرانے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔

یہ بتانا بے موقع نہ ہوگا کہ دور حاضر میں متواتر پیش آ رہے حالات عالم اسلام اور امت مسلمہ کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ غزوہ احد کے بعد قریش مکہ نے نعیم ثقفی کے ذریعہ

جو اپنے پاؤں رکھتی ہوئی کسی پر بوجھ بننا نہیں چاہتیں۔ ان میں وہ لڑکیاں اور عورتیں جو بس مجبور ہیں۔ اور ایسی ہی صورت ہمارے افلاس زدہ دیہات کی بھی ہے۔

ان یا ان جیسے حالات میں مرد اپنے جذبہ غیرت کا بے جا استعمال نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کوئی شخص عورتوں کی کمزوریوں کے تجسس میں نہ رہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمائیں کہ کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے۔ اس سوال میں چھپے جذبات کی رعایت رکھتے ہوئے فرمایا: نعم علیہن جہادا لا قتال فیہ الحج والعمرة۔ ہاں ان پر جہاد ہے لیکن ایسا جہاد جس میں جنگ نہیں ہوتی، وہ حج اور عمرہ ہیں۔ (ابن ماجہ)

نسوانی حقیقت کی حفاظت

عورت کی اصل پوزیشن باقی رکھتے ہوئے اسے معاشی تگ و دو سے مستثنیٰ رکھا گیا تاکہ اسے اپنا یا دوسروں کا پیٹ بھرنے کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے۔

تربیت کیا ہے؟

آدمی کے ذہنی ارتقاء میں ماحول کی موافقت اور تعلیمی سہولتوں سے زیادہ خود اس کی کوششوں کا دخل ہوتا ہے۔

لیکن تہذیب کے ارتقاء میں عورتوں کا حصہ بہ نسبت مردوں کے زیادہ رہا، تربیت دینی دنیوی ہر لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل کام ہے، قوموں کے زوال کی دو جوہات ہیں:

ادب میں جیسی پیش قدمی کر سکتی ہے اسی طرح زراعت اور تجارت میں بھی ترقی کا حق رکھتی ہے۔ عورت کو مختلف پیشوں اور صنعتوں کے اپنانے اور بہت سی اجتماعی خدمات انجام دینے کی اجازت ہے۔

اجازت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی سعی عمل کو برداشت یا گوارا کر لیا گیا ہے، بلکہ حرکت اور عمل کے جو داعیات اس کے اندر ابھرتے ہیں۔ زندگی کے جو تقاضے سامنے آتے ہیں ان کو مٹانے و دبانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کی تکمیل کی دعوت دی گئی ہے۔

پاکیزہ مقاصد کے حصول اور اہم امور کی تکمیل کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، سمندری جہاد پر جنتی انعامات سنیں تو اس میں شامل ہونے کی دعاء کی درخواست کیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سعادت مند جماعت میں شامل ہونے کی دعاء فرمائے۔ (بخاری شریف)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی خالہ کو (دورانِ عدتِ طلاق) بھی خواہی فلاح و بہبود کی ترغیب دیئے۔ (ابوداؤد)

مطلب یہی کہ شریعت عورت کو اس قابل دیکھنا چاہتی ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی خدمت کر سکے۔ اور اس کے ذریعہ بھلے کام انجام پائیں حضرت اسماء بنت خزیمہ

انعام کا لالچ دیکر مسلمانوں کو مرعوب کرنے کی کوشش اس انداز سے کی کہ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا۔ بلاشبہ کافروں نے کہا (تمہاری تباہی و بربادی کیلئے جنگ کا) بڑا سامان تیار کر رکھا ہے سوان سے ڈرو۔

اس دھمکی سے مسلمانوں کے (اصلی جوش نے) ایمان کو بڑھا دیا۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا کفار کے اس طلسم کو مسلمانوں نے توڑ دیا اور کہے وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ کافی ہے ہمارے لئے اللہ اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (آل عمران ۱۷۳)

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا۔ اور ناکام لوٹا دیا اللہ نے کفار کو جب کہ وہ اپنے غصہ میں پتچ و تاب کھا رہے تھے۔ (احزاب ۲۵)

ایسے میں ہماری نسل کی تعلیم و تربیت سے غفلت ناقابل معافی جرم ہوگا۔ اگرچہ اس جاری مسموم فضا سے انحطاط میں سالوں کا عرصہ گزرتا ہے۔ لیکن یہ تنزل ہے کہ جس کا شکار قوم دیمک زدہ لکڑی کی طرح کھوکھلی ہو جاتی ہے۔ ملت اسلامیہ خصوصاً نوجوانوں میں ایسے اثرات ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ امن و سلامتی کا ضامن اسلام اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ ایسی تعلیمات دیا کہ جن پر عمل کرنے سے ان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی بنتی ہے۔ اسلام میں تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

عملی میدان

اسلام نے عورت کی جدوجہد کو صرف علم و فکر کے میدان تک محدود نہیں رکھا بلکہ عمل کی وسیع تر فضا مہیا کی ہے۔ علم و

ایسے ہی مہر کی مقدار محدود کرنا چاہے تو ایک عورت
وَأَتَيْتُمْ أَحَدَهُنَّ فَنَطَرًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا کہہ کر
مقدار مہر کی تحدید کو روکانے پر حضرت عمر فرمائے کہ اس خاتون
نے بحث میں عمر پر غالب آگئی اور کامیاب رہی۔

اظہار حق

خواتین جہاں اپنوں کو حق پر ثابت قدم رکھنا چاہیں وہاں
معاشرہ میں جہاں کہیں بگاڑ دیکھیں اس کو بھی بدلنے اور بگاڑ کی
جگہ صلح و خیر کو قائم کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔

مسلمان خاتون رنج آفریں نہیں راحت رساں
ہوتی ہے

دین حق کی ہدایات کو یاد رکھنے والی خاتون تنگی پیدا کرنے
کے بجائے آسانیاں پیدا کرتی ہے۔ آسانی پیدا کرنے والے
اخلاق ایسا افضل عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے
پسند فرماتا ہے: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ
الْعُسْرَ

اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں۔
(البقرہ۔ ۱۸۵)

سمجھدار مسلمان خاتون کا اہتمام مسلمان شخص مسلمان
خاندان اسلامی معاشرہ اور امت اسلامیہ کے لئے ہوتا تو ہے گویا
وہ اپنے وطن عزیز میں امن و محبت قائم کرنے والی ہوتی ہے۔

مسلمان خاتون کے شعور میں اس ذمہ داری اور
مسئولیت کا احساس ہوتا ہے جو اسلام نے ہر مسلمان مرد اور

رضی اللہ عنہا اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ یمن سے
عطر بھیجتے تھے تو یہ فروخت کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ صنعت و
حرف سے واقف تھیں۔ اس کے ذریعہ اپنے خاندان اور بچوں
کے اخراجات میں تعاون کرتی تھیں۔ (ابن سعد)

حقوق کا تحفظ

اسلامی شریعت عورت کو حقوق و مراعات عطا کی ہے۔
اس سے عورت فائدے بھی اٹھائی اور اٹھا سکے گی۔ جہاں اس
کے حقوق تلف ہوتے یا اس پر زیادتی ہو رہی ہے تو عورت اپنے
حقوق کے تحفظ کے لئے پوری بصیرت کے ساتھ کامیاب
جدوجہد بھی کی اور کرتے رہے گی۔ اسلامی قانون اس کامیابی
کا محافظ اور ضامن ہے۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں خواتین کا کردار

آغاز اسلام کے دور میں جن سعادت مند پر عزم ہستیاں
اسلام قبول کیں، ان میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا خاندان بھی
ہے۔ ان کی والدہ سمیہ بنت خباب رضی اللہ عنہا کو دین اسلام
سے پھیرنے کے لئے ہر طرح کی اذیت دی گئی اور وہ وقت بھی
آیا کہ ابو جہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ لیکن پائے ثبات میں
کوئی لغزش نہ آنے دی۔

فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی (ماقبل قبول اسلام کی) سختی کے مقابلہ میں دین حق پر جو
مضبوط اور پر عزم رہیں اور حضرت عمر کو ہی اپنا راستہ بدلنا پڑا۔

عورت پر تبلیغ اسلام اور اس کے احکامات کو لوگوں تک پہنچانے کے سلسلہ میں عائد کیا ہے۔

انسانی زندگی اور دنیا میں اللہ کی حکمت اور متواتر سنت یہی جاری ہے کہ مرد کی شخصیت عورت سے ممتاز ہے اور اس طرح عورت کی شخصیت مرد سے ممتاز اور نمایاں رہے۔

یہ امتیازی وصف دونوں میں الگ الگ انتہائی ضروری ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر کسی کا دوسرے سے الگ تھلگ کردار اور کام ہے۔ اور یہی امتیازی وصف جنس کی بنیادی ذمہ داری اور زندگی میں اس کی ہم ترین کارکردگی کو جنس کی امتیازی شخصیت کے ساتھ مکمل طور پر مربوط رکھا ہے۔ یعنی مرد کی شخصیت کو عورت سے مکمل جدا رکھا ہے اور عورت کو مکمل طور پر مرد سے الگ رکھا ہے۔

جب مرد اور زن کی زندگی کے اہم ترین امور الگ الگ ضابطوں پر ہیں، تو اسلام ان میں توازن کا خیال رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ربانی قواعد سے بٹنا فطرت کے خلاف جانا ہے۔

جب مسلمان عافیت میں تھے اس وقت اللہ کی شریعت ان میں فیصلے کرتی تھی، مسلم معاشرہ روشنی میں تھا۔ آج مسلمان سے اسلام کا سایہ سمٹ رہا ہے، ہمارے معاشرے میں اسلام کی روشنی مدہم ہو چکی ہے۔ مرد اور عورت کے اوصاف وضع قطع رہن سہن میں انفرادیت اور پہچان مٹتی جا رہی ہے۔ دشمن کی فکری یلغار کا مقصود ہماری نسل کو روحانی شکست سے دوچار کرنا ہے۔ جس میں وہ کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اسلامی

امتیازات مسلم معاشرہ کے اقدار اور روایات مغربی بدکار مشرقی کفار کے مشترک حملوں سے ملت اسلامیہ کج فکری بلکہ

فکری ارتداد کے دھوئیں میں گھر چکی ہے۔ (اللہ محفوظ رکھے)

دعوتِ حق

اللہ تعالیٰ کی عبادت انسان کی ہر مثبت اور تعمیری حرکت میں موجود ہے۔ تاکہ دنیا آباد رہے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ (کلمۃ اللہ) مضبوط و بلند رہے اور زندگی میں اس کا منج دکھائے دے۔ یہ وہی حق ہے جو تمام مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے اور گرد و نواح میں اس کو عام کرنا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے روشنی والی عورت روشن چراغ کے مانند ہے۔

بچوں کی پرورش گھریلو امور کی تکمیل کرنے والی ہی نہیں بلکہ نسلوں کی تربیت کرنے والی قوم کے سپوتوں کو پروان چڑھانے والی، میدان دعوت و تربیت و تعلیم میں قائدانہ صلاحیت رکھنے، زندگی کے مختلف مراحل میں تعمیری سرگرمیاں انجام دینے والی زندگی کی خشکی میں تراوٹ و حلاوت پیدا کرنے والی بھی ہے۔

مسلمان خاتون جس نے اپنے دین کی ہدایات سے کسب فیض کی وہی ترقی یافتہ مہذب بیدار مغز پاک طینت بلند کردار خاتون ہے۔ اسلام سے اس کے سچے اور دائمی تعلق کی وجہ سے اس سے نسبت رکھنے والے غالب ہی رہیں گے۔ اور اس کا وطن ہمہ جہت ترقی کرے گا۔ اب اس اہم فریضہ کو پر خلوص اور پر عزم حوصلے کے ساتھ انجام دینا ہے۔ اس اہم ذمہ داری کو نبھانے کی اللہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاء

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قصيدة في المديح النبوي الشريف

على صاحبه أفضل الصلوة والتسليم

قرظها سيد الأدباء العلامة السيد إبراهيم أديب الرضوي - عليه شآبيب الرحمة -

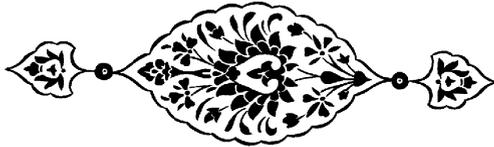
- ١ سُحِرْتُ وَالسَّحَرُ نَفْثٌ مُؤَثِّرٌ بعيني مهابة في سما السحر تزهرُ
- ٢ عَجِبْتُ مِنَ التَّأْثِيرِ فِي سَحَرِ جَفْنِهَا وفي شفيتها لى عقيق محمّرُ
- ٣ أَمَا يَبْطُلُ السَّحَرُ الْعَقِيقَ فَمَا لَهُ و من مقلتها السحر فينا يوتر
- ٤ فَتَادَةُ أَسَارِيهَا الْأَسْوَدُ إِذَا رَنْتِ بمعترك الاشواق باللحظ تأسر
- ٥ لَقَدْ عَرَضْتُ تَخْتَالَ زَهْوًا كَانَهَا يميل بكثبان قضيب منورُ
- ٦ تَقْرَعُ عَيْوُنِي فِي رِيَاضٍ وَصَالِهَا وفي القلب بالهجر الجحيم تُسَعَّرُ
- ٧ مَبْرُقَةٌ بِالْحَسَنِ لَا بِقِنَاعِهَا كشمس الضحى تغشى لمن هو يبصر
- ٨ أَمَا وَالَّذِي لَوْلَا جَلَاهُ بِطُورِهِ لما خرّ موسى مصعقا حين ينظر
- ٩ فَرِيدَةٌ بِحَرِّ الْكُونِ نَزْهَةٌ رَوْضَةٌ البهاء و من يرنو بعينه جوذر
- ١٠ نَهَارٌ لَقَدْ أَلْقَى عَلَيْهِ رِذَاءٌ هُ سطوع بسمك الحسن ليل معبر
- ١١ قَدْ اجْتَمَعَ الْإِسْلَامُ وَالْكَفْرُ مَوْضِعًا و سيف سريجي دجى الكفر يفطر
- ١٢ إِذَا فَتَحْتَ مِنْ تَحْتِ بَرَقِعٍ وَجْهَهَا جمالا فمنها ضاع مسك و عنبر
- ١٣ تَبَسُّمٌ عَنْ دَرِيْحَاكِيهِ لَفْظَهَا متى كشفت عن خاتم الدر ينثر
- ١٤ بِقَامَتِهَا الصَّعْدَاءُ عَرَفْنَا قِيَامَةَ تكون من اذياها اذ تبخر

- ١٥ شربت بخمر من رحيق مقدم طهورا و لمع البرق فى الخمر مُبَصَّر
- ١٦ وَرِيًّا ازاهير الجنان شممتها باردانِ مَنْ مِنْ وجهها الليلُ يقمر
- ١٧ تحارُ برؤياها العيون كما ترى الدموع باحداق العيون تحيِّرُ
- ١٨ خلوت بها ليلا و بين مضجعى من الوصل نيران الفؤاد تسعَّرُ
- ١٩ رأيت كذا رؤيا بمحض تصورى من الحظِّ حيث الحظ كان يُدبِّرُ
- ٢٠ ففى الذوق معنى من مديح محمد نبى الورى لله سيف مذكر
- ٢١ فسبحان من اسرى به وبراقه الى المسجد الاقصى فامسى يكبر
- ٢٢ و منه الى العرش العظيم بلمحة فاصبح منه برقع القرب يسفر
- ٢٣ فما كان الاقاب قوسين مفرقا من الله او ادنى فما السهم يوتر
- ٢٤ فشاهد من نور يزيغ نواظرا ولم تزغ الابصار اذ هو مبصر
- ٢٥ وما كان ثم غيره جلّ شأنه و غير الذي ذاك الجمال المنورُ
- ٢٦ فكان من النورين كل يشاهد الحبيب ووجه السرِّ اذ ذاك مسفرُ
- ٢٧ فعاد الينا هاديا ما هوى من الله ذى الانعام ما ليس يُحصَرُ
- ٢٨ و ناجاه فيما كان او هو كائنُ و اعطاه رب الكون ما هو اجدرُ
- ٢٩ فحاز فخارا ما على ذاك مفخر و جاز علاء ما على ذاك و مظهرُ
- ٣٠ نبى الهدى صدر الرسالة خاتم النبیین من للرّسلِ تاج و مفخرُ
- ٣١ اتى صاحب الادوار والكون طوعه على امره الدوار دوّمًا يدورُ
- ٣٢ كفيل الورى ذو شيمه احمدية طليق المحيا فضله الخلق يغمرُ
- ٣٣ رسول كريم باهر المجد ظاهرُ صبيح وسيم خلقه الخلق ينهرُ

- ٣٢ ومن طاب مرقاه وجلت صفاته عن الظنّ و الا وهام فالكلّ يقصرُ
- ٣٥ و اكرم مثواه و اعلى مقاما و ادناه منه ذو الثنا المتكبرُ
- ٣٦ ويشفى اسمه المحبوب حر غليانا و يجبر ما فى العالم الدهر يكسرُ
- ٣٧ طيب قلوب الوامقين دواؤها و اشفاهم من كلهم فيه يعذرُ
- ٣٨ فيا ايها الهيام صلّو و سلموا على المصطفى المختار ما ذرّ ازهرُ
- ٣٩ حبيب اله العرش سيد خلقه و علة من في الكون يبدو و يحضرُ
- ٤٠ قديم اتا آخرًا برسالة فاعظم به وهو القديم الموحّرُ
- ٤١ شفيع الورى يوم النشور مشفع و غوثهم فيما يهول و ينذرُ
- ٤٢ فاكرم به من شافع متحنّ اذا والدّ عن ابنه ليس يذكرُ
- ٤٣ بيوم يفرّ المرء ممن يحبّ و من هول ما يسجو الذكاء تكوّرُ
- ٤٤ هو البدر فى داج به يهدى الورى و يعرف طرق الحق اذ ما تنكروا
- ٤٥ مُحْيَاهُ طَلَقَ بِالْبِشَارَةِ اِنَّمَا بِهِ الرُّعْبُ قَدْفًا فِي الْقُلُوبِ وَ مَنْ جَرُّ
- ٤٦ و تهدى صلوة الله فى حلّ الشذا الى من له فى قربه الحظّ أو فرُّ
- ٤٧ محمدين الداعى الى الله حكمة و موعظة و الجدل ما منه يجدرُ
- ٤٨ و خير عباد الله من يأت او مضى ربوبية فى كنهه تتصوّرُ
- ٤٩ الم تدر أنّ الخلق اعراض نفسه جميعًا و ذات المصطفى هي جوهرُ
- ٥٠ اتى وهو الدرّ اليتيم دراريا بايات قرآن بنظم تُنثرُ
- ٥١ و بالمعجزات الباهرات وباللتي به خصّها الله الجليل المقدرُ
- ٥٢ تزيد بحسبان على الرمل كثرة و عن عدها الا وهام للحبر تحصرُ

- ٥٣ ولم يدرها غير الذي جَلَّ شأنه
على كُلِّ شَيْءٍ كَيْفَمَا شَاءَ يَقْدِرُ
- ٥٤ لا جلاله في الكفِ سَبَّحَتِ الحَصَا
و ظَلَّلَهُ غَيْمٌ وَمَا هُوَ يَمْطُرُ
- ٥٥ و شُقَّ لَهُ بَدْرُ الدُّجَى وَ تَنَكَّسَتْ
بافواهها الا صنَامُ ظَلَّتْ تَكْسُرُ
- ٥٦ و غاضت بميلاد الشَّريفِ بحيرةٌ
وقاضتْ يَنَابيعَ الهُدَى تَنْفَجِرُ
- ٥٧ و اخمدت النيران في فارسٍ
و زلزل ايوانَ لكسرى مُعَمَّرُ
- ٥٨ و درت له شاةٌ لحيٍّ ولم تكن
حلوبة بيتِ رامها المتغبرُ
- ٥٩ و ناداه ضبُّ مستغيثًا و آنته
ظبيةٌ وَ حَشٌّ وَالْوَحُوشُ تُقَرُّ
- ٦٠ بضوء محيَّاه استضأت مساجدُ
و حنَّ له شوقًا من الجذع منبرُ
- ٦١ و اروى ظمأً من انامل كفه
بحارًا غدت منها الينا بيع تفجرُ
- ٦٢ و كم ابرء الاسقام لمسا و منفئا
لا بدان مرضى فاشتفوا و تعطروا
- ٦٣ ففي شفتيه للمريض شفاء ه
و في راحتيه روحه متصوِّرُ
- ٦٤ سلاله اذكى الناس من ال هاشمٍ
ضيأءُ الورى الزاكي المجيد المطهرُ
- ٦٥ خلاصة اطهار العواتك من كرا
ثم طاب من ارحامهن التطهرُ
- ٦٦ و ان كتاب الله ينطقُ مفصحا
بطه فاكرم بالذي هو اطهرُ
- ٦٧ اجلُّ الورى المحمودُ مصباحِ ظلمةٍ
حميد المساعي اكرم الخلق اخيرُ
- ٦٨ و اشجعهم عند المطار بيد ملتقى
و اوفى هم عند المواعيد افخرُ
- ٦٩ همام جليلٌ هاشميٌ مقدسٌ
و خير الاولي صاموا و ازكى من افطرُ
- ٧٠ و خير رسولٍ جاء في خير امةٍ
بخير كتابٍ منذرٌ و مبشرُ
- ٧١ ذكاء الندى ان ضنَّ نوءٍ مخصب
و اظلم من ليل التجذب اعصرُ

- ٤٢ ويزهو سماح في صباح جبينه عليه دنا ينر النجوم تنثر
- ٤٣ وكم معدم يدعو سرار اياته على الامر اذيل الثراء يجزر
- ٤٤ فطابت له الدنيا وما في اعتابها واحسن بدنيا اذ مع الدين تغير
- ٤٥ وما اقبح الدنيا اذ الدين لم يكن وبتاعها بالدين لا شك يحسر
- ٤٦ وما اعلم المختار لله دره و يتيما و كان المقتدى وهو منهز
- ٤٧ فاعجب بأمي به العلم فاخر فيسر من افضاله ما يعسر
- ٤٨ وخفف لا وزار الاثيم فانه بفرط الذنوب الموبقات يدمر
- ٤٩ فان لم تخفف عنه ما هو و ازر فما حطه عن ظهره يتصور
- ٨٠ وبلغ مرامي يا الهى وانت من يبلغ من والاك مرمى و تنصر
- ٨١ بجاه النبي الهاشمي واله و حرمة من في طاعة لك شمروا
- ٨٢ وصل عليهم ما تنفس روضة صلوة يفوح المسك منها و اذفر



کلام الامام، امام الکلام

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ

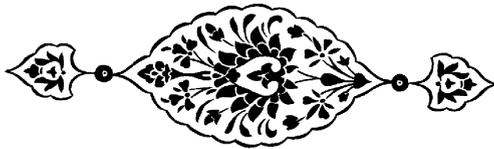
آج کل ایسی زمانہ کی ہوا بدلی ہے
مینہ برستا نہیں ہر چند گھٹا بدلی ہے

ان دنوں کچھ عجب انداز جفا ہیں پیدا
کیوں نہوں خلق نے بھی طرز وفا بدلی ہے

ابر کی طبعِ کریمانہ میں اِمساک آیا
جس طرح طبعِ کریم امرا بدلی ہے

رحم اور جود و کرم اہل کرم نے چھوڑا
اس لئے ابر نے بھی خود سنا بدلی ہے

انورا اہل زمین نے کیا طاعت میں قصور
اس لئے عادتِ آثارِ سما بدلی ہے



نعت ممدوح یزداں صلی اللہ علیہ وسلم

مدحتِ ممدوح رب دو جہاں قرآن ہے
 گلشن ہستی میں جن سے آئی ہے تازہ بہار
 وہ ہوئے پیدا جو رحمت ہیں دو عالم کے لئے
 آمد سرکار پر شاداں و فرحاں ہیں ملک
 یوم میلاد النبی ہی ساری عیدوں کی ہے عید
 چوم کر پائے نبی مکہ مکرم ہو گیا
 نور سے ان کے مزین عرش اور لوح و قلم
 حسن مطلق کی تجلی جس سے ہے جلوہ نما
 وہ حبیب کبریا ہیں، خلق کے محبوب ہیں
 شافعِ محشر بھی ہیں وہ، ساقی کوثر بھی وہ
 دل میں حبِ آل و اصحاب نبی ہے جاگزیں
 آپ کے در پر پڑا ہے یہ ضیائے خستہ جاں
 ذات اقدس آپ کی کتنی عظیم الشان ہے
 ان کے جلووں ہی سے روشن عالم امکان ہے
 جن کی الفت اور غلامی دین ہے ایمان ہے
 قدسیاں مسرور ہیں سب، غمزہ شیطان ہے
 از زمیں تا عرش اعظم جشن کا سامان ہے
 پڑھ کے دیکھو اس پہ شاہد آیت قرآن ہے
 کہکشاں، شمس و قمر سب میں اسی سے جان ہے
 حق کا وہ پیارا نبی ہی عرش کا مہمان ہے
 وہ اگر راضی تو راضی بے گماں رحمن ہے
 حق تعالیٰ کو منانا بھی انہی کی شان ہے
 اور بفیضِ پنجن، قائم مرا ایمان ہے
 اس کی مشکل، اک نظر سے آپ کی آسان ہے

نتیجہ فکر: مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی ضیاء صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

منقبت

بشان شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ قدس اللہ سرہ

فضل باری ہے ، عطائے حضرت خیر الانام
اہل سنت کے دیار ہند میں ہیں آپ امام
ہیں مجدد دین حق کے اور ہیں قطب زماں
کیا عرب اور کیا عجم سب نے کیا ہے احترام
آسمان علم کا سورج افق پر چھا گیا
ظلمتوں کا جہل کی اب غیر ممکن ہے قیام
ہے یہاں درس شریعت اور طریقت کا سبق
اور چھلکتے ہیں مسلسل بادۂ عرفاں کے جام
مستند ہے آپ کا ہر لفظ فرمایا ہوا
ماہرین علم و فن میں آپ ہیں عالی مقام
عشق احمد سے ہے مملو آپ کی تحریریں سب
دل کے آئینے کو جیسے کر گئیں ماہ تمام
قادیانیت کا پہلے آپ ہی نے رد کیا
کانتے ہیں اہل باطل آپ کا لیتے ہی نام
سائنسی تحقیق سے ثابت کیا اسلام کو
اور پھیلا دلیلوں سے خدا کا ہر پیام
مصطفیٰ صلّ علیٰ کی دستخط کے فیض سے
ہر نظامی دین و دنیا میں رہے گا نیک نام
مرکز انوار میں اہل محبت آئے ہیں
بھر کے دامن میرے مولیٰ کردے سب کو شاد کام
یا الہی جامعہ کو شاد رکھ آباد رکھ
مقصد بانی رہے پیش نظر سب کے مدام
منج انوار سے ہر اک ضیاء ہے مستنیر
ہے تمنائی بلا تخصیص ہر اک خاص و عام

نتیجہ فکر: مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی ضیاء صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

جشن تاسیس جامعہ نظامیہ

مرکز رشد و ہدایت مسکن اہل نظر
طالبان منزل حکمت کے خضر معتبر
عرصہ جنگ و جدل میں امن کے پیغامبر
سینہ ارض دکن پر خواہش خیر البشر
دین فطرت کے علمبر دار تیرے بام و در
اہل حق کے واسطے اک معجزہ تو سرسبر
تیری صف میں ہیں برابر بندگان و تاجور
حد فاصل کی طرح ہے تو میان خیر و شر
تیری حکمت نے کیا باہم انہیں شیر و شکر
جن کی نظر خاص سے ذرہ بھی ہو رشک قمر
ابرنیساں کا صدف میں جیسے قطرہ ہو گہر
جیسے کالی رات کے دل میں ہو عکس دوپہر
کر لیا طے ایک سوانچاس برسوں کا سفر
چاند تارے جب تک روشن رہیں افلاک پر
خود کرے تیری حفاظت گنبد بے بام و در
باد صر صر کا کسی صورت نہو جس پر اثر
کود جائے آتشِ نمرود میں جو بے خطر
”نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کا شغری“

مکتب انوار اے سرچشمہ علم و ہنر
تشنگان بادۂ عرفاں کے نہرِ سلسبیل
کفر کی تاریک بستی میں اجالوں کے سفیر
وادی گنگ و جمن میں دارِ ارقم کی مثال
تیرے پرچم نے کیا قائم نظامِ مصطفیٰ
ملک و ملت کے لئے نعمت تری موجودگی
خوشہ چینیوں میں ترے نادر بھی سلطان بھی
خاک میں تیری ہے پنہاں صلح جو کا فلسفہ
جب بھی خطرے میں پڑا اہل حرم کا اتحاد
خانوادوں میں ترے ایسے بھی ہیں روشن ضمیر
آکے ہر ناقص تری محفل میں یوں کامل ہوا
نفرتوں کی آندھیوں میں اس طرح روشن ہے تو
سازشی ذہنوں کو تونے فتح کر کے آخرش
روشنی کا یہ سفر اس وقت تک جاری رہے
تجھ پہ ہوں سایہ فگن سب آسمانوں کے مکیں
گلشن انوار کے پھولوں کو وہ خوشبو ملے
جو کھلے غنچہ یہاں پائے وہ تاثیر خلیل
تا بد جلتی رہیں یا رب نظامی مشعلیں

نتیجہ فکر: شاعر خلیج مولوی حلیل احمد نظامی صاحب مولوی عالم جامعہ نظامیہ حالمقیم دوہ قطر

منقبت

بشان مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

دل ہے علی کا ، دل میں محبت علی کی ہے
 قلب و جگر میں جان میں طاقت علی کی ہے
 گلشن علی کا ، اس میں طراوت علی کی ہے
 غنچے ، شگوفے ، گل میں نزاکت علی کی ہے
 حق ہے علی کے ساتھ ، علی حق کے ساتھ ہیں
 فرمانِ مصطفیٰ ہی فضیلت علی کی ہے
 الفاظ ہیں کہ بحر فصاحت کی موج ہے
 خطبات سے نمایاں بلاغت علی کی ہے
 کیا مال و زر کا ذکر گھرانہ لٹا دیا
 مشہور دو جہاں میں سخاوت علی کی ہے
 ابدال و اصفیاء و قطب ، غوث باصفا
 کل اولیاء میں شانِ ولایت علی کی ہے
 حسین و فاطمہ ترے ، واحد نبی ترے
 اس پر خدا کا فضل و عنایت علی کی ہے

تیجہ فکر: سید واحد علی قادری، نائب شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ



القسم العربي

المنتقى البلاغي من النبي التهامي ﷺ

الأستاذ غلام خواجا سيف الله، عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية

هذا واقع ملموس و ناصع مخصوص أن الحديث المصطفوي الشريف - على صاحبه أفضل الصلوة والتسليم - كان له حجية بالغة و شرعية لامعة لدى الأحكام الشرعية الإسلامية، و هو تفسير للقرآن الكريم، وتشريع للإسلام والملة، و موعظة نافعة للناس والأمة، وبالإضافة إلى ذلك إنه من أسس الفقه الإسلامي، ولا نكال فيه، و مع أنه أدب عال، وكان له مكان غال في المواد الأدبية، وهو يحتوي على جميع جوانب البلاغة وأنواعها -على البيان والمعاني والبديع-. ”... والبلاغة وهي تنبئ عن الوصول والإنتهاء يوصف بها الأخيران فقط، أي الكلام والمتكلم دون المفرد“. ١

فيإنما تلك البلاغة إذا انطلقت من بين ثنايا الرسول خير البرايا - عليه السلام - تنير الأنوار، وتشيع الإشعار، و تثير الآثار، وتنبئ الأخبار، وتقرب الأخيار، و ترشد الأشرار. والحق أنها أحاديث أفصح الناس قاطبة - صلى الله عليه

فإنما تلك البلاغة إذا انطلقت من بين ثنايا الرسول خير البرايا - عليه السلام - تنير الأنوار، وتشيع الإشعار، و تثير الآثار، وتنبئ الأخبار، وتقرب الأخيار، و ترشد الأشرار. والحق أنها أحاديث أفصح الناس قاطبة - صلى الله عليه وسلم - ، وإنها بليغة بأسرها بصيغة مبانيها و جودة معانيها، ولا يسع لأحد أن يعتنى عن سموها، ولا مجال للكلام عن نموها، فإنها وصلت إلى قمة الجبال فصحا و جودا، و بلغت إلى ذروة الكمال بيانا و وضوحا.

وسلم - ، وإنها بليغة بأسرها بصيغة مبانيتها و جودة معانيها، ولا يسع لأحد أن يعتنى عن سموها، ولا مجال للكلام عن نموها، فإنها وصلت إلى قمة الجبال فصحا و جودا، و بلغت إلى ذروة الكمال بياناً و وضوحاً.

الإعجاز المنطقي

إنه كلام نبوي قاله -صلى الله عليه وسلم- ، وهو إعجاز ممتاز له، لم يطق أحد أن يجترئ؛ و يدعي على أنه يأتي مثله، بل إتيان مقتبسات الحديث النبوي في الكلام العربي يرفع سعره، وهو أعذب مقتبس بعد القرآن العظيم وأحلاه، و يجيد كلامه من يقتبس منه، و يمنحه رفيع المستوى. ولا يختلف إثنان أن علوم الحديث الشريف هي من مبالغ اللغة العربية، وأسس الأساليب الأدبية، فإن فيها خلقية فصحة بمرضاة الله العزيز الحكيم، فإنه - تقدس اسمه - يعلي مكانة إعجاز حبيبه - عليه أزكى التحية-، ويقول: "وما ينطق عن الهوى. إن هو إلا وحي يوحى". ٢

الجمال الأدبي

أما أدب رسول الله صلى الله عليه وسلم أدب لغوي متداول، وهو على لغة قريش، وفيها أنزل عليه القرآن المجيد، أدبه ربه -جل وعلا-

فأحسن تأديبا، فما وسع له أن يتلمذ على أحد من العباد، بيد أنه أحلامهم لسانا و أعلامهم بياناً، ولم لا! وهو يقول: جمال الرجل فصاحة لسانه. ذكره العلامة محمد الزرقاني (١١٢٢ هـ) في شرحه على المواهب، وقال شارحا: أى: قدرته على

التكلم ببلاغة و فصاحة، بلا تلثم ولا لكنة . ٣

و جمال فصاحته - صلى الله عليه وسلم - يعجب الأسماع ملائمة، و يبلغ إلى الأذهان مباشرة، ولا سيما يترك السامع لمزيد استماعه غبطة و سرورا، و إذا سمع أصحابه - رضى الله عنهم - إبداعيا؛ اتسعت عيونهم إعجابا، و قد حكى العلامة شهاب الدين أحمد القسطلاني (٩٢٣ هـ) رغبة أصحابه حينما كانوا يسمعون الأحاديث النبوية، فإنهم يسمعون كلاما كريما، و رواها عن أعلمهم، و الرواية هذه: قال أبو بكر: يا رسول الله، لقد طفت في العرب و سمعت فصحاءهم، فما سمعت أفصح منك، قال: "أدبني ربي ونشأت في بني سعد"، رواها

السرقسطي في الدلائل. ٤

و حينما يتكلم رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يسرد كلمات بليغة لم يسمعها أصحابه من قبل، وهو من توفيق الله - سبحانه - ، و قد

وقد قيل أن في هذا الحديث أتى للون بكلمة "أبيض" على بناء التفضيل، وهو ليس بصحيح؛ هذه واردة قالها ممن ليس لهم دراية للأدب العالية، فأجابهم الإمام محي الدين يحيى النورى (٦٧٦هـ) مصرحاً: النحويون يقولون: لا يبنى فعل التعجب وأفعال التفضيل من الألوان والعيوب، بل يتوصل إليه بنحو أشد وأبلغ، فلا يقال: ما أبيض زيداً! ولا: زيد أبيض من عمرو، وهذا الحديث يدل على صحة ذلك، وحنة على من منعه، وهي لغة، وإن كانت قليلة الإستعمال. ٦. التخلي عن التكلف

إنه الأحاديث التي جرت من منطق خير، و الأحاسيس التي لا ساحة لها من لوم ولا غير، وهي كلها معفوة عن التنافر والضير، لا تكثر إطناباً إلا لفائتة، ولا تقصر إيجازاً إلا لفائدة، وهي فارغة عن الزخارف، ولا علاقة لها من اللهو والخزارف، مع أن لقائلها - صلى الله عليه وسلم - أسلوب أسجوع، وله صنعة صافية تخلو عن الغرائب والتصنع، وسجة بريئة من التعقيد والتكلف، وليس من مقالها جهة لدينة وأجر، ولا هي وجهة لحرفة وذخر، ألا وهو كلام للذي أمر من حضرة القدس - سبحانه - ؛ أن يقول: "قال فالحق

روي عن علي بن أبي طالب - رضى الله عنه - أنه قال: ما سمعت كلمة غريبة من العرب - يريد التركيب البياني - إلا وسمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وسمعتة يقول: "مات حتف أنفه" وما سمعتها من عربي قبله. ٥.

المجال الإبداعى

وأحاديث سيد العرب - صلى الله عليه وسلم - كلها توافق أبنية الصرف، وقواعد النحو، وأدب اللغة، وأصول البلاغة بأسرها، بل يجدر أن يقال أنها من مراجعها ومصادرها، فمن كان له درك في فهم كلامه، فهم اقتفوا إثره واجتنبوا ثمره، ومن لم يكن له درك فى الأدب؛ لا يتأتى له الفهم إلى إبداعيته، فإنما هي بليغة وبالغة إلى كنه الأدب والمحسنة، وكما أنه نشأ فى بني سعد، وترعرع فى أعظم القبائل قريش وأعربها، ومثل إبداعه رواية رواها الشيخان فى حديث الحوض: عن عبد الله بن عمرو - رضى الله عنه - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - "حوضي مسيرة شهر، وزواياه سواء، ماؤه أبيض من اللبن، وريحه أطيب من المسك، وكيزانه كنجوم السماء، من يشرب منها فلا يظمأ أبداً." متفق عليه.

-، كلما تكلم نثرا كانما نظم دررا، و حينما اعتنى بالكلام و اجتبي المطالب ؛ اجتنى الأطيب واجتنب الغرائب، وكان لها تأثير كثير، و إشعار أنيق تجعل داعية صالحة لإصلاح الناس و الصلاح ذات البين، وهي أوقع في قلب من نهل بسماعها، و عقل بصفاتها، و قد كانت جوامع كلمه عارية عن التكلف، و عالية عن التصنع؛ مع كونها مقفاة و مزخرفة، و مسجعة و مرصعة، فهي تقتضي أن يزدلف السامع إلى ما يوعظ له من شفتي المصطفى -عليه صلوة الله و سلامه - و يصبح أن يتم عمله في ضوء الموعظة، و أمر الله -جل شأنه - حبيبه -صلى الله عليه وسلم - بالموعظة ذات قول بليغ، و في التنزيل العزيز: " وقل لهم قولاً بليغاً " ١١

و حرر الإمام فخر الدين الرازي -رحمه الله - (٦٠٦ هـ) في تفسيره مفاتيح الغيب دعم شرح قوله تعالى "قولاً بليغاً": أن القول البليغ صفة للوعظ، فأمر تعالى بالوعظ، ثم أمر أن يكون ذلك الوعظ بالقول البليغ، وهو أن يكون كلاماً بليغاً طويلاً، حسن الألفاظ، حسن المعاني، مشتملاً على الترغيب و الترهيب، و الإحذار و الإنذار، و الثواب و العقاب، فإن الكلام إذا كان هكذا عظم وقعه في القلب، و إذا كان مختصراً

و الحق أقول..... قل ما أسئلكم عليه من أجر و ما أنا من المتكلفين " ٧

فيثبت بهذا الأمر الرباني أن ليس له من التكلف شيء في حضرة الرسالة، و لا في كلام صاحبها، و لو كان هناك تكلف لوجب أن مقاله ممزوج من الفصاحة و ما دونها، كما صرح الإمام الفخر الرازي في تفسيره: المتكلف لا يدوم أمره طويلاً؛ بل يرجع إلى الطبع ٨

و في الحديث المذكور أعلاه؛ قاله - صلى الله عليه وسلم - : "فصاحة لسانه" شرحها العلامة الزرقاني بقوله: "الخلقية بلا تكلف" ٩ و عدد الأديب أبو عثمان الجاحظ الكناني

(٢٥٥ هـ) هذه الخلقية المتخلية عن التكلف فنا من الفنون الأدبية، و قال: وأنا ذاكر بعد هذا فنا آخر من كلامه صلى الله عليه وسلم، وهو الكلام الذي قل عدد حروفه، و كثر عدد معانيه، و جلّ عن الصنعة، و نزّه عن التكلف، و كان كما قال الله تبارك و تعالی: قل يا محمد! و ما أنا من المتكلفين. ١٠ القول البليغ

و البلاغة النبوية هي موعظة جذابة، جمال القرآن ينطلق حينما تكلم - صلى الله عليه وسلم

ركيك اللفظ قليل المعنى ؛ لم يؤثر ألبتة في

القلب. ١٢

وذكر الشيخ أبو عبد الله محمد بن أحمد القرطبي (٦٧١هـ) في تفسيره عن كلمة "البليغ"

.....وقد بلغ القول بلاغة، ورجل بليغ يبلغ بلسانه كنه ما في قلبه. ١٣

وهذا من ميزة أساليبه العطرة أنه لا يطيل كلاما، ولا يجعله كاللا، ولا يمل مستمعه ملالا، و كأنه يذيب صافيا وزلالا، كما ذكر عن خطبه الشريفة : وكان - صلى الله عليه وسلم - يقصر

خطبه ولا يطيلها؛ بل كان يبلغ ويوجز. ١٤

جوامع الكلم

وأما جوامع كلمه - صلى الله عليه وسلم - لا تخفى، فإنها من ميزات كماله، ومما أدبه الله

العليم الكليم، ففي هذا الباب عدة أحاديث نبوية ؛ تدل على فضله وكرامته كلاما ومقالا . منها ما

روى الإمام مسلم (٢٦١هـ) فى صحيحه فى كتاب المساجد و مواضع الصلوة عن أبي هريرة -

رضي الله عنه - أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: "فضلت على الأنبياء بست: أعطيت

جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لي الغنائم، وجعلت لي الأرض طهورا و مسجدا،

وأرسلت إلى الخلق كافة، و ختم بي النبيون". ١٥

ما هي الجوامع التي كرمه الله - سبحانه -

بها، وفضله على إخوانه من الأنبياء - عليهم السلام - ؛ فقد ذكرها الإمام جلال الدين السيوطي - عليه

الرحمة - (١١٩٩هـ) فى شرحه لصحيح الإمام، ونقل: قال الهروي - يعنى به القرآن - جمع الله

تعالى فى الألفاظ اليسيرة؛ منه المعاني الكثيرة، وكلامه -صلى الله عليه وسلم - كان بالجوامع

قليل اللفظ كثير المعاني. ١٦

وفى حديث آخر للإمام مسلم ما رواه عن

أبي بردة عن أبيه: وكان رسول الله - صلى الله

عليه وسلم - قد أعطي جوامع الكلم بخواتمه.

١٧

و شرح الإمام النووي فى ظل هذا

الحديث النبوي الشريف: "قد أعطي جوامع الكلم بخواتمه" أي إيجاز اللفظ مع تناوله المعاني

الكثيرة جدا، وقوله "بخواتمه" أي كأنه يختم على المعاني الكثيرة التي تضمنها اللفظ اليسير، فلا

يخرج منها شئ عن طالبه ومستنبطه لعدوثة لفظه وجزالته. ١٨

وعبر عن حسن كلامه، وعدوثة زلاله، وبيان بلاغته الشيخ نصر الدين أحمد حسين

- ٢٠٦، ج٢، ص٢٠٦
٦. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لملا علي القارئ، ج٨، ص٣٥٣٦، حد ٥٥٦٧، المنهاج شرح صحيح مسلم بن حجاج للنووي، ج١٥، ص٥٥
٧. سورة ص ٨٦، ٨٤
٨. مفاتيح الغيب للرازي، ج٣٠، ص٦٠١
٩. شرح الزرقاني على المواهب، ج٥، ص٣٨٤
١٠. البيان والتبيين للجاحظ، ج٢، ص١٣
١١. النساء-٦٣
١٢. مفاتيح الغيب للرازي، ج١٠، ص١٢٤
١٣. الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، ج٥، ص٢٦٥
١٤. جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم، الحديث الثامن والعشرون: أوصيكم بتقوى الله، ج٢، ص٦٥، حد: ١٩١٣
١٥. صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلوة، ج١، ص٣٧١، حد ٥٢٣
١٦. الديداج على صحيح مسلم بن الحجاج للسيوطي، ج٢، ص٥
١٧. صحيح مسلم، ج٣، ص١٥٨٦، حد ٢٠٠١
١٨. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي، ج١٣، ص١٧٠
١٩. إسهام الحديث النبوي الشريف في تذوق الفن البلاغي، موقع
- WWW.MALREP.UUM.EDU.MY
- بأحسن عبارة، وهي هذه: فالرسول - صلى الله عليه وسلم - قد كرمه الله - سبحانه وتعالى - ، وكان أفصح العرب قاطبة؛ بل أفصح من نطق بالضاد، وقد أوتي جوامع الكلم، وهو الكلام الذي قل عدد حروفه، وكثر عدد معانيه، وهو كلام ابتعد عن الصنعة، ونزه عن التكلف والتصنع. وكان -عليه السلام- لا يتكلف القول، ولا يقصد إلى تزيينه، ولا يبغى إليه وسيلة من وسائل الصنعة، ولا يجاوز به مقدار الإبلاغ في المعنى الذي يريده. وهكذا كانت أحاديث الرسول - صلى الله عليه وسلم - وكلامه وأسلوبه. ١٩
١. المختصر على المفتاح للسعد التفتازاني، ص ١٣
٢. النجم ٤، ٣
٣. شرح الزرقاني على المواهب، ج ٥، ص ٣٨٣
٤. شرح الزرقاني على المواهب، ج ٥، ص ٢٩٨، تاريخ آداب العرب، إجتماع كلامه وقلته - صلى الله عليه وسلم - ، ج ٢، ص ١٩٧
٥. تاريخ آداب العرب، تأثيره في اللغة - صلى الله عليه وسلم -



تطور الشعر الحديث

في الجمهورية اليمنية في القرن العشرين

الأستاذ الحافظ محمد بن القريشي عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية

نحمد و نصلى و نسلم على رسوله النبي الكريم الأمين الرؤف الرحيم و على آله و صحبه أجمعين ، أما بعد فهذه دراسة أديبه عن الأدب اليمني ، لغرض من وراء اختيار الشعر اليمني للمقالة فهو قول رسول الله صلى الله عليه وسلم كما بين فضيلة اليمن ، و قال ” الحكمة يمان “ (١) و أضاف أيضاً ، ” ان من الشعر لحكمة “

فاجتمع القولان الكريمان لرسول صلى الله عليه وسلم فى الشعر ، لذا اخترت هذا الموضوع للمقالة كأول خطوة تجاه تعريف أدب هذا القطر العربى الأصيل . إذا ألقينا نظرة خاطفة على الباحثين من الهند نجد أنهم لم يتوجهوا إليه فتشرفت بأنسى مدين لهذا القطر حيث أن أجدادي و آبائى ينتمون الى اليمن ، و جاؤا من هناك الى حيدرآباد . الهند قبل عقود مديدة ،

على كل حال فى الأرض اليمنية كانت توجد سبع قبائل كبيرة منهم حمير و همدان و مدحج و خولان و حضرموت و كنده و مهرة بالإضافة إلى قبائل عديدة و قبائل اقليم تهامة . كما ألقى عليه الضوء الدكتور الزاري ، يقول : من البداهة أن كل قبيلة من هذه القبائل لا تشكل وحدة اجتماعية و سياسية واحدة ، بل القبيلة الواحدة مقسمة إلى يطنون و عشائر ، و كل عشيرة إن لم تكن كل أسرة فيها ، لها كيانه المستقبل فى علاقاتها بجيرانها الحربية و السلمية مما يحقق لها مصلحتها دون النظر إلى المصلحة العامة للقبيلة أو للقبائل الأخرى . وهذا الموضوع فى حاجة الى بسط لأهمية الأوضاع السياسية و لقوة تأثيره على الأحداث التالية.

الأحمر من أهمها وقد سخت لهم الفرضه لجعل ميناء عدن تابعا لمنفذهم حتى لا تمر السفن القادمة و الذاهبة الى الهند والصين إلا تحت إشرافهم و إدارتهم (٢)

على كل حال فى الأرض اليمنية كانت توجد سبع قبائل كبيرة منهم حمير و همدان و مدحج و خولان و حضرموت و كنده و مهرة بالإضافة إلى قبائل عديدة و قبائل اقليم تهامة . كما ألقى عليه الضوء الدكتور الزاري ، يقول : من البداهة أن كل قبيلة من هذه القبائل لا تشكل وحدة اجتماعية و سياسية واحدة ، بل القبيلة الواحدة مقسمة إلى يطون و عشائر ، و كل عشيرة إن لم تكن كل أسرة فيها ، لها كيائها المستقبل فى علاقاتها بجيرانها الحربية و السلمية مما يحقق لها مصلحتها دون النظر إلى المصلحة العامة للقبيلة أو للقبائل الأخرى . وهذا الموضوع فى حاجة الى بسط لأهمية الأوضاع السياسية و لقوة تأثيره على الأحداث التالية (٣)

الجوانب الاعتقادية فى اليمن : فقد إستعرضت حال أهل اليمن فى عقائدهم قبل الإسلام و إنهم كانوا موزعين بين آلهة شتى فمنهم من كان على دين اليهودية أو النصرانية المحترفين

استوطنوا فى مدينة حيدرآباد و حولها خاصة فى منطقة باركس ، و يقال لها الآن حضرموت ، بسبب سكان العرب ، و ثقافتهم العربية ، و عاداتهم العربية ، و أزياء هم اليمنية ليس فرق إلى اليوم بينهم و بين اليمنيين ، حتى فضلهم الملك النظام السادس و السابع لقواتهما بسبب شجاعتهم و وفيتهم على الاخرين . هذا فضل الله يؤتیه من يشاء . فهذه الدارسة اعتبرها مساهمة متواضعة حيث أنها لبنة أولى بهذا المضمار . و إننى قد وقفت لحد كبير لتعريف المجتمع الهندى العربى عن ادب قطر و مجتمع حضاري عريق فى العالم العربى .

الايضاح السياسية فى اليمن : يقول الدكتور عبدالرحمن الشجاع فى كتابه : كانت اليمن حال ظهور الاسلام تجاوزه ثلاث قوى سياسية كبيرة لكل منها طريقها فى ادارة المناطق التى تحت نفوذها ، وهى الفرس و الروم و القوى القبلية المختلفة ، فأما الفرس يعرفون بالأبناء الذين ظلوا يكمون معظم مناطق اليمن منذ أن غلب سلطانهم على اليمن عام ٥٧٥ م و قد تم لهم نتيجة تلك المنافسة الشديدة إلى صلة بين الفرس و الروم على قدر ممكن عن الأرض . و كان منفذ البحر

والسرايا التي خرجت داعية إلى الإسلام (٥) الشقافة اليمنية! . يقال أن ثقافة اليمن غزيرة و غنية هه بمختلف الفنون الشعبية من رقصات و أغانى و الزى الحلى تختلف من منطقة لأخرى تعود بأصولها لعصور قديمة جداً، ولها دور فى تحديد معالم الهوية اليمنية و قوميتها (٦) .

تطور الأدب اليمنى المعاصر : ١٩٠٠ - ١٩٦٣ م يمكن أن نطلق على هذه المرحلة من الناحية الموضوعية مرحلة التمرو و النورة، و من الناحية الفنية مرحلة تاكيد الذات، فلم يعد الأديب اليمنى فى هذه المرحلة متأثراً و لا متفاعلاً فحسب مع الأدبية و النفية التى مع الأدبية و الفنية التى تشهدا الساحة الأدبية العربية، ولكنه أراد أن يعلق عن وجوده الأدبى، و يقدم نفسه بأسلوبه الخاص ' نتيجة لما شهدته الساحة اليمنية من تطور حركة المد الثورى، و ما شهدته الساحات العربية من حركات التحرير فقد كان الصوت الواقعى أبرز الأصوات حضوراً فى الساحة الأدبية اليمنية إلى جانب عدد من الأصوات الرومانية و بعض الكلاسيكية النضال.... اليمنى فى الشعور الحديث فى القرن العشرين :

، و منهم من كان على المجوسية و ان كانوا قلة، و منهم من كان فى ثنية فهم يعتقدون أن الله خالق لهذا الكون و مع هذا فقد اتخذوا له شركاء و صارت الأصنام و الأوثان التى تعبد مع الله فى كل قبيلة و فى كل عشيرة. كما ذكر الدكتور فى تاريخه (٤)

ذكرنا فى هذا النص الأحوال التى كان عليها أهل اليمن قبل دخول الإسلام فنعرف معرفة كاملة ما حدث من تحول بعد الإسلام فى هذا الجانب الهام، لأن العقيدة هى الأساس الذى تقوم عليه الحياة .

أثر الإسلام على المجتمع اليمنى : ان تحول اليمن من الجاهلية إلى الإسلام لم يكن مجرد نزهة و إنما واجه عناءً شديداً أفراد المسلمين الأوائل من أهل اليمن . و بذلوا جهوداً قصارى فى سبيل حصول الإسلام و تحقيق هذا التحول، و قد قسمت هذه المرحلة و سيلتين .

و الوسيلة الأولى : هى وسيلة الدعوة عبر الدعاة و الرسائل الموجهة إلى زعماء القبائل اليمنية الكبيرة، و هذه الخطوة ابتدأت من مطلع العالم السابع الجهرى .

الوسيلة الثانية : هى وسيلة الدعوة بالمبعوث

ظلت اليمن في عزلة فرضتها الظروف الواقعية حتى منتصف القرن العشرين إذ يسطر الاستعمار البريطاني على الجنوب مكبلاً الحياة الثقافية فيه ، وظلت الإمامة في الشمال قابضة على أنفاس الأدب و جائمة على صدور المثقفين اليمنيين لا يستطيعون الفكاك من أسدها .

ولذا خلست المؤتمرات الأدبية من صوت الشاعر اليمني ، وارتسمت في أذهان العرب علامات استفهام كثيرة حول البلد العربي الثاني الذي لا يعرفون عنه شيئاً . و كانت في اليمن آنذاك حركة ادبية شملت الشعر والقصة المرحية كما وار فيه الصراع بين القديم والجديد (٨) لقد ناضل شعراء اليمن طويلاً بسلاح الكلمة فأثار شعرهم الهمم وهياً النفوس

ليلقظة بل للثورة ضد طغيان الإمامة و في هذه الأيام متأثرة بالثورة والمشاكل العديدة التي لا تجدر بالبيان .

المراج :

(١) الحديث النبوي صلى الله عليه وسلم (٢) تاريخ اليمن في الإسلام . الدكتور عبدالرحمن لشجاع (٣) تاريخ مدينة صنعاء . الدكتور الرازي (٤) تاريخ اليمن ص : ٢٣١ المصدر السابق (٥) نفسى المصدر ص / ٦٢ (٦) ثقافة اليمن ، عبر الشبكة (٧) تطور الأدب اليمني . الدكتور احمد العزى صغير (٨) الأدب و النصوص لوزارة التربية و التعليم من الإمارات .



إسهامات شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى فى الإطار العالمى

د. سعيد بن مخاشن

الأستاذ مساعد بقسم اللغة العربية وآدابها، جامعة مولنا آزاد الأردنية الوطنية

إن حياة شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله سلسلة متصلة الحلقات من الأعمال الجادة والمآثر القيمة التى حظيت بإعجاب الناس فى الشرق والغرب، فشهدت الهند بوجه عام وهضبة الدكن بوجه خاص نهضات متداركة متلاحقة، ووثبات متبارية متسابقة. ولما كانت الأمة العربية تغط فى سبات عميق من الأمية والتخلف، نشأت فى العالم العربى مجموعة من الحكومات والحركات الدينية والمؤسسات العلمية ونخبة من أعيان البلاد والشخصيات الكبار من العرب والأجانب لنشر العلوم والفنون ودفع عجلة النهضة إلى الإمام نحو المؤسسات الدينية والمدارس الإسلامية والإرسالات التبشيرية الكاثوليكية والبروتستانتية والإرسالية الأميركية، وتستغرق الخدمات والنشاطات عدة أعوام وعقود، فأورقت حديقة

إن هممة شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله اتجهت أولاً ما اتجهت فى ربوع الهند إلى إنشاء المؤسسات العلمية لأنه كان يعتبر تدهور أبناء البلاد بشكل عام والمسلمين بشكل خاص فى مجال التعليم سبباً رئيسياً لانحطاطهم فى كل مجال، فركز عنايته الخاصة على تأسيس المؤسسات العلمية، وبذل مساعيه المكثفة فى تشييد المؤسسات الدينية والعصرية، بالإضافة إلى مكافحة الأفكار الضالة والمفاهيم الباطلة، كما غرس بذور الفكرة الإسلامية فى المجتمع الإسلامى فى طول أرض الهند وعرضها.

عجلة النهضة إلى الأمام ولتحقيقها، لأنها على مدى العصور والقرون مفتاح التقدم والحضارة للأمم الراقية والدول المتطورة، فما من أمة تسلمت عليه انفتحت لها أبواب واسعة، وتوسعت لها آفاق فسيحة، واحتضنت النهوض التربوي والانبعث الحضاري، وبلغت به إلى ما لا يتلخ إليها بل لا تدرك شأوها بقية من أخواتها بل غلبت عليها وسيطرت عليها في كافة المجالات العلمية، والأدبية، والسياسية، والاقتصادية، والاجتماعية. فالمدارس والمعاهد رحب خصب تتنافس فيه العقول وتتجادل فيه الألباب وهي الملجأ الذي تستقر فيه النفوس، وتهدأ إليه الأفتدة، فما من طالب أو مطلوب، باحث أو مبحوث، عالم أو معلوم إلا وهي ملاذه وملجأه.

فأنشأت في العالم العربي للازدهار العلمي الفعلي في منظور النهضة العلمية عدة مدارس والجامعات، من ذلك: مدرسة الطب التي أسست 1826م في عهد محمد علي، ومدرسة الحقوق، ومدرسة المعلمين، ومدرسة الفنون والصناعات، ومدرسة دار العلوم (1871م) في عهد إسماعيل. أما الجامعات الكبرى، ففي بيروت الجامعة الأميركية عام 1866م، والجامعة

النهضة الحديثة في العالم العربي وتنوعت أزاهيرها وأثمرت أشجارها. وشهدت مدينة حيدرآباد تلك النهضة العالمية بفضل جهود شخصية واحدة عملاقة ألا وهو شيخ الإسلام الإمام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله.

المؤسسات العلمية: نظرا إلى أهمية المؤسسات العلمية ودورها في الحياة البشرية لم تنزل الحكومات بشكل عام والشخصيات الكبار بشكل خاص تقدم مجهوداتهم المضيئة في إنشاء المؤسسات العلمية وتشيد المعاهد الدينية منذ قديم، وذلك لتدريس العلوم الدينية وتهيئة الطلبة لتبليغ أحكامها في كثير من القرى وعديد من البلاد ليتنور العالم بأنوارها الساطعة ويشرق بضيائه الباهر. إن هذه الأمور لعبت دورا حيويا في تشييد المؤسسات في بلاد الهند، ودفعت شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله على إنشاء المدارس والجامعات والمعاهد والمؤسسات في مختلف مناطقها لتحاذي مسيرته مسيرة البلاد العربية.

ولا خلاف في ذلك أن المؤسسات العلمية والمدارس التعليمية خطت خطوات جلية في دفع

فى ذلك أن شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله كان دافعا أساسيا فى تأسيس الجامعة العثمانية وتحقيق اللغة الأردية كلغة رسمية لتدريس العلوم الحديثة والفنون العصرية من جانب، ولغرس الحضارة الإسلامية فى الجيل الجديد عن طريق اللغة من جانب آخر، وكما يتبين ذلك أكثر وضوحا ما ذكره مير أحمد على خان من الأسرة الملكية الآصفية عن دافعة إنشاء الجامعة العثمانية ويوضح فيه تأثير جلالة الملك من شيخ الإسلام وغرسه بذور العلوم والفنون إلى جانب اللغة الأردية فى قلب جلالة الملك مير عثمان على خان فيقول: "قد دفعه (الآصف السابع) شغفه بالعلم والأدب الذى بلغ إلى ذروة الكمال قبل اعتلائه العرش وجعله متقنا فيها، وأستاذه (شيخ الإسلام) المولوى محمد أنوار الله الفاروقى خان بهادر الذى كان عالما بارعا وكاتبا قديرا، وخلف المآثر العلمية والمؤلفات الأولية فى اللغة الأردية. (1)

الجامعة النظامية: إن شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله قام بتأسيس المدرسة الإسلامية عام 1292هـ الموافق 1874م لترويج العلوم ونشر الفنون وسماها "المدرسة النظامية"

اليسوعية، وجامعة القديس يوسف عام 1874م، وفى مصر الجامعة المصرية عام 1906م، وفى دمشق الجامعة السورية فى عهد فيصل بعد الحرب الكونية الأولى.

إن همة شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله اتجهت أولا ما اتجهت فى ربوع الهند إلى إنشاء المؤسسات العلمية لأنه كان يعتبر تدهور أبناء البلاد بشكل عام والمسلمين بشكل خاص فى مجال التعليم سببا رئيسيا لانحطاطهم فى كل مجال، فركز عنايته الخاصة على تأسيس المؤسسات العلمية، وبذل مساعيه المكثفة فى تشييد المؤسسات الدينية والعصرية، بالإضافة إلى مكافحة الأفكار الضالة والمفاهيم الباطلة، كما غرس بذور الفكرة الإسلامية فى المجتمع الإسلامى فى طول أرض الهند وعرضها للوقوف أمام التيارات الضارة ومساوى الثقافات الأجنبية الغربية المتعارضة فكرا وروحاً مع الأوامر الإسلامية والأصول الدينية.

إن مدينة حيدرآباد شهدت "الجامعة العثمانية" التى حذت حذو الجامعات العصرية العربية لتحقيق النهضة العلمية فى البلاد الهندية، ولا ريب

بمجهوداته القيمة حتى جعل أهل الهند وغيرهم يعتبرون "الجامعة النظامية" ويعبرونها بمثابة "الجامع الأزهر" بمصر نظرا إلى دورها الريادي وتقديرا بنشاطاتها القيمة وخدماتها الباهظة في نشر العلوم الإسلامية والمعارف الدينية. كما يبدو ذلك جليا من انطباعات "السيد ميهيو" المستشار العلمي أنه كان يعتقد أن مسيرة الجامعة النظامية بحيدرآباد تسير بمحاذاة مسيرة الجامع الأزهر بمصر كما يقول: "هذه مدرسة ممتازة يراعيها (شيخ الإسلام) مولوى محمد أنوارا لله (رحمه الله) واللجنة الأخرى، ومسيرتها العلمية تسير بمحاذاة مسيرة الجامع الأزهر في تعليم العلوم الشرعية وتثقيف المعارف الدينية وتسليح الفنون الإسلامية، يتعلم فيها زهاء أربعمئة طالب من بين مختلف الأعمار، ويأوى الطلبة إليها من أرجاء نائية، إضافة ما تقدم المدرسة من عناية خاصة واهتمام بالغ بأوضاعهم الحياتية ومرافق الحياة من سكن ومأكل وملبس مجانا، وتتحول هذا المدرسة إلى جامعة وطنية في الأيام الآتية" (٢)

وكذلك يوضح سعادة الدكتور سيد محي الدين زور منزلة الجامعة النظامية قائلا: "إن الجامعة النظامية التي أسسها شيخ الإسلام محمد

يمنا وبركة بـ"المدرسة النظامية" التي ببغداد التي انبثق من ثناياها أشعة العلوم التي أنارت العالم كله. ولعل شيخ الإسلام أراد بذلك أن تقتفى هذه المدرسة على دربها، وتؤدي دورا بارزا على صفحات التاريخ، وتترك على جبهة التاريخ آثارا علمية خالدة ومآثر باقية. فشهد العالم على الرغم من مرور السنوات ودوران الأمانة أتراحا وأفراحا، صعودا وانحدارا لم تزل ولن تزال إن شاء الله تعالى تزدهر النظامية وتتقدم حتى أصبحت من المدرسة النظامية "الجامعة النظامية"، وجعلت نفوس أهل العلم والفضل تتوق إليها، والأفئدة تهوى إليها، والقلوب تطير إليها من كل فج عميق، وظلت جماعات طلبة العلم تتدفق إليها من طول أرض الهند وعرضها نحو ولايات كيرالا، تامل نادو، كرناتكا، مهاراشترا، مديه برديش، عجرات، راجستان، دلهي، بهار، أترابرديش وما إلى ذلك من الهند الشمالية، هذا بالإضافة ما كان يفد إليها حشد من الدول العربية والإسلامية والعجمية نحو: سرى لنكا، إيران، أفغانستان، بخارى، سمرقند، الكويت، الشام، واليمن وفلسطين وما إلى ذلك.

وقد حقق شيخ الإسلام رؤياه العلمية

حزيمها فى نشر العلوم وبث الوعى العلمى فى طول الهند وعرضها بوصف عام وهضبة الدكن بوصف خاص لأنها مركز البحث والتحقيق فى جانب ومركز إحياء التراث العلمى فى جانب آخر، وساعده فى ذلك العالم الكبير ملا عبد القيوم، وسيد حسين بلغرامى عماد الملك، واستقر رأى الثلاثة على تأسيس مركز للحفاظ على المخطوطات العربية فى مختلف العلوم والفنون. وقد بدأت الفكرة فى قلب شيخ الإسلام محمد أنوارا لله الفاروقى رحمه الله أولا حينما كان مقيما بالمدينة المنورة لأداء الحج والزياره، وكان يقيم الشيخ فى الحرم الشريف أو فى المكتبات، واشتغل هناك بنقل النواذر من المخطوطات لمكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت والمكتبة المحمودية بالحرم النبوى الشريف، وكان من أهم المخطوطات التى استنسخها كنز العمال للشيخ على المتقى، وجامع مسانيد الإمام أبى حنيفة النعمان، والجواهر النقى على سنن البيهقى، من هنا جاءت فكرة تأسيس المركز لطبع هذه النواذر القيمة.

وأسس المجلس العلمى، وكان النواب مير وقار الأمراء أول رئيس له، وقدم المجلس

أنوار الله الفاروقى -مألت سجلات العالم بخدماتها المشكورة، ولم تنزل تنور أرجاء العالم بأشعائها العلمية، وهى تسير فى الدكن بمحاذاة مسيرة الجامع الأزهر بمصر." (٣)

إحياء التراث العلمى: ومن أهم مراكز إحياء التراث فى العالم العربى التى أفضت جهودها فى إخراج الكتب الهامة، وشمرت ساقها لنشر التراث العربى والإسلامى والأدبى واللغوى التى لم تر النور قبل، "جمعية المعارف" التى تأسست عام 1868م، و"لجنة التأليف والترجمة والنشر" التى تأسست عام 1941م. أما فى البلاد الهندية فقد أنشأ شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله فى مدينة حيدرآباد "دائرة المعارف العثمانية" عام 1888م التى تفوقت على كافة مراكز إحياء التراث العلمى بنشاطاتها العلمية وخدماتها المشكورة. لأنها تعد مركزا كبيرا لإحياء التراث العربى كما تعد مركزا عظيما للبحث والتحقيق بالإضافة إلى مركز الطبع الذى يساهم مساهمة جادة فى إخراج الكتب الهامة.

إن الفضل يرجع فى تأسيس الدائرة إلى شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى فضيلت جنغ رحمه الله وهو شخصية عملاقة دنامكية شدت

مدينة حيدرآباد "دار الترجمة" التابعة للجامعة العثمانية التي ساهمت مساهمة جادة في نقل العلوم والفنون إلى اللغة الهندية الأردية فنشطت حركة النقل والترجمة، واهتم العلماء والأدباء بنقل التراث العالمي إلى اللغة الأردية، وكان لهذه الحركة أشد الأثر على فتح الأبواب وتوسيع الآفاق أمام أهالي البلاد الهندية، وذلك لما اتخذت رؤيا الجامعة العثمانية صورة عملية، وتبوت اللغة الأردية منزلة اللغة الرسمية للدراسة العليا في الجامعة العثمانية، واستقدم جلاله الملك الأساتذة البارعين والفضلاء المتصلعين في مجال الدراسة حينما مست الحاجة قبل كل شيء أن تقام دار الترجمة والتأليف، فأصدر جلاله الملك المفدى على تأسيس "دار الترجمة"، وأعلن المرسوم الملكي على 14 سبتمبر عام 1917م، وأجرى لها المساعدة الخطيرة، فترجمت الكتب العلمية العديدة وذلك بفضل مراقبة سمو الملك الصارمة وتشجيعه للعلماء والأدباء، وكان هدف "دار الترجمة" الرئيسي ترجمة الكتب وتأليفها، حيث صرح المولى عبد الحق القيم بدار الترجمة: "إذا لم يكن في شعب نشاط عمل ونهوض قدم وجودة فكر فالأمر ظاهر

اقتراحا لتأسيس دائرة المعارف إلى النظام السادس مير محبوب على خان، وأحس النظام أهمية الحفاظ على المخطوطات وتم إصدار مرسوم ملكي لموافقة الحكومة على تأسيس دائرة المعارف النظامية عام 1308هـ-1888م.

وإن الدول العربية وإن كانت قد عرفت المطابع في القرن التاسع عشر إلا أنها اهتمت بطباعة الكتب القديمة المتوافرة لديها، بينما استهدفت "دائرة المعارف العثمانية" التنقيب عن المخطوطات والمؤلفات العربية وتحقيقها وطباعتها ونشرها في أرجاء العالم العربي. فقد اقتنت دائرة المعارف المخطوطات النادرة سواء كانت نسخا أصلية أو صوراً مصغرة من المكتبات العالمية والدول الأوروبية والعربية، وتطبعها بعد ما تقوم بالتصحيح وكتابة الهوامش، وبذلك ساهمت في المحافظة على تراث علمي ضخم ومنعت ضياعه و تلفه، وقدمته إلى مختلف الأجيال صحيحاً.

النقل والترجمة: أما في مجال الترجمة فقامت في مصر "مدرسة الألسن" مجهوداتها المشكورة بالإضافة إلى "مدرسة دار العلوم"، و"مدرسة الزراعة"، و"مدرسة عين طورة". "كذا نرى في

والمجمع الملكي للغة العربية بمصر وما إلى ذلك شهدت حيدرآباد مجعما لغويا تابعا لدار الترجمة ولعب دورا بارزا في إثراء اللغة. بعد تأسيس "دار الترجمة" دعت الترجمة طبعا إلى تشييد "مجلس وضع المصطلحات" لوضع الألفاظ والمصطلحات، والمحافظة على سلامة اللغة الأردية وجعلها وافية بمطالب العلوم والفنون في تقدمها، وملائمة على العموم لحاجات الحياة. يقول الدكتور منظر عباس الرضوى: "إن الاصطلاحات في الأصل هي ألفاظ وكلمات تستعمل لمعنى معين، ويحصل منها علم خاص، كاصطلاحات جغرافيا، وفلسفة، وعلم النفس، وعلم الاقتصاد، والرياضيات، والهندسة وغيرها. ولحل هذه القضية والمشكلة أنشء في هيئة دار الترجمة "مجلس لوضع الاصطلاحات" حافل بالأخصائيين، ودونت هذه اللجنة قواعد قيمة أساسية لوضع الألفاظ والاصطلاحات."

وقال سلطان العلوم جلالة الملك مير عثمان على خان: "وقد أنشئت "دار الترجمة" الملحقة بالجامعة العثمانية لتدوين الاصطلاحات العلمية والفنية التي لم تكن ميسرة في لغتنا، فأنا أرحب مع المسرة والبهجة باللجنة التي دونت القواعد

وباهر أن تاليفاته تافهة ناقصة، لا نجد فيها علوا ولا ندرية ولا ثروة، فالخدمة الكبيرة اليوم للأمة هي نقل العلوم والفنون التي اقتنيت بشكل الكتب والمؤلفات باللغات الأجنبية إلى لغتنا بالترجمة، فإن التراجم تتغير بها الأخيلة والأنظار، وتتأثر القلوب والأفكار، وتزيل بها الأمية، وتدفع الركود والجمود والبطالة، وتزداد المعرفة وتنشأ الحركة الجديدة، وتأتى أمام أعيننا الأساليب الحديثة المتنوعة. فالترجمة أكبر نفعاً وأكثر فائدة من التأليف الجديد. فهدف هذه الجمعية ليس بعبارة عن تأليف الكتب الدراسية فقط، بل من واجباتها أن تترجم الكتب الأجنبية، وتؤلف الكتب في كل فن وعلم.

وبهذا الطريق تنشأ في الناس رغبة العلم وشوقه، ويسطع نور العلم في البلاد، والأمية ليست عبارة عن عدم الوقوف على شيء، بل هي في الأصل بؤس، وشقاء، ووقاح، وضمك النفس، وضيق النظر، وسوء الخلق. فإبعاد الناس عن مثل هذه الجهالة والسيئة جهاد عظيم، وعمل ينفع". (٢)

المجامع الغوية: ولما ظهرت المجامع اللغوية في العالم العربي نحو مجمع اللغة العربية بدمشق،

تحتويان عشرات الآلاف من المطبوعات القيمة والمخطوطات النفيسة النادرة في مختلف العلوم والفنون وشتى اللغات والآداب.

المكتبة الآصفية : إن شيخ الإسلام رحمه الله كان يرى أن المكتبات وخزائن الكتب من أهم الوسائل العلمية التي تقوم على قوامها النهضة العلمية، لأنها تحتوى بين جنبها آفاقا فسيحة الأكناف، وأبوابا وسيعة الأطراف، توصل المتعلمين والقراء ، وتبلغ الباحثين والأدباء إلى أهدافهم العلمية المرجوة وأغراضهم الأدبية المنشودة، المتمسكين بحبل المطالعة، والبحث، والتحقيق، والحوار، والنقاش فى مختلف الموضوعات والمجالات.

ولما ازداد إقبال الناس على القراءة جعل الناس يتهافتون على وسائل التعليم ويتزودون من مناهلها، فمن ثم أنشأت المكتبات العامة ودور الكتب لصيانة الكتب العلمية والآثار الأدبية والمخطوطات النادرة المتفرقة فى أماكن عديدة، وكانت الكتب قبل ذلك مقصورة فى المكتبات الخاصة من قصور الأمراء ودور العلماء . ومن بين المكتبات الهامة التى تحتضنها مدينة حيدرآباد بل تفتخر باحتضانها، وينهل أهل العلم والأدب

والضوابط لوضع الاصطلاحات على أساس تعميم الفائدة، فصار استعمالها سهلا فى كل لغة هندية، فهذا العمل الجاد والسعى البليغ له أهمية مليه كبرى فى البلاد كلها. (٥)

المكتبات العلمية : وإلى جنب ذلك كله أنشئت فى العالم العربى لتحقيق النهضة العلمية خزائن الكتب والمكتبات لصيانة الكتب والآثار المطبوعة والمخطوطات النادرة، ومن أشهرها "المكتبة الظاهرية " بدمشق عام 1878م، و"دار الكتب " بمصر فى عهد محمد على، و"المكتبة الأزهرية " عام 1879م، و"المكتبة الشرقية" ببيروت عام 1880م، ومكتبة جامعة بيروت الأميركية . كما كان لكل رواق من الأورقة الموجودة فى الأزهر مكتبة كان يطلق عليها "كتبخانه"، بالإضافة إلى ذلك وجدت المكتبات الخاصة مثل مكتبة بيت الشواربى حيث وجدت فيها أندر الكتب وأغلاها ثمنا . وإن شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله قد خلف آثارا عديدة لتحقيق النهضة الحديثة ومحاذاة مسيرتها فى البلاد الهندية فى مجال خزائن الكتب والمكتبات العلمية، منها : "المكتبة الآصفية" عام 1891م، و"مكتبة الجامعة النظامية" اللتان

أرجاء العالم .وهناك عديد من الشخصيات الكبار الذين استفروا وسعهم في اقتناء الكتب من بينهم شيخ الإسلام، وعماد الملك، والمولوى جراغ على، والأمير الأعظم يارجنغ، والحكيم سيد محب حسين، والحكيم سيد قاسم بيچافورى وغيرهم.

دافعة الإنشاء: ويقول قداسة المفتى ركن الدين رحمه الله إن شيخ الإسلام أخبره عن باعثة إنشاء المكتبة الآصفية: "إن النسخة الخطية للمحيط السرخسى (فى الفقه الحنفى) كان يمتلكها حكيم محمد جعفر خان، بعد وفاته حصل عليه القاضى دلاور خان يدا بعد يد، ثم ضاعت وسرقت من لديه، ولما علمت بذلك تولانى الأسف الشديد، واختلج ببالى حبذا لو أنشئت المكتبة لصيانة المخطوطات ومنع يد التلف فيها، فذكرت ذلك ملا عبد القيوم فوافقنى فى ذلك، وعدّها من مسؤوليات الحكومة، ثم أتى ملا عبد القيوم عند عماد الملك مشير مدار المهام وحرّضه على إنشائها فرضى بذلك حتى أرسيت قواعد المكتبة الآصفية عام 1308هـ.))

وبعد سقوط الدولة الآصفية عام 1948م تحولت مملكة النظام إلى ولاية حيدرآباد ثم إلى

ويعلمون منذ أمد مديد من معينها الحثود ليس من أبناء البلاد الهندية فحسب بل من كل فج عميق من العالم، هى "المكتبة الآصفية" التى سميت اليوم بـ"مكتبة الولاية المركزية"، وهى مكتبة كبيرة فخمة عامرة زاخرة بالمطبوعات القيمة والمخطوطات النفيسة النادرة فى مختلف العلوم والفنون، وشتى اللغات والآداب، كما تعد من الأعمال العظيمة لجلالة الملك مير عثمان على خان الآصف السابع.

وكان شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله دافعا أساسيا فى تشييد هذه المكتبة الفخمة من حيث أنه رآها تقدر على دفع عجلة النهضة العلمية إلى الأمام، وساعده فى تحقيق هذا الأمر ملا عبد القيوم رحمه الله، فتم تأسيسها عام 1891م وجمعت فيها الكتب القيمة من المطبوعات والمخطوطات فى جميع العلوم واللغات لإجراء الدراسة والبحث والتحقيق. وأصدرت الحكومة الآصفية لها المساعدة المالية فى تقدمها وازدهارها، فجعلت مكتبة عامة رسمية، ومنحها محبو العلم والأدب مكتباتهم الثمينة. وقد اشتربت لها المطبوعات والمخطوطات والمكتبات لبعض الأصحاب من

المعارف الإسلامية بمصر وغيره، واشترى لها أيضا الكتب الدراسية في مختلف العلوم والفنون واللغات من دور النشر.

كانت مكتبة الجامعة تعرف أولا باسم "إمداد المعارف"، ثم أهدى شيخ الإسلام نفائس كتبه من مكتبته الخاصة التي كانت باسم "أنوار المعارف" في حياته، ونظمها في مكتبة واحدة فصارت مجموعة المكتبتين: إمداد المعارف وأنوار المعارف، فارتفع أمرها وعظم وفرها وأصبحت مكتبة الجامعة مكتبة كبيرة ممتازة بين زميلاتها في أنحاء العالم، وهي تحتوى على المؤلفات المتعددة والمصنفات المتنوعة في العلوم المتضاربة والفنون المتباينة، وما زالت هذه المكتبة تنمو وتزداد وفرادى بما يضاف إليها بالشراء والهبات والاستنساخ والنقل بالتصوير الشمسى. وفيها قسم للمخطوطات العربية والفارسية والأردية، ويوجد فيها قسم لمساهمات ومقالات الباحثين من أبناء الجامعة ومن سواهم الذين قدموها لنيل شهادة الدكتوراة، كما يوجد فيها قسم للكتب الدراسية توفرها الجامعة للطلبة في بداية كل عام ويردونها في ختام العام الدراسي.

مراكز نشر العلوم وطبعها: وشهدت البلاد

ولاية أنذرا برديش، والآن ولاية تلنغانه، فجرت فيها التعديلات والتغييرات من جديد. وأدخلت في إدارة الحكومة الولائية بأنذرا برديش وغير اسمها فسميت بمكتبة الولاية المركزية، وبدأت أمورها بنظام جديد.

مكتبة الجامعة النظامية: وللجامعة النظامية مكتبة كبيرة عامرة، تعد هذه المكتبة من أشهر المكتبات وأثمنها بحيدرآباد، ومعظم كتبها في العلوم الإسلامية كما تحمل بين جنبها العلوم المتضاربة والفنون المتباينة، نحو: التفسير، والحديث، والفقه، وأصولها، والعقيدة، والتاريخ، والسير، والمنطق، والفلسفة، والتصوف، والأخلاق، والأدب والشعر، والفلكيات، والطبيعات وغيرها.

قام بتأسيسها شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله وكان مولعا باقتناء الكتب القيمة وجمع نفائسها فجمعها بصرف كثير بالابتعا، واقتنائها بالاستنساخ أيضا. وحصلت لهذه المكتبة الكتب المهداة والمستودعة من العلماء والأمراء، ومن جمعيات النشر والتوزيع كدائرة المعارف العثمانية، ومجلس إشاعة العلوم، ومجلس إحياء المعارف النعمانية، ومن وزارة

التي أقامها محمد علي عام 1821م، وما إلى ذلك عديد من المطابع.

مجلس إشاعة العلوم: أما في مدينة حيدرآباد فقد أسس شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله على نفس المنهج لمواكبة مسيرة النهضة العلمية مؤسسة "مجلس إشاعة العلوم" التي نهضت بعبء الجهود المكثفة في مجال طبع المؤلفات القيمة، ونشر المصنفات العلمية، وأصدرت عدة كتب دينية وأدبية في اللغة العربية بالإضافة إلى اللغة الإنجليزية واللغة الأردية واللغة التلجوية، وتؤدى خدماته بكل بجد ونشاط بينما لم تعش المطبوعات الأخرى كثيرا، وذلك لما أحس شيخ الإسلام رحمه الله أن تشييد مؤسسة "مجلس إشاعة العلوم" من أهم الوسائل التي تبث العلوم وتنشر الفنون، وتجعل في مقدرة البشر الحصول على المصنفات العلمية والمؤلفات الأدبية، وتساهم مساهمة جادة في تزويدهم بالعلوم الشرعية والمعارف الإسلامية بعد أن كان الكتاب يكلف تكلفة باهظة وفادحات متباينة ومشقات كبرى للحصول على نسخة واحدة، وبينما حرمت منه الطبقات الفقيرة وبقيت ترزح تحت جهل الظلمات. فقام شيخ الإسلام رحمه

العربية عدة مطبوعات لمواكبة مسيرة المستجدات والعصر الحديث نحو مطبعة "دير قزحيا" بלבنان عام 1610م، و"مطبعة حلب" التي أنشأها البطريرك اثناسيوس الرابع الدباس عام 1702م، (التي توقفت عملها عام 1711م)، ومطبعة "دير الشوير" بלבنان بفضل الشماس عبد الله الزاخر عام 1734م، و"المطبعة الأميركية" من أهم المطابع في بلاد لبنان تأسست في بيروت عام 1834م، و"المطبعة السورية" أنشأها خليل خورى في بيروت عام 1857م، و"المطبعة الشرقية" عام 1858م لصاحبها ابراهيم النجار، و"المطبعة الوطنية" عام 1865م لصاحبها جرجس شاهين، و"مطبعة المعارف" لبطرس البستاني و خليل سر كس.

أما في دمشق استقدم حنا الدوماني عام 1855م أول مطبعة حروف عرفت باسم "مطبعة الدوماني" أو "مطبعة دومانية" أصدرت عدة كتب أدبية ودينية قبل أن تتوقف عام 1885م. و"مطبعة ولائية سورية" أنشأتها الدولة العثمانية عام 1864م، و"مطبعة عسكرية" اهتمت بمطبوعات الجيش، لكنها لم تعش طويلا.

وفي مصر "مطبعة بولاق" أو "المطبعة الأهلية"

ينال من الحكومة على سبيل العلم والدين. (٤) مع أننا نريان المطابع الأخرى التي أقامتها الحكومات وأعيان البلاد توقفت في بضعة أعوام كما نرى على سبيل المثال "مطبعة حلب" لم تعش كثيرا، و"مطبعة دومانية" لم تعمر كثيرا، و"مطبعة عسكرية" توقفت في بضعة أعوام وما إلى ذلك، لكن مؤسسة "مجلس إشاعة العلوم" التي أرسى قواعدها شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله لم تزل ولن تزال إن شاء الله عز وجل تؤتى أكلها كل حين منذ نشأتها، وتقدم خدمات متواصلة ونشاطات متعاقبة.

بسبب هذه المجهودات القيمة والأعمال الجادة التي قام بها شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله تحققت النهضة العلمية الحديثة في مدينة حيدرآباد، وتبوت منزلته مرموقة بين البلاد الهندية والدول العربية نحو: مصر، ولبنان، والشام بل تحولت إلى بغداد العصر العباسى التي شهدت تطورات علمية ونهضات ثقافية دون أن تفقد الطابع الإسلامى فى مشوارها الازدهارى كما يقول الكاتب الشهير وعالم العلوم الاجتماعية والحضارية الأستاذ "غوستاف لوبون" الفرنسى فى كتابه "حضارات الهند" معربا

الله بتشيد "مجلس إشاعة العلوم" الثامن عشر من شهر شوال سنة 1330هـ الموافق للخامس عشر من شهر نوفمبر سنة 1912م.

بائعة التشيد: ولما شاعت تأليف شيخ الإسلام رحمه الله فى جميع البلاد، وعرف الخواص والعوام غزارة علمه ونبوغ دراسته أخذوا يستفيدون من تأليفه الاستفادة، وتلقت تصانيفه قبولا هائلا بين الأوساط العلمية وازدادت الحاجة إليها، ففكر شيخ الإسلام رحمه الله فى إقامة جمعية لطبع الكتب وإشاعة العلوم الشرقية بها. كان فى بداية الأمر تطبع الكتب على نفقته، وتباع على ثمنها الأصلى بدون شىء من الربح والمنفعة، وربما كان يعطيها للأصدقاء وأهل العلم بغير ثمن أو مع الخصم، وبعض الأحيان لا يبقى بيده شىء من المال، فيؤدى ذلك إلى تأخير طبع تصانيفه فكان يتأمل كثيرا بطبعها. فالله تبارك وتعالى هيا له أسبابه وأزال هذا المانع حيث أمر الملك المعظم أن يعطى لشيخ الإسلام خمسمائة روبية فى كل شهر لطبع الكتب ونشر العلوم الدينية والمآثر الإسلامية. فاغتنم هذه المنحة وعزم على إنشاء الجمعية المستقلة التى تعرف باسم "مجلس إشاعة العلوم"، وإنه وقف كل ما

- انطباعاته عن مييزات مدينة حيدرآباد بين البلاد الأخرى": وتشتمل دولة النظام الكبيرة (التي هي أوسع دول الهند شبه المستقلة) على جميع القسم الأعلى من "الدكن"، وعاصمتها "حيدرآباد" الإسلامية من أكثر مدن الهند وقفا للنظر، فيه تصلح مثالا لما كانت عليه عواصم الشرق، كبغداد في عهد المسلمين العرب.
- وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين
- ١ - مير احمد على خان : خدمات أردية في العهد العثماني ، ص ١٤٠
- ٢ - مقالة السيد مولانا فصيح الدين النظامي :
- جريدة رهنمائی دکن ، ١٥ يونيو ١٩٩٥ م
- ٣ - مقالة السيد مولانا فصيح الدين النظامي :
- جريدة رهنمائی دکن ، ١٥ يونيو ١٩٩٥ م
- ٤ - . پروفیسور محمد سلطان محی الدین : علماء العربیة و مساهماتہم فی الادب العربی فی العهد الاصفجہی ، ص ٤٨٧
- ٥ - المصدر السابق : ص ٤٨٩
- ٦ - مفتی محمد رکن الدین : مطلع الانوار ، من ٧٥
- ٧ - . پروفیسور محمد سلطان محی الدین : علماء العربیة و مساهماتہم فی الادب العربی فی العهد الاصفجہی ، ص ٤٩٤



شذرة ذهبية

من شذرات شرح الرضوي لامية العرب

إقتباس من أطروحة علمية مقدمة من الدكتورة أسماء بنت فضيلة الشيخ محمد حسن هيتو - حفظهما الله (من دولة الكويت) - إلى الجامعة النظامية لنيل درجة الدكتوراة في الأدب العربي. وذلك على شرح "لامية العرب" للشنفرى مخطوط محفوظ بالمعاني اللطيفة واللطائف النفيسة لسيد الأدباء العلامة إبراهيم الأديب الرضوي - رحمه الله تعالى - أستاذ اللغة العربية بالجامعة النظامية والجامعة العثمانية.

القصيدة شرحاً مميزاً، ولم يتعرض للنحو والإعراب إلا في مواضع قليلة، بخلاف الزمخشري الذي شرح اللامية معتمداً على الإعراب لفهمها، و تابعه كثير من الشراح على ذلك .

اعتمد الرضوي في شرحه للقصيدة على فهمه الخاص، ولم يكن مقلداً لغيره من الشراح وذلك لتبحره في لغة العرب، وتمكنه منها، فشرح

فإني لما فرغت من شرح لامية العرب للشنفرى الأزدي على ما سنح لي من إفادة طلاب الأدب العربى سنة ست و خمسين بعد الألف و ثلاثمائة من الهجرة رأيت أن أقول قصيدة على بحرها و قافيتها و رويها في النبي و آله و أصحابه لداعية تجذبني إلى ذلك رجاء يجمعني الله بهم في مستقر الرحمة فأنشأت على ما بي من هموم تشفني و شواغل دونه تحفني فجاءت ولله الحمد اباكورة عصرها و فريدة دهرها و سميتها صمصامة الزمن لما فيها من ذكر سيف الله المسلول على من يعصي الله و الرسول أهديتها إلى من قلت فيهم وهي مني لكرجل جراد أهديت من قرية النمل إلى سليمان عليه السلام لا غير ولله الحمد أولاً و آخرأاً .

الكتاب . (راجع ص ٢٥٩)

٢- لامية الأقفهسي ، كما عزاها إليه حاجي خليفة في (كشف الظنون) كشف الظنون ج ٢ . وهو أبو الصفا خليل بن محمد الأقفهسي ، و يلقب بصلاح الدين هو غرس الدين ، وهو أبو الصفا خليل بن محمد الأقفهسي و يلقب بصلاح الدين وغرس الدين ، متوفى سنة ٨٢١ . انظر ترجمة في إنباء الغمر بأبناء العمر ج ٢ / ص ٣٣٢ . اولها :
دع التشاغل بالغلان والغزل يكفيك ما
ضاع من أيامك الأول (كشف الظنون)

و سأوردها كاملة في النهاية (راجع ص ٢٦٦)

٣- لامية الصفدي ، وهو : أبو الصفاء صلاح الدين الصفدي ، متوفى سنة ٧٦٤ هـ ، وقد عارض فيها لامية الطغراني بعد أن شرحها في كتابه الغيث المنسجم ، والتي يقول أولها :

الجد بالجد والحرمان في الكسل فانصب
تصب عن قريب غاية الأمل

و سأوردها كاملة في نهاية الكتاب (راجع

ص ٢٧٠)

٤- لامية الدكن ، لصاحب الشرح و قد نظمها بعد أن شرح لامية العرب ، يقول في أولها :

تعتبر لامية العرب من أشهر اللاميات في الشعر و أقدمها ، و قد جاء في الأثر ، عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ : (علموا أولادكم لامية العرب ، فإنما تعلموهم مكارم الأخلاق) ، و قد حاول كثير من الشعراء معارضتها ، والنظم على نسقها ، ومن أشهر تلك اللاميات :

١- لامية العجم للطغراني المتوفى ٥١٤ هـ و اسمه مؤيد الدين أبو اسماعيل الحسين بن محمد الطغراني ، أصبهاني الأصل ، و سبب تسميتها بلامية العجم هو ما ذكره الصفدي في الغيب المنسجم : ” فإنما سميت لامية العجم تشبيها لها بلامية العرب لأنها تضاهيها في حكمها و أمثالها . “ (الغيث المنسجم في شرح لامية العجم / المجلد الأول ص ٢٧) .

وقال : ” حسبك أن الناس قالوا في هذه القصيدة إنها لامية العجم في نظير تلك ، بمعنى إن كان للعرب قصيدة لامية مشهورة بالأدب و الأمثال والحكم ، فان للعجم لامية مثلها تناظرها ، و إضافة الشيء إلى شيء مشهور أو عظيم يدل على شرف المضاف “ . (نفس المرجع السابق و نفس الصفحة) .

أولها أصالة الرأي صانتني عن الخطل و حلية الفضل زانتني لدى العطل ، و سأوردها كاملة في نهاية

من الكتاب لشرحها، و من الخطاطين بكتابتها و تدوينها، و تجاوز الاعتناء بها من علماء العرب إلى المستشرقين، فدرسوها، و ترجموها إلى لغاتهم، و أول هذه اللغات التي نقلت إليها: الانجليزية، و الفرنسية، و اليونانية، و الإيطالية، و الروسية، و غيرها .

و ممن شرح اللامية :

١- شرح لامية العرب - لابن زاكور محمد الفاسي (ايضاح المكنون فى الذيل على كشف الظنون / ج ٤)

٢- المنتخب فى شرح لامية العرب ليحيى بن حميد بن ظاهر الغساني المعروف بابن أبي طيى الحلبي (ايضاح المكنون فى الذيل على كشف الظنون / ج ٤)

٣- شرحها أبو العباس أحمد بن يحيى الشهير ب-ثعلب .

٤- و شرحها جار الله الزمخشري كتاب { أعجب العجب فى شرح لامية العرب }

٥- شرح العكبري للامية العرب / تحقيق . د محمد خير الحلواني .

و من شراحها المعاصرين : (١) - السيد

أحمد الهاشمي . (٢) سعيد القطيبي . (٣)

ألاحت سليمانى فى البراقع ترفل أو الشمس تجري فى الغمام و تذأل و سيأتي ذكر جزء منها فى سيرة حياته (راجع ٣٠) ، و جزء آخر فى نهاية الكتاب (راجع ص ٢٦٤) .

٥- لامية ابن الوردي ، وهو : زين الدين عمر بن الوردي ٢٩١ - ٤٢٩ هـ / ١٢٩١ - ١٣٢٨ م . يقول فى أولها :

اعتزل ذكر الأغاني والغزل و قل الفصل و جانب من هزل

و سيأتي ذكرها كاملة فى نهاية الكتاب (راجع ص ٢٢٤)

٦- لامية ابن مالك لمحمد بن عبد الله النحوي المتوفى سنة ٢٤٢ هـ وهى لامية الأفعال ، أولها :

الحمد لله لا أبغى به بدلاً حمداً يبلغ من رضوانه الأملأ (كشف الظنون ج ٢)

وهناك لاميات أخرى لا تحصر فى الشعر العربي ، فكل قافية على اللام تسمى لامية إلا أن أشهرها هو ما ذكرته .

لقد فاقت لامية العرب بشهرتها الأدبية واللغوية كثيراً مما نظمه الشعراء الجاهليون فأغرت الكثيرين

الشاعر الجاهلي الصعلوك ، الشنفرى ، والتعريف بشروح اللامية، ثم التعريف بصاحب الشرح ” نهاية الأرب في شرح لامية العرب“ وهو عطاء الله بن أحمد المصري الأزهرى المكي ، ثم تطرقت إلى وصف نسخ المخطوط و منهج التحقيق ، و الرموز التي إستخدمت لتقسيم الكلام و تيسير القراءة .

القسم الثانى : عرضت فيه النص المحقق لشرح اللامية ”نهاية الأرب في شرح لامية العرب“ وهو شرح كامل لأبيات اللامية البالغ عددها ثمانية و ستين بيتاً . كما يشمل هذا القسم بالإضافة إلى الشرح نفسه ، جميع الحواشي المتعلقة بالنص المحقق والموضحة للكثير من الأمور فيه .“

من شبكة المعلومات :

<http://pubcouncil.kuniv.edu.kw/kashaf/abstract.asp?id=2208>

٦ — سكب الأدب على لامية العرب / لأبي

الخير عبدالرحمن زين الدين السويدي .

٤ — نيل الأرب في شرح لامية العرب /

لمحمد أبو راس بن أحمد بن ناصر الراشدى .

وهناك الكثير الكثير من الشروح الأخرى مما لم

أطلع عليه ، وأشكر كل من يرشدنى إلى شرح آخر

الأستاذ الدكتور عبدالحليم حنفي (٣) شرح لامية العرب للشنفرى / الحسن بن أحمد بن عبدالعزيز الضمدي . (٥) نهاية الأرب في شرح لامية العرب / عطاء الله بن أحمد المصري الأزهرى .

وقد جاء فيه : ” لقد حظيت القصيدة ” لامية العرب “ للشنفرى ، الشاعر الجاهلي الصعلوك ، بعناية الباحثين و المحققين قديماً و حديثاً ، فدرسوها و حققوها و ترجموها إلى لغات كثيرة .

و يعد ”نهاية الأرب في شرح لامية العرب“ واحداً من الشروح المهمة لامية العرب ، كما يعد الشارح عطاء الله بن أحمد بن عطاء الله المصري الأزهرى المكي أحد أعلام الأدب في العصر العثمانى ، و من هنا تكون أهمية نشر هذا الشرح ، فهو إضافة شرح مهم للامية العرب إلى الشروح الأخرى كشرح المبرد، و ابن دريد الزمخشري ابن زكور والعكبري و غيرهم وهو أيضاً تعريف بطبيعة و نوعية و مستوى الشروح و الكتابة فى العصر العثمانى .

و لكى يظهر هذا العمل الأدبي بشكل مناسب قسمته إلى قسمين :

القسم الأول : تطرقت فيه إلى التعريف بالقصيدة ”لامية العرب“ و التعريف بصاحبها

لأضيفه إلى هذه الشروح .

هو سيد إبراهيم بن سيد عباس الرضوي بن سيد حيدر بن عباس بن سيد علي بن سيد عبدالقادر المعروف بقادر باشاه بن سيد محمد بن أبو الحسن النجفي نزيل حيدرآباد .

تنتهى سلسلة نسبه إلى الإمام موسى رضا ، فهو من السادة الحسينيين .

ولد بقريه ميسرم من قرى إبراهيم بتن مديرية حيدرآباد سنة ١٢٩٥ هـ ، ونشأ بها ، وترعرع في أحضان الدين والعلم ، وكان أبوه عالماً ، ورعا و مدرساً في مدرسة نظم الجمعية العكسرية ، فقرأ عليه ، و على غيره من مدرسي المدرسة ، الكتب الدراسية الابتدائية ، والقرآن .

وبعد التعليم البدائي الإعدادي دخل الجامعة النظامية العريفة ، وأخذ العلم والفنون من المنقول والمعقول عن أساتذتها الأجلاء ، واستفاد فيها من كبار العلماء ، كالشيخ مولانا محمد عبدالكريم الأفغاني ، والشيخ محمد يعقوب ، و مولانا المفتي محمد ركن الدين ، والشيخ مولانا عبدالرحمن السهارنفوري ، و أمثالهم .

و أخذ العربية والأدب العربي عن العلامة سناء الملك سيد علي آغا الشوستري و سمع

الحديث عن الشيخ عبدالرحمن السهارنفوري . فنبغ في الأدب العربي كما برع في التفسير ، والحديث والكلام ، و الفلسفة والتاريخ ، والتصوف ، والفقہ . و كان حنفيّاً ، و شاعراً خنذيذاً . و كان أحد فحول الشعراء بالدولة الآصفية العثمانية .

ولد و تثقف في أزهر العهد الآصفي و أخصب العصر الذهبي في حكومة نظام الملك النواب مير عثمان علي خان الأصفجاه السابع ، و كانت الدولة الآصفية حينذاك أخصب بلاد الهند ، و أرقاها علماً ، و أدباً ، و ثقافة ، وله ولع عظيم في اكتساب المعارف و الأسرار ، قد متعه الله المواهب العالية من الحفظ ، والضبط ، والإدراك ، والفظانة و الشرف والديانة ، والصدق والأمانة .

سافر إلى الحرمين الشريفين ، فحج حجة الإسلام ، وزار ، ولاقى بها الأشياخ المشهورين في مكة المباركة والمدينة المنورة ، استفاد منهم .

كان كريم النفس ، مديم الاشتغال بالأعمال العلمية ، والأوراد ، والطاعات . كان يلبس زي العلماء والعرفاء ، وكان على رأسه العمامة الكبيرة الخضراء ، يلبس الجبة الطويلة ، و كان متكلماً

المالطيفي رئيساً ' فسألته أن يترجم قطعة من الجريدة الأردنية التي كانت أمامه على الطاولة بالعربية ' فقال الأديب الألمعي أترجمها في النثر أم في النظم ؟ فشرح تلك القطعة في الشعر الفصيح مباشراً و مرتجلاً ، فقام العلامة المالطيفي عن مكانه و قال : كرسيي هذا حري لك يا أستاذ ! فأنت الأديب الشاعر بلاشك .

و لما زار بروفيسور بالقسم العربي بجامعة أكسفورد الدكتور مار كولينت إلى الجامعة العثمانية بحيدرآباد ، جرت المباحث بينه و بين الدكتور فاعترف بنبوغه و خبرته فوق العادة في اللغة العربية و جميع فنونها و استعداده المتمم في الشعر العربي ، و قال ما وجدت مثل هذا العالم الأديب في اللغة العربية في الهند .

و من جانب آخر فإن السيد الفاضل محمد أمين الكتبي المكي لما قرأ قصيدته لامية الدكن عند إقامة شاعرنا بمكة المكرمة تأثر بها و فرح فرحاً شديداً مما وجد في القصيدة ميزات الشعر العربي و مستواه بإجادة المعنى ، و طلاوة كلامه ، و حب نبيه و ما إلى ذلك من المحاسن الشعرية و حصل عن الأديب الشهادة و الإجازة له .

اشتغل بالتدريس و التأليف و أنشاء الشعر

بحاثاً ، جم الفضائل و المواهب ، طويل القامة نحيف الجسم صغير العينين ، واسع الجهة خفيف الصوت ، و عذب المنطق ، زاهداً متورعاً . كان صريح القول و العقل ، لا يبالي أين يقع ذلك و على من يقع يظهر أمام المخاطب ما في قلبه و عواطفه بدون مخافة ، و لومة لائم .

أعماله : في بداية أمره ولي التدريس في الجامعة النظامية ، درس و أفاد مدة من الزمان ، ثم تصدر للتدريس في دارالعلوم بحيدرآباد .

درس فيها اللغة العربية و آدابها بكل جهد و حماسة و نشاط ، فذاع صيته في الأوساط العلمية في البحث و الدراسة ، كان يذهب إليه الطالبون فيدرسه في بيته أيضاً ، وله طول باع و تضرع في الأدب العربي ، و على وجه الأخص في علوم البلاغة ، و الشعر .

كان ينتقد الكلام و الشعر و بصيت تضرعه في اللغة العربية و آدابها ، و نبوغه في البحث و الدراسة استقدمته الجامعة العثمانية من حيث الأستاذ للغة العربية في القسم العربي ، و لانتقائه على هذا المنصب الجليل قصة غريبة مروية .

دعي الشيخ أمام اللجنة الانتقائية بالجامعة العثمانية و كان على رأسها سماحة الأستاذ

كتاب الفائق (٥) شرح لامية العرب للشنفرى .
 (٦) معالم النور . (٧) قصيدة لامية الدكن تشتمل
 على ٢١٣ بيتاً ، قصيدة دالية تحتوى على ١١٠
 بيتاً (٨) وله ديوان شعر غير مطبوع ، فيه ١٢٠٠
 بيت رائق .

و أما رسائل المنيفة في الأردنية فهى : (١)
 ميزان الأشعار في العروض (٢) هدية المؤمنين .
 (٣) شجرة ملعونة (٤) نظام الوجود في وحدة
 الوجود (٥) نبوة ورسالة (٦) شجرة النور (٧)
 تفسير سورة التين (٨) مطالع النور (٩) عرفان
 عوالم (١٠) مطلق الوجود (١١) تأويل أمانت
 إلهية (١٢) ٢٨ حروف ٢٨ أسماء إلهية (١٣)
 ملاحظات كلمة توحيد . (١٤) كلمة توحيد .
 (١٥) حاضرات .

و كانت ذاكرته قوية جداً ، وكثير المحفوظ
 من الشعر الجاهلي وغيره .

شعره : نجد في شعره روعة الألفاظ ، والمعاني
 والتشبيه ، والاستعارة و موضوع شعره الرئيسي
 المدح فى النبي الكريم صلى الله عليه وسلم .
 سلك هذا الشاعر مسلك القديم في الشعر
 العربي بإتيان التشبيب في البداية و شعره يتميز
 بصدق اللهجة والخلو عن التعقيد والألفاظ

العربي و إنشاده والدعوة و الإرشاد نيفاً و ستين
 سنة و كان منقطع النظير في اللغة والأدب ،
 والمعاني والبيان والبديع ، ولا سيما في التصوف .
 هو ينقب الأشعار العربية و ينتقدها .

و كان يقول إن هذا الشعر الذي أسقطه البلغاء
 عن حد البلاغة بهذه العيوب ، لكن هذا الشعر
 فصيح و بليغ عندي لهذه المحاسن والمزايا أحطاً
 البلغاء فى فهم بلاغته ، و كذلك يقول هذا الشعر
 غير فصيح و بليغ عندي جعله البلغاء و الفصحاء
 فصيحاً و بليغاً بهذه الوجوه والمحاسن . هو
 يبحث بالدلائل و الشواهد ، و كان يقدم في صحة
 دعاويه الأشعار الأخرى استشهاده .

قد سمع كاتب الأطروحة مباحثه العلمية
 والأدبية كثيراً في مجالسه .

و كان رئيساً لمجلس الطلبة القدامى بالجامعة
 النظامية مدة من الزمن و عضو المجلس التنفيذي
 للجامعة النظامية ، و له تأليفات ممتعة فى التفسير ،
 والكلام ، والفلسفة ، فى العربية والأردية و نظم
 شعراً فى العربية و أجاد .

مؤلفاته بالعربية : (١) تفسير سورة التين ، و
 سورة قريش . (٢) شرح الشواهد (٣) الملخص
 من شرح الشواهد (٤) حاشية و تعريب على

الحشوية والبعد عن سخف القول و هجر الحديث
والهمجية .

لاميته : كتب في تقديم قصيدة لامية الدكن بما
نصه :

” الحمد لله الظاهر في مظاهر الأكوان ، الباطن
عن مدارك العقول والأذهان ، الأول قبل أن
يحدث الزمان ، الآخر بعد انقضاء الدوران ،
والصلاة والسلام على مجلي نوره و إنسان بصره ،
حامل لواء الحمد في حظيرته الداعي إلى الله أجابه
عرف نفسه ، و على آله مفاتيح خزائن أسراره و
أصحابه مصابيح أنواره ، و من تبعهم بإحسان في
إقباله و إسراره ادباره و بعد !

فإنى لما فرغت من شرح لامية العرب
للشغرى الأزدي على ما سرح لي من إفادة طلاب
الأدب العربي سنة ست و خمسين بعد الألف و
ثلثمائة من الهجرة رأيت أن أقول قصيدة على
بحرها و قافيتها و رويها في النبي و آله و أصحابه
لداعية تجذبني إلى ذلك رجاء يجمعني الله بهم
في مستقر الرحمة فأنشأت على ما بي من هموم
تشفني و شواغل دونه تحفني فجاءت و لله الحمد
اباكورة عصرها و فريدة دهرها و سميتها
صمصامة الزمن لما فيها من ذكر سيف الله

المسلول على من يعصي الله و الرسول أهديتها إلى
من قلت فيهم و هي مني لكرجل جراد أهديت من
قرية النمل إلى سليمان عليه السلام لا غير و لله
الحمد أولاً و آخرأً .

نموذج من شعره

ألاحت سُليمة في البراقع ترفل
أو الشمس تجري في الغمام و تذأل
و ما الشمس إلا رشححة من جمالها
و ما البدر إلا ظلها المتمثل
ديار لها باق مدى الدهر روحها
و ليس لها فيما تقادم أول
ينير السماء و الأرض سبحات و جهها
و من فرعها يسجو الظلام المذيل
و قال في مدح النبي صلى الله عليه و سلم ،
والخلفاء الراشدين و الإمام الحسن و الإمام
الحسين رضوان الله تعالى عليهم ، فقال في مدح
النبي صلى الله عليه و سلم :

و إنى لمشتاق لقاهها و إنما
وراء الورى عرش استواها و معقل
فإن رمت مغناها و مخدع سرها
فلذ بالذي يهدى إليها و يوصل
و من سرها في عينه و فؤاده

واحذروا الكذب دواماً والزموا صدق

المقال

والزموا خدمة قوم إنها خير فعال

واصبروا عند البلياء واثبتوا مثل

الجبال

فقصيده لامية الدكن عمل استاذي، و

باكورة الدكن، وكذلك فصيدته الدالية

شذرة من شذرات ذهبية في الشعر والأدب .

قال الدكتور محمد عبدالستار خان بروفيسور

ورئيس القسم العربي بالجامعة العثمانية فيما

سبق من الزمان في مقاله، "علم الشعر والأدب

في الدولة الآصفية" في أدب فضيلة الأستاذ و

شعره مما يلي نصه: "كان الأولي من هذا المكان

ببيان أدب مولانا السيد كتاب برأسه لإظهار أدبه

الواسع العميق يستجلي فيه فكره الأدبي الرباني،

ولكنني أريد أن أرسم لحضرة الأديب صورة قريبة

من الكمال بقدر الإمكان في أسطر تأتي:

لا يشك أحد في أن الأدباء الموهوبين قليلون،

وربما لم يكن لبعض العصور إلا أديب واحد الذي

يترك لنا امرأة واضحة عن نفسه و مجتمعة، فكان

رحمه الله رجل دين و أدب و اجتماع و فلسفة و

منطق و تاريخ و أخبار و تصوف و زهد،

و من حسنهما في وجهه يتأمل

وما هو إلا المصطفى سيد الوري

محمد الهادي النبي المبجل

ويقول في مقطع القصيدة يناجي ربه:

و غاية مأمولي بما قلت فيهم

شفاعتهم لي عند ذى العرش تقبل

و من قصيدته الدالية:

الحمد لله ربى الخالق الصمد

الماجد الفرد والباقي بالأمد

ثم الصلاة على الهادي محمدن

المختار من قدم في حضرة الأحد

و آله الغر و الصحب الكرام و من

و افاهم بجميل الصنغ والسدد

و بعد فالقصد عرض الحال في كلم

تروق سامعها منظومة البدد

تقول و الصدق منها شيمة كرمتم

من أن يخامرها مذاق من الفنند

و قد نظم للأطفال أناشيد منها:

أيها الطلاب قوموا باعتزام للمعالي

واطلبوا العلم فإن العلم زين للرجال

واطلبوا العز دواما باتحاد و اتصال

واعلموا أن شتات القوم عنوان النزوال

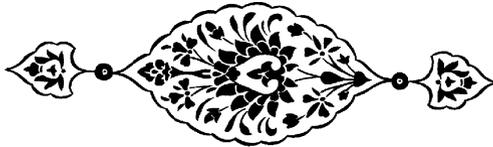
محمد باشاه الحسيني ، و مولانا الحكيم أسعد الدين ، و مولانا فريد باشاه ، والدكتور عبدالحق ، والدكتور عبد المعيد خان ، والدكتور زاهد علي ، والدكتور محمد عبد الستار خان ، والدكتورة سيدة مهر النساء ، والأستاذ عبدالصبور الصديقي ، و فضيلة الأستاذ سيد طاهر الرضوي ابنه العالم الشهير شيخ الجامعة النظامية و أمثالهم .

وقال فضيلة الأستاذ سيد نبي أستاذ اللغة العربية بالجامعة العثمانية سابقا في الاحتفال الوداعي لما أحيل على المعاش في شأن أستاذه الشاعر الأديب :

هذا الذي يعرف الأعلام رفعتاه
والشعر يعرفه والنشر الخطب
وإذا نظرت إليه قلت من عجب
هذا مثال قديم ساذج قطب
توفي رحمه الله في شوال سنة ١٣٧٧ الهجرية

وكان شاعراً بليغاً مرهف الحس ، بعيد الأثر في النفس ، فقد نهل الشعر العربي و علّ و شرب كأسه حتى الثمالة ، إلى أن تفرد في عصره و مصره بالإيغال فيه ، والغوص على أسراره . وخير ما عرفنا بعقريته و مكائنه أن نطالع بإمعان لامية الدكن ، قصيدة على بحر لامية العرب للشنفرى و قافيتها و رويها في مدح النبي صلى الله عليه وسلم و أصحابه رضى الله عنهم .

والحق أنها باكورة عصرها و فريدة دهرها .
و تخرج على يده عدد كبير من العلماء ، من بينهم العلامة الأجل فضيلة الشيخ أبو الوفاء الأفغانى ، و مولانا المفتى سيد محمود ، و مولانا المفتى سيد رحيم الدين ، والأستاذ سيد نبي ، و مولانا المفتى محمد عبد الحميد ، والشيخ حبيب عبداللّه المديح ، و مولانا الحكيم محمد حسين ، والشيخ سيد شاه صابر الحسينى والشيخ سيد



المساجد

خير بقاع الغبراء تتلأأ كنجوم السماء

الأستاذ محمد ولي الله الشريف إدريس، خريج الجامعة النظامية

للمساجد مكانة مرموقة عند المسلمين، وهي تقترن بركن عظيم في الإسلام، وهو الصلاة، فلا إسلام من غير صلاة، وهناك فضل عظيم لبناء المساجد وتشييدها ورعايتها والحفاظ عليها، وهناك أيضاً أهمية للمسجد في حياتنا تتعدى شعيرة الصلاة التي نعرفها وملتزم بها في حياتنا، فهناك أعمال عظيمة تقام في المسجد، ولها اثر عظيم على المجتمع المسلم بشكل عام، كما يوجد هناك واجبات علينا القيام بها فيها تصورات لما ينبغي أن تكون عليه المساجد في حياتنا اليومية .

فضل بناء المساجد وتشييدها ورعايتها: هناك عدة نصوص تحدثت حول فضل بناء المساجد ورعايتها والاهتمام بها، سواء من القرآن الكريم أو من السنة النبوية، فقد قال سبحانه مبيناً فضل بناء المساجد وعمارتها: (إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ

إِنَّ الْمَسَاجِدَ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَاكِنِ، وَأَكْثَرِهَا عِظْمَةٌ وَتَشْرِيفًا، حَيْثُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ)، وَذَلِكَ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَسَاجِدِ مِنْ ذِكْرِ لِلَّهِ تَعَالَى، وَتَسْبِيحٍ وَتَقْدِيسٍ لَهُ، وَيُنَادَى مِنْ الْمَسَاجِدِ إِلَى طَاعَتِهِ وَعِبَادَتِهِ، فَيَلْتَقَى الْعَبْدُ بِرَبِّهِ فِي الْمَسَاجِدِ، فَيُحْمَدُهُ وَيُقَدِّسُهُ، وَالْمَسَاجِدُ هِيَ بِيُوتِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى الْأَرْضِ، وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ مَا رَوَاهُ الصَّحَابِيُّ أَبُو هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (أَحَبُّ الْبِقَاعِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا)

فالمساجد مكانها أعظم بكثير من إنشاد الضالّة، أو البيع والشراء، وسائر مظاهر التجارة، فتجارتنا في المساجد هي فقط مع الله سبحانه، وهي التجارة التي لا بوار فيها ولا خسران: فقد قال تعالى: (فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ * رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ) (النور 36-37). الأعمال التي يمكن أن تقام في المسجد هناك تصوّر للأعمال التي يمكن أن تقام في مساجدنا، وهي مستقاة من دور المسجد ووظيفته في عهده صلى الله عليه وسلم، فبالإضافة لكونها مكاناً للعبادة، فينبغي أن تكون مكاناً للتعليم، ولا سيما بما يتعلق بالقرآن الكريم من العلوم، كعلم الفقه، والحديث، والتفسير، وتلاوة القرآن الكريم وتجويده، وعلوم العقيدة والمعاملات، وكل ذلك من خلال تنظيم الدورات التعليمية الخاصة بهذه العلوم ضمن برامج تعليمية منظمة، وكذلك يمكن أن يكون في المساجد إحياء للشورى في حياتنا اليومية. يجب أن يكون فيها أحياء لقيمة الكتاب في نفوسنا، من خلال إقامة المكتبات الثقافية متنوعة

اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (التوبة 18:)، فالآية صريحة في جعل بناء المساجد وعمارتها من علامات الإيمان بالله تعالى، وعمارة المساجد لا تقتصر على العمارة المادية لها، بل تتعدى ذلك لتشمل العمارة المعنوية أيضاً، كما جعل النبي صلى الله عليه وسلم بناء المساجد من دروب الصدقات الجارية، فقد قال صلى الله عليه وسلم: (سَبْعُ يَجْرَى لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ، وَهُوَ فِي قَبْرِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا، أَوْ أَجْرَى نَهْرًا، أَوْ حَفَرَ بَيْرًا، أَوْ غَرَسَ نَخْلًا، أَوْ بَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَثَ مُصْحَفًا، أَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ).

واجب المسلمين نحو المساجد: وواجبنا نحو المساجد أن نلّفها باستمرار، وأن نتأدب بالآداب الخاصة بها، فلا نرفع فيها أصواتنا في شؤون الدنيا، ولا نجعلها مكاناً للتنازع والشقاق الحزبي، وكذلك لا ينبغي أن نجعل منها مكاناً لإنشاد الضالّة والبحث عنها، فقد ورد النهي عن ذلك في قوله صلى الله عليه وسلم: (مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا إِلَيْكَ عَلَيْكَ. فَإِنَّ الْمَسْجِدَ لَمْ تُبْنَ لَهُذَا) (صحيح مسلم)

الله، تعظيم شعائره، حيث قال الله تعالى: (ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ)، (٣) فيجب أن تراعى عدة أحكام في المسجد، منها: عدم الخضوع بالأقوال، سواء بالكلام الفاحش، أو بالأصوات المرتفعة. (٤) العناية بالمساجد يجب على المسلم الذي يريد الذهاب إلى المسجد، الالتزام بعدة أمور وآداب وأحكام مستمدة من القرآن الكريم، والسنة النبوية، وفيما يأتي بيان بعضها: (٥) (٦) (٧) يستحب من المسلم لبس أفضل الثياب عند الذهاب إلى المسجد، حيث قال الله تعالى: (يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ)، (٨) وكذلك يستحب استخدام السواك قبل الذهاب إلى المسجد، فلا يقبل من المسلم الذهاب إلى المسجد بملابس النوم، أو ملابس العمل، حيث إن في ذلك إلحاقاً للضرر بالمصلين، وقد يكون السبب في ذلك؛ التكاثر في تغيير الملابس، إلا أن لقاء الله تعالى، لا بد له من الاستعداد التام، حيث قال الله عز وجل: (ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ). (٩) ورد النهي في الشريعة الإسلامية للذي أكل البصل أو الثوم عن الذهاب إلى المسجد، إلا أن النهي ليس لذات الثوم والبصل،

العناوين من الكتب، والمتضمنة زوايا مختلفة، كالفقه، والتفسير، والعقيدة، واللغة، وزوايا أيضاً خاصة بالأطفال، ثم تنظيم وتشجيع إغارة الكتب، من خلال سجلات إغارة خاصة، ففي ذلك تشجيع لعادة القراءة، وربط أبنائنا الصغار بالمساجد في ذات الوقت .

إن المساجد من أعظم الأماكن، وأكثرها عظمةً وتشريفاً، حيث قال الله تعالى: (وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ)، (١) وذلك لما يكون في المساجد من ذكر لله تعالى، وتسبيحٍ وتقديسٍ له، ويُنادى من المساجد إلى طاعته وعبادته، فيلتقى العبد بربه في المساجد، فيحمده ويقدمه، والمساجد هي بيوت الله -تعالى- على الأرض، ومما يدل على ذلك ما رواه الصحابي أبو هريرة -رضي الله عنه- عن الرسول صلى الله عليه وسلم: (أحبُّ البقاعِ إلى اللهِ مساجدُها)، (٢) ومن علامات حب العبد لله تعالى، حب المساجد وتعلق القلب بها، وذلك بعكس ما يحدث من تناقل الذهاب إلى المسجد، حتى أصبح ذلك عادةً من العادات اليومية، كما أن الإطالة في الصلاة من المشاق والمتاعب، إلا أن الواجب على المسلم تعظيم الله تعالى، ومن وسائل تعظيم

وَيُذْكَرُ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْآصَالِ. (١١) صلاة ركعتين تحيةً للمسجد،
ودليل ذلك ما رواه الصحابي جابر بن عبد الله، عن
النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (فَإِذَا
دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى يَرْكَعَ
رَكَعَتَيْنِ. (١٢) نهى الإسلام عن البيع والشراء في
المسجد، وكذلك نهى عن إجابة الضالين
لحاجتهم، حيث إنَّ في ذلك إشغالٌ عن ذكر الله
تعالى، وعبادته، وتسيبته، وتقديسه. المحافظة
على نظافة المسجد، حيث إنَّ ذلك لا يعدُّ من
وظيفة الخادم لوحده، فإنَّما يجب على المصلين،
ورواد المسجد، المحافظة على نظافته، ومن
ذلك المحافظة على نظافة الجوارب والحذاء،
وعدم البصاق في المسجد، أو في ساحاته، وما
يلحق به من الألفية، حيث قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: (التَّفُّلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا
دَفْنُهَا)، (١٣) إلا أنَّ العلماء اختلفوا بالمقصود من
دفن البصاق، وما عليه الجمهور منهم أنَّ
المقصود؛ دفنها في التراب أو الحصى، أو
إخراجها من المسجد. يجب على المسلم أن يعلم
بأنَّ المناديل الورقية التي توضع في المساجد، تعدُّ
من الوقف؛ أيَّ أنه يستعمل منها بقدر ما يحتاج،

وإنَّما بسبب الأذى والضرر الذي يلحق
بالمصلين؛ بسبب رائحتهما، ودليل ذلك ما رواه
الصحابي جابر بن عبد الله، في صحيح مسلم، عن
النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ
وَالْكِرَّاتَ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَى
مِمَّا يَتَأَذَى مِنْهُ بَنُو آدَمَ. (١٠) يستحب الذهاب
إلى المسجد مشياً بسكينةٍ ووقارٍ، كما أنه
يُستحب الذهاب إلى المسجد في وقتٍ مبكرٍ، مع
ذكر الدعاء الثابت في السنة النبوية عن النبي صَلَّى
الله عليه وَسَلَّمَ، الذي رواه عنه الإمام مسلم في
صحيحه. نهت الشريعة الإسلامية عن تشبيك
الأصابع ببعضها البعض عند الذهاب إلى
المسجد، وكذلك النهي عن تشبيك الأصابع
عند الجلوس لانتظار الصلاة، وكذلك بعد أداء
الفريضة من الصلاة، إلا أنَّ ذلك يجوز عند
الحاجة، كما أنَّ بعض العلماء ذهبوا إلى جواز
ذلك مطلقاً، دون أيِّ حرجٍ أو بأسٍ. يُستحب من
المسلم الإكثار من ذكر الله تعالى، وتسيبته،
وتقديسه، وتحميده، وتنزيهه، وشكره، وكذلك
يستحب الإكثار من تلاوة القرآن الكريم، وقراءة
الحديث النبوي، وتعلُّم الفقه، والعلوم الشرعية،
حيث قال الله تعالى: (فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ تُرْفَعَ

أماكن اجتماع المسلمين، مما يحقق المودة والمحبة والحب والاحترام فيما بينهم، فكان الصحابة خير مثال على ذلك، فقد كانوا يسألون الرسول -صلى الله عليه وسلم- عن كل الأمور التي يحتاجونها.

المساجد بيوت الله تعالى في أرضه جعلها خالصة له وحده، فقال سبحانه " : وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (18)) وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (19)) سورة الجن . وهي أحب الأماكن إلى الله تعالى وإلى رسوله وإلى المؤمنين الصالحين ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا ، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَاقُهَا . أخرجہ مسلم (1473)

بل إن المسجد هو بيت كل مؤمن تقى ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ الْمَسْجِدَ بَيْتٌ كُلُّ تَقِيٍّ أَخْرَجَهُ أَبُو نَعِيمٍ فِي " الحلية " (6 / 176)

ومكانة المسجد في الإسلام تظهر بوضوح وجلاء في كون النبي صلى الله عليه وسلم

دون إسرافٍ أو تبذيرٍ لها، ودون أن يأخذ منها شيءٌ ليستخدمها خارج المسجد . الحذر من التنخم، أو الاستنشاق، أو إخراج وسخ الأنف بصوتٍ عالٍ؛ لأن ذلك يلحق الأذى بمن حوله، وقد يسبب له مواقفاً محرجةً، كما أنه لا يجوز إلقاء ما يخرج منها في المسجد، فيجب أن يكون بمنديلاً ورقياً، دون إلقاء المنديل في المسجد . تغطية الفم بالمنديل الورقي عند العطاس، أو الكحة، والسعال . لا يجوز كتابة وقفٍ لله، على الكراسي التي في المسجد، بل يكفي كتابة وقفٍ عليها . يجب صناعة الصناديق التي توضع بها المصاحف، دون أن تكون عرضةً لاتكاء المصلين عليها، حيث إن ذلك من مظاهر تعظيم القرآن الكريم . جعل أماكن مخصصةً لوضع الأحذية فيها، بحيث تكون بعيدةً لا يتأذى منها المصلين، كما يجب عدم خلع الحذاء عند مدخل المسجد . تجنب الكلام والتحدث بأمور الدنيا في المسجد . أهمية المسجد تعد المساجد من أفضل أماكن التربية، وإصلاح المجتمعات والأفراد، وذلك بالتربية الإيمانية المتكاملة، ومما يدل على ذلك حرص الرسول -صلى الله عليه وسلم- على بناء المسجد، فور وصوله إلى المدينة المنورة، فهي

لم يستقر به المقام عندما وصل إلى حى بنى عمرو بن عوف فى قباء ، حتى بدأ ببناء مسجد قباء ، وهو أول مسجد بُنى فى المدينة، وأول مسجد بنى لعموم الناس كما قال ابن كثير رحمه الله . البداية والنهاية . 3/209

وكذلك عندما واصل صلى الله عليه وسلم سيره إلى قلب المدينة كان أول ما قام به تخصيص أرض لبناء مسجده صلى الله عليه وسلم .

وكان النبى صلى الله عليه وسلم إذا نزل منزلاً فى سفر أو حرب وبقى فيه مدة اتخذ فيه مسجداً يصلى فيه بأصحابه رضى الله عنهم، كما فعل فى خيبر . وفاء الوفا بأخبار المصطفى للسمهودى . 3/1028

ولقد وعى هذا الأمر صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاهتموا بذلك، واعتنى الخلفاء الراشدون بها فكتب عمر بن الخطاب رضى الله عنه إلى ولاته أن يبنوا مسجداً جامعاً فى مقر الإمارة، ويأمروا القبائل والقرى ببناء مساجد جماعة فى أماكنهم . عن عثمان بن عطاء قال لما فتح عمر بن الخطاب البلد كتب إلى أبى موسى الأشعري وهو على البصرة يأمره أن يتخذ للجماعة مسجداً فإذا كان يوم الجمعة انضموا إلى مسجد

الجماعة فشهدوا الجمعة . كنز العمال 8/313-314.

ولقد اهتم ديننا بالمسجد أيما اهتمام ، وجاءت بذلك الآيات والأحاديث المتوترة التى حثت على بناء المساجد والعناية بها ، وبيان فضل الصلاة فيها ، ومراعاة الآداب والأخلاق الخاصة بها .

الحث على الذهاب إلى المساجد والصلاة فيها : ثواب الذهاب إلى المسجد للصلاة ثواب كبير وفضل عميم ، عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : " من توضأ فأحسن الوضوء ، ثم خرج عامداً إلى الصلاة ، فإنه فى صلاة ما كان يعمد إلى صلاة ، وإنه يكتب له بإحدى خطوتيه حسنة ، ويمحى عنه بالأخرى سيئة ، فإذا سمع أحدكم الإقامة فلا يسع ، فإن أعظمكم أجراً أبعدهم داراً ، قالوا : لِمَ يا أبا هريرة ؟ قال : من أجل كثرة الخطأ . " (الموطأ 1/33)

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ، إِلَّا كَانَ زَائِرَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَحَقُّ عَلَى الْمَرْورِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ . " (ارواه الطبرانى (3 / 73 / 1)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وسلم ، قَالَ : (مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نَزْلاً كَلَّمَا غَدَا وَرَاحَ) . أخرجه أحمد (10616/2/508) والبُخارى (662) و(مسلم.) 1469.

الجلوس في المسجد وانتظار الصلاة له أجر الصلاة ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ ، قَالَ : سَأَلْتُ جَابِرًا : هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : الرَّجُلُ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَهَرَ الصَّلَاةَ ؟ قَالَ : انْتَهَرْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً لِصَلَاةِ الْعَتَمَةِ ، فَاحْتَبَسَ عَلَيْنَا ، حَتَّى كَانَ قَرِيبًا مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ ، أَوْ بَلَغَ ذَلِكَ ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَصَلَّيْنَا ، ثُمَّ قَالَ : اجْلِسُوا ، فَخَطَبَنَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوا ، وَأَنْتُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَهَرْتُمْ الصَّلَاةَ . أخرجه أحمد (14802/3/347)

وحيثما تنقطع صلة الإنسان بهذه الحياة ، ويوضع في قبره فإنه يتمنى لو عاد إلى الدنيا مرة أخرى لا ليجمع الأموال أو يحصل المناصب ، بل ليصلي ركعتين فقط ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرِ ، فَقَالَ : " مَنْ صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ ؟ " فَقَالُوا : " فُلَانٌ ، فَقَالَ : " رَكْعَتَانِ أَحَبُّ إِلَيَّ هَذَا مِنْ بَقِيَّةِ دُنْيَاكُمْ . " أخرجه الطبراني

في الأوسط (1/282)، رقم (920) . قال الهيثمي (2/249)

وذكر عن التابعي الجليل سعيد بن المسيب رحمه الله تعالى أنه ما فاتته تكبيرة الإحرام نحو أربعين عاما، لأنه ما كان يصلي في المسجد النبوي إلا في الصف الأول، وقال وكيع رحمه الله تعالى : كان الأعمش قريبا من سبعين سنة لم تفته التكبيرة الأولى واختلفنا إليه قريبا من سبعين فما رأيت يرضى ركعة . صفة الصفوة لابن الجوزي . (2/69)

وكان الربيع بن خيثم قد سقط شقه في الفالج فكان يخرج إلى الصلاة يتوكأ على رجلين فيقال له : يا أبا محمد قد رخص لك أن تصلي في بيتك أنت معذور فيقول هو كما تقولون ولكن أسمع المؤذن يقول حي على الصلاة حي على الفلاح فمن استطاع أن يجيبه ولو زحفاً أو حبوا فليفعل .

وقال حاتم الأصم : فاتتني مرة صلاة الجماعة فعزاني أبو إسحاق البخاري وحده ولو مات لي ولد لعزاني أكثر من عشرة آلاف إنسان لأن مصيبة الدين عند الناس أهون من مصيبة الدنيا . الذهبي :

الكبائر 10.

وقال: (البزاق في المسجد خطيئة، وكفارتها دفنها). (البخارى مع الفتح (برقم 409) عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي ، حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا ، فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا ، الْأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِيءِ أَعْمَالِهَا ، النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ . أخرجه أحمد (21900) (5/180) و"البخارى" فى "الأدب المفرد 230" و"المسلم (1170) (2/77) .

وروى سعيد بن منصور عن أبي عبيدة بن الجراح أنه تنخم في المسجد ليلة فنتسى أن يدفنها حتى رجع إلى منزله، فأخذ شعلة من نار ثم جاء فطلبها حتى دفنها، ثم قال: الحمد لله الذى لم يكتب على خطيئة الليلة. قال: فدل على أن الخطيئة تختص بمن تركها وعله النهى ترشد إليه وهى تأذى المؤمن بها.

أولا يريد الكاتب أن يشير إلى ملاحظة وهى أن كلمة الهند حينما يكتب الكاتب فى الصفحات التالية، يريد بها تلك البلاد الواسعة التى تشمل دولتى باكستان والهند، لأن الهند كانت بلادا متحدة آنذاك . قبل الخوض فى الكلام عن "الشعر العربى فى

الحث على تنظيف المساجد والعناية بها : حث الإسلام على نظافة المساجد وحسن العناية بها , وجعل لذلك أجر عظيم وثواب كبير , عن أنس بن مالك , قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أَجُورُ أُمَّتِي ، حَتَّى الْقَدَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي ، فَلَمْ أَرْ ذَنْبًا أَكْبَرَ مِنْ سُورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ ، أَوْ آيَةٍ ، أَوْ تِيهًا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا . أخرجه أبو داود (461) و"الترمذى 2916" و"ابن خزيمة 1297" .

وعن أبي سعيد , قال : كانت سوداء تقم المسجد , فتوفيت ليلا , فلما أصبح رسول الله , صلى الله عليه وسلم , أخبر بموتها , فقال : ألا آذنتموني بها ؟ فخرج بأصحابه , فوقف على قبرها , فكبر عليها والناس من خلفه , ودعا لها , ثم انصرف . أخرجه ابن ماجه (1533) صحيح الترغيب والترهيب . 1/67

عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدَبٍ قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَّخِذَ الْمَسَاجِدَ فِي دِيَارِنَا وَأَمْرَنَا أَنْ نُنْظِفَهَا " (رواه أحمد فى مسنده (19671))

ولقد رأى النبى -صلى الله عليه وسلم فى جدار المسجد نخامة فتناول حصاة فحكه وعداها خطيئة

الشعر العربي

في القرن الثامن والتاسع عشر في الهند

الأستاذ سيد جميل الدين ، المدرس بالجامعة النظامية

أولا يريد الكاتب أن يشير إلى ملاحظة وهي أن كلمة الهند حينما يكتب الكاتب في الصفحات التالية، يريد بها تلك البلاد الواسعة التي تشمل دولتي باكستان والهند، لأن الهند كانت بلادا متحدة آنذاك .

قبل الخوض في الكلام عن "الشعر العربي في القرن التاسع عشر في الهند" يجمل لي أن أكتب نبذة عن اشتقاق الكلمة "الهند" ومعناها، تستمد الهند اسمها من كلمة "سندھو" وهو الاسم الهندي لنهر وهو في منطقة السند. ومن هذه الكلمة اشتقت كلمتا "اند" و"هند" معناهما الأرض التي تقع فيما وراء نهر الأندوس، وأصبح سكان هذا الإقليم يسمون الهندوس أو الهنود كما أصبحت بلادهم تعرف بالهندوستان. (1) إن الهند تعد من تلك البلاد التي تحتل مكانا مرموقا بين أخواتها، إذ يعود تاريخها إلى أكثر من خمسة

قبل الخوض في الكلام عن "الشعر العربي في القرن التاسع عشر في الهند" يجمل لي أن أكتب نبذة عن اشتقاق الكلمة "الهند" ومعناها، تستمد الهند اسمها من كلمة "سندھو" وهو الاسم الهندي لنهر وهو في منطقة السند. ومن هذه الكلمة اشتقت كلمتا "اند" و"هند" معناهما الأرض التي تقع فيما وراء نهر الأندوس، وأصبح سكان هذا الإقليم يسمون الهندوس أو الهنود كما أصبحت بلادهم تعرف بالهندوستان

آلاف عاماء، برز فيها عدد كبير من الامبراطوريات التي سادت ثم بادت، قامت ثم اندثرت.

لابد لنا من المعرفة أن الهند مضى عليها العصور المختلفة لها أهمية كبرى في التاريخ، ومنها العصر الذى حكم فيه الحكام المسلمون فى مناطق عديدة على نهج الحكم الذاتى، والراج البريطانى، وهى الفترة التاريخية التى استعمر فيها الانجليز مناطق الهند اعتداءً وقسوة منذ القرن التاسع عشر حتى منتصف القرن العشرين.

تعريف الشعر لغة واصطلاحاً

الشعر هو على المشهور كلام ذا معنى موزون مقفى، مقصود، هذا هو أبسط تعريف للشعر وهو الذى يخطر ببالنا عندما نسمع هذه الكلمة، وقد تحمل بأسس الشعر وأنه كلام أى ألفاظ ذات معنى كُسيِت حلة من الوزن والقافية.

قال عنه ابن منظور " الشعر: منظوم القول غلب عليه؛ لشرفه بالوزن والقافية، وإن كان كل علم شعراً"، وقال الفيومي " الشعر العربى هو: النظم الموزون، وحده ما تركب تركباً متعاضداً، وكان مقفى موزوناً، مقصوداً به ذلك. فما خلا من هذه القيود أو بعضها فلا يسمى (شعراً) ولا يُسمى قائله (شاعراً)، ولهذا ما ورد فى الكتاب أو السنة

موزوناً، فليس بشعر لعدم القصد والتقنية، وكذلك ما يجرى على ألسنة الناس من غير قصد؛ لأنه مأخوذ من (شعرت) إذا فطنت وعلمت، وسمى شاعراً؛ لفطنته وعلمه به، فإذا لم يقصده، فكأنه لم يشعر به"، وعلى هذا فإن الشعر يشترط فيه أربعة أركان، المعنى والوزن والقافية والقصد.

ويقول الجرجاني " أنا أقول -أيدك الله -إن الشعر علمٌ من علوم العرب يشترك فيه الطبع والرواية والذكاء: (9)

العلامة فضل حق الخير ابادى

اسمه محمد فضل الحق بن فضل إمام بن محمد راشد العمرى الحنفى الماتريدى، تفتحت زهرته بخير آباد بمديرية سيتافور (بولاية اترا براديش حالياً) سنة 1212هـ/1797 م وترعرع ونشأ بها. اشتهرت قريته بعلمائها وصلحاتها وشاع صيته فى الفاق ولذا سميت بـ"خير البلاد" وينتهى نسبه بعد اثنين وثلاثين شخصاً إلى سيدنا عمر الفاروق ومن احفاده رضى الله عنه كان شقيقان اسمهما بهاء الدين وشمس الدين رجعا من ايران واستوطنا الهند والاول تمكن على منصب الافتاء بمدينة رهتك وثانى الذكر قطن المدينة بدايون

اتر ابراديش بالهند عام 1116هـ، فى الخامس والعشرين من شهر صفر يوم الأحد، الموافق 29/ 1704 م، وكان رحمه الله حسينياً نسباً؛ لأنه ينتهى إلى الحسين بن على رضى الله عنه .

نشأ الشاعر فى جوّ يحفل بالدين والعلم والأدب؛ حيث كانت أسرته أسرة علمية مباركة؛ لأن أكثر العلماء المشهورين بلغرام ينتمون إلى أسرة الشاعر؛ مثل جده وخاله وابن عمه، ولا شك أنّ هذه البيئة العلمية لعبت دوراً بارزاً فى تكوين شخصيته الفذة، وصياغة قدرته الفائقة، وتنقيح ملكاته الناضجة .

وتلقّى الشاعر رحمه الله الفنون العلمية من أمجد العلماء؛ حيث أخذ اللغة والحديث، والسّير والمنطق، وإجازة سند الحديث المسلسل بالأولى عن جدّه لأمه السيد عبدالجليل البلغرامى، وأخذ العروض والقافية ونواحي الشعر من خاله محبى الدين بن عبدالجليل البلغرامى، والسيد طفيل محمد الأترولى، والشيخ لطف الله الحسينى رحمهم للشاعر غلام على البلغرامى :

1. السبعة السيارة؛ هذه مجموعة دواوينه السبعة الأولى، وأكثر قصائد هذه الدواوين فى الغزل، إلا أن الشاعر بدأ كلّ ديوان بقصيدة أو قصائد فى

الواقعة بولاية اتر ابراديش الهند . ومن أجداد العلامة أبو الواعظ الهركامى الذى كان أستاذاً لملك المغولى أورنگ زيب عالمكير وعضواً فى اللجنة المشكلة لإعداد فتاوى العالمكيرى (10).

كان فضل حق الخير آبادى شاعراً عظيماً يزيد عدد أبياته على أربعة آلاف وغالب قصائده فى مدح النبى صلعم وبعضها فى هجو الكفار وعالج كثيراً من الموضوعات وأروع قصيدته :القصيدة الهمزية والدالية التى نظمها حين كان فى المنفى وكان موضوع هتين القصيدتين نقض عهد ملكة (فكتوريا Victoria)) وصوّر فيهما أحسن تصوير لما تجشمه العلامة من صعوبة ومشقة فيقول

إنى بلانى خدعة امرأة

بلى كيد عظيم ما تكيده نساء

خدعت بأن شهرت أن أمنت

قوما نبت بهم الديار وناؤوا

فأتيت دارى آتبا إذ غرنى

أيمان كافرة لها استيلاء (12)

غلام على آ زاد البلغرامى

ولد العلامة السيد غلام على آ زاد الحسينى

الواسطى البلغرامى رحمه الله بقريه بلغرام بولاية

المديح النبوى لحصول البركة .

2. دواوين آزاد (الثامن والتاسع والعاشر)؛ هذه مجموعة دواوين للشاعر التى رتبها بين سنة 1198هـ - 1199هـ

3. أوج الصبا فى مدح المصطفى؛ هذه المجموعة للقصائد النبوية التى وردت فى دواوينه، وأفرد هذه القصائد النبوية وجمعها فى مجموعة مستقلة فى سنة 1197هـ

4. القصيدة الهمزية؛ وهذه أيضاً قصائد فى نعت المصطفى صلى الله عليه وسلم، ونظمها الشاعر فى المدينة المنورة

6. مرآة الجمال البركات
فاضت روح هذا الشاعر الإسلامى إلى ربها راضية مرضية فى 21/ ذى القعدة سنة 1200هـ - المطابق 15/ سبتمبر 1786م.

الشيخ إبراهيم الأديب الرضوى هو سيد إبراهيم بن سيد عباس الرضوى بن سيد حيدر. تعود سلسلة نسبه إلى الإمام موسى رضا، فهو من السادة الحسينيين. ولد بقرية ميسرم من أعمال مدينة حيدر آباد سنة 1295هـ، ونشأ بها

، وترعرع فى أحضان الدين والعلم، ودرس الكتب الدراسية الابتدائية، والقرآن. وبعد التعليم الابتدائى الإعدادى لدى أبيه ودخل الجامعة النظامية العريقة وأخذ العلم والفنون من المنقول والمعقول عن أساتذتهما الأجلاء، واستفاد فيها من كبار العلماء، كالشيخ محمد عبد الكريم الأفغانى، والمفتى الشيخ محمد ركن الدين، والشيخ عبد الرحمن السهارنفورى، وله أكثر من أربعين مؤلفة ورسالة باللغة العربية والأردية ونظم الشعر وله شرح لامية العرب لشنفرى، وديوان غير مطبوع وفيه 1200 بيت نموذج من شعره، لاميته:

الإحت سُليمى فى البراقع ترفل أو
الشمس تجرى فى الغمام وتذأل
وما الشمس إلا رشحة من جمالها وما
البدر إلا ظلها المتمثل ديارها
باق مدى الدهر رُوْحها وليس لها
فيما تقادم أوّل ينير السما
والأرض سبحات وجهها ومن فرعها
يسجُو الظلام المذيل

2. القاضى طلا محمد البيشاورى: (المتوفى 1310هـ) أحد العلماء البارزين فى الهند، وكان

شعره فى الوجدانيات، وهو فى ذلك لا يغادر
مناهج الشعر القديم .شعره سلس فى ألفاظه قليل
فى معانيه متوازن فى خياله بين البيان والبديع، فيه
قوة عاطفة ورقة تعبير، وقد درج على تسمية
قصائده مثل :شقائق النعمان، وفتيت العقيان،
وشفاء الأسقام، وهو تقليد قديم كان يتولاه بعض
نقاد الشعر(4)

الشيخ احمد بن عبد القادر الشافعى الكوكنى
(المتوفى 1320:هـ) المشهور ببتكر ، أحد الدباء
المشهورين ، له قصائد غراء ، كوكنى نسبة إلى
كوكن، على ما قيل أن طائفة من قريش خرجت
من المدينة المنورة فى زمن الحجاج بن يوسف
الثقفى خوفاً منه، فوصلت ساحل بحر الهند،
وسكن بعض أفرادها فى مدراس وحواليها،
واشتهروا بالنوائط، وتوطن بعضهم فى كوكن،
وهى منطقة معروفة على ساحل بحر الهند
فانتسبوا إليها، وكلهم شافعيون، والشيخ أحمد
ولد عشية النصف من شعبان سنة اثنتين وسبعين
ومائتين وألف، وسماه باسمه أحد السادات
الحضرمية كان نازلاً عند أبيه فى مدينة بمبىء ،
وهو نشأ فى عفاف وطهارة، وكان من صغر سنه
مشهوراً بالفطنة والذكاء ، مجبولاً على الكرم

متولياً بديوان الإنشاء فى مدينة كلكتة ، وكان من
بيت العلم والمشيخة ، تأدب على ذويه وتفقه ، ثم
أخذ الحديث عن السيد حسين الدهلوى
المحدث ، وخلف ورائه ديوانا اسمه "نشأء
الطرب فى أشواق العرب 2)) وله قصائد رصينة
ومن أبياته

راحت سليمى فقلب اليوم فى قلق
ومهجتى فى لهيب الوجد فى حرق
علياء فى نصب غيداء فى طرب
لمياء فى شنب كحلاء فى الحدق (3)

السيد محمد مهدي المصطفى آبادى (المتوفى
1317هـ) وله مجموعة تشتمل على نشره وشعره
(المحاضرات الأدبية) ولد فى قرية مصطفى آباد
(قرية من أعمال رائي بريلي الهند)

الإنتاج الشعرى
مجموع فى الشعر والإنشاء بعنوان :الكواكب
الدرية، وله قصائد متفرقة وردت فى أحد مصادر
دراسته

شاعر نظم فى الأغراض المختلفة، له رثاء فى
شيخه المفتى عباس التستري (ت 1888) فوقف
بالديار وبكى الدوارس والطلول وعاتب الدهر،
أكثر ما أتيح من

والسخاء ، قرأ القرآن على الشيخ آدم الدهشني ،
 والمختصرات على الحافظ محمد على الكوكني
 وعلى غيره من علماء المعمورة ، ثم لم يزل مشمراً
 عن ساق الجد في طلب العلم حتى فاق أقرانه ،
 فقرأ المنطق والحكمة والأصول : من أشعاره
 يا لائمي وشراب الحب أسكرني لو
 ذقت لذة كأس الحب لم تلم ألت
 تعلم أن العذل في مهج الـ عشاق
 يفعل فعل الزيت في الضرم (5)

الشيخ عبد الحميد بن أحمد العظيم آبادي
 (المتوفى 1323هـ : كان الشيخ أديبا بارعا
 ، ويقرض الشعر ارتجالاً ، ومن قصيدة يذكرفيها
 أحوال المسلمين وما نزل بهم من وهن وضعف .
 فوا أسفا ونحن بنو كرام تواتت فيهم علم
 وجود
 ذوى الأعلام والأقلام طرا يزينهم المكارم
 والجنود
 قصرنا نحن في وهن وهون يرق لنا المعاند
 والحسود (6)

المفتي سعد الله المرادا آبدى (المتوفى
 1294هـ / 1877 الميلادي) : كان الشيخ لغويا
 ، فقيها ، نحويا ، تطلع في العلوم والفنون ، وتلمذ

لدى الشيوخ الأجلة من علماء دهلي ولكناؤ . ومن
 مؤلفاته "القول المأنوس في صفات القاموس "
 و"رسالة الكافية في العروض والكافية "
 وكان ينظم الشعر أيضا ومن قصيدة له مدح بها
 النواب كلب على خان يقول فيها
 قد شرف الله أمر الملك والدين وكرم
 المجد والعز والتمكن
 فلا يرى فتنة في عهد دولته غير الذي
 في عيون الحور والعين
 طاب المدائح من مدح الأمير كما طاب
 النسائم من روض الرياحين (7)
 الشيخ فيض الحسن السهارة نفوري :
 ولد الشيخ سنة 1232 الهجرية بمدينة سهارنفور
 بولاية اترابرايش الهند تلقى العلوم الابتدائية من
 أبيه في مدينته ، وشد الرحل للدراسات العليا الى
 مدينة دهلي ، وتلمذ عند الشيخ المفتي صدر
 الدين آزرده وأخذ منه سندا في الحديث النبوي
 على صاحبه الصلاة والسلام و استقى من بحره
 العلمى ثم سافر إلى مدينة رامفور وتلمذ عند
 العلامة فضل حق الخيرابادي وأخذ منه المعقولات
 من المنطق والفلسفه تمهر فيها حتى أصبح ممن
 يشار إليه بالبنان ، ترك خلفه تراثا عظيما ،
 غادر بعض أجداده جزيرة العرب ونزلوا بمحافظة
 "سهارةنفور "فى ولاية أتربرديش الهند

- واستوطنوها، ونسبة إلى هذه المنطقة كتب له هذا "السهارنفورى"، كان والده على بخش أحد العلماء الأفاضل المشهورين، فقرأ عليه الكتب المتداولة من العربية والفارسية، ثم أراد أن ينال المزيد من العلوم والمعارف، وأخذ الحديث عن الشيخ أحمد سعيد العمري الدهلوى، وبعد التبحر فى العلوم الدينية والتضلع من علوم اللغة والأدب قضى حياته فى الدرس والإفادة، وفى آخر عمره تولى التدريس فى الكلية الشرقية بـلاهور، وله تعليقات هامة على تفسير الجلالين ومشكوة المصايح، وهذه الكتب تدل على علو كعبه فى الادب العربى(8).
- انتاجه الشعرى 1: ديوان باسم "ديوان الفيض" وهذا الديوان يشمل 1549 شعرا، 66 قصيدة
2. وله قصيدة قرضاها على وفاة أستاذه العلامة فضل حق الخير آبادى
- ومن قصيدة فى مدح النبى صلى الله عليه وسلم
- من لى بمغفرتى ليغفر لى ومن يخفى على ومن يجيب دعائى
- دون النبى محمد وهو الذى نرجوه فى الضراء والسراء
- 17 بتصرف قليل
2. نشر الجواهر والدرر فى علماء القرن الرابع عشر ص 549
3. فصول فى التعريف بالهند ص للاستاذ عبد العليم الجائسى
- عبد الحى الحسنى: نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر - ذا ابن حزم - بيروت 1999.4
5. نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ج 8
6. فصول فى التعريف بالهند للاستاذ الجائسى ص 318
7. أبجد العلوم للقنوجى ج 3 ص 256
8. ملخصا من الإعلام بمن فى الهند الأعلام وفصول فى التعريف بالهند
9. مأخوذ من "لمنوع للثقافة والأدب"
10. خير آباديات ص 21 للشيخ أسيد الحق عاصم القادرى
11. أخذ الكاتب هذه المعلومات من الكتاب "شرح لامية العرب شرح وتحقيق" للدكتور هيتو
12. انظر للمزيد إلى الكتاب "باغى هندوستان"
1. تاريخ الاسلام فى الهند للدكتور عبد المنعم

المصادر والمراجع

الفقه المقارن

نشأته وتطوره عبر القرون

الحافظ سيد محمد مصباح الدين عمير، طالب التخصص فى الفقه ، بالجامعة النظامية

إن العلوم الشرعية التى يجب الاهتمام بها والبحث عنها وتدارسها والاعتناء بها علوم مختلفة كالتفسير والحديث والقفه وأصول الفقه وما الى ذلك من العلوم التى تساعد على استنباط المسائل من الشريعة الاسلامية ، فمن هذه العلوم الجليلة علم الخلاف المبني على ذكر اقوال العلماء المختلفة والبحث عن آرائهم وأدلتهم وأوجه الخلاف فيها بينهم ، وسمى هذا العلم بالفقه المقارن ايضا فانه يختص بتقرير آراء المذاهب الفقهية فى مسألة معينة مع ذكر محل النزاع فيها بالأدلة ثم مناقشة هذه الأدلة اصوليا والموازنة بينها.

ما الفقه المقارن : لا بد أن نتعرف على الفقه اولاً ثم المقارن ثانياً حتى ندرك الفقه المقارن ادراكاتاً .

فاللغة : الفهم الدقيق والعميق كما ذكر ابن منظور الافريقى فى لسان العرب .(1) والمقارن لغة : من قرن بمعنى وصل وقارن الشئ بالشئ قابله به والمعنى مقابلة الرأى بالرأى وموازنته به.

الفقه اصطلاحاً : العلم بالاحكام الشرعية العملية من أدلتها التفصيلية .(2)

أما الفقه المقارن اصطلاحاً : فهو دراسة الآراء الفقهية المختلفة فى المسألة الواحدة مع مستنداتها .

والفقه المقارن بحيث يبحث عن المسائل المختلف فيها بين المجتهدين والفقهاء، خرج منها المسائل العقدية والأخلاق وأصول الشريعة، فإنها لا تتعلق بالفقه المقارن لكونها من الامور المعلومة من الدين بالضرورة.

الأولى، فقد ذكر مسند الهند الإمام شاه ولي الله المحدث الدهلوى رحمه الله فى كتابه -حجة الله البالغة- حيث قال:

”إعلم ان رسول الله لم يكن الفقه فى زمانه الشريف مدونا، ولم يكن البحث فى الأحكام يوئذ مثل بحث هؤلاء الفقهاء، حيث يبينون باقضى جهدهم الأركان والشروط والآداب، كل شئى ممتازا عن آخره بدليله، ويفرضون الصور من صنائعهم ويتكلمون على تلك الصور المفروضة. (4)

وإذا تعمقنا فى دراسة تاريخ الفقه تاكدنا ان الفقه الاسلامى يرجع جذوره الى زمن الصحابة رضى الله عنهم حيث تجددت القضايا والمسائل التى لم تحدث فى عصر النبوة، ففهم الصحابة بعد النظر الى الاحاديث التى سمعوا من النبي ﷺ واستخرجوا الأحكام فكما أنه من الطبيعى أن يختلف فهم شخص من آخر، هكذا حدث الخلاف بين الصحابة فى فهم الأدلة واستخراج المسائل والاحكام كما نعرف من حديث ”لايصلين احدكم العصر الا فى بنى قريظة“.

وهذا ما قرره مسند الهند الإمام شاه ولي

من الأدلة لشرعية وتقويمها وبيان مالها وماعليها بالمناقشة واقامة الموازنة بينها توصالى معرفة الراجح منها والجمع بينها. (3)

تاريخ الفقه المقارن: إن علم الفقه ازدهر فى العصر العباسى واتخذ اشكالا مختلفة وبحث الفقهاء فى المسائل المتنوعة لما ان الفروع والمسائل تجددت وتنوعت فراجع الفقهاء الى الكتاب والسنة واستخرجوا منها الأسباب والعلل للمسائل المستحدثة والمستجدات النازلة.

والفقه المقارن يرتبط ارتباطاً وثيقاً بالفقه الاسلامى ولكن ظهر هذا العلم متأخرا عن الفقه بفترات يسيرة.

فتاريخ الفقه الاسلامى والمقارن يتفق ويختلف فى بعض المراحل ثم ان الفقه المقارن كان فى البداية منهجا وطريقة فقهية، ولكن تحول فيما بعد إلى علم مستقل وهذا العلم قد اشتهر باسماء عديدة مثلا: الخلافات وعلم الخلاف وفقه الخلاف والفقه التطبيقى والفقه القياسى والفقه المقارن.

ونفهم ظهور هذا العلم ونشوته بانتشار

الفقه، وكيف كان الفقه رائجا وذائعا فى القرون

الله المحدث الدهلوى رحمه الله حيث يقول: "لقد رأى كل صحابى مايسر الله تعالى له من عبادة الرسول ﷺ وفتواه وأقضيته، فعلقها وحفظها وعرف لكل شىء وجهها من قبل حفوف القرائن به فحمل بعضها على الإباحة وبعضها على النسخ لأمارات قرائن كانت كافية عنده".

والفقه المقارن أو ما يسمى بعلم الخلاف نشأ وظهر فى زمن الصحابة، ثم اتسع وتطور فى عصر التابعين، وذلك لأن المسائل المستجدة والقضايا المتعددة طرأت وحدثت حيث اشتبكت الثقافات الاجنبية بالثقافة العربية، ولذا يبحث الفقهاء فى معرفة الأحكام وجرى بينهم البحوث والمناقشات فى المسائل المتنوعة، فتطور علم الخلاف وتطور هذا العلم تطوراً مستمراً فى زمن التابعين حيث نبغ فيهم العلماء الذين قاموا بجمع تلك الأقوال والأراء والفتاوى التى صدرت من المذاهب المختلفة، وحققوا فيها وتوصلوا إلى أدلتهم التى استخرجوا منها المسائل الفرعية، والقضايا الحديثة .

فهكذا تعددت الكتب والمؤلفات فى علم الخلاف مما أدى إلى ازدهار هذا العلم وانتشاره على أوسع النطاق، وذيوه بين الأوساط

العلمية والفقهية.

والفقه المقارن بحيث يبحث عن المسائل المختلف فيها بين المجتهدين والفقهاء، خرج منها المسائل العقدية والأخلاق وأصول الشريعة، فإنها لا تتعلق بالفقه المقارن لكونها من الأمور المعلومة من الدين بالضرورة.

وقد نال الفقه المقارن منزلة مرموقة فى العصر العباسى ؛ لأن المذاهب الفقهية تعددت فى هذا العصر وبحث الفقهاء فى المسائل الحديثة، وجرى المناقشات الفقيهية والأصولية فى ضوء الأدلة، وكما هو معلوم أن العصر العباسى "عصر ازدهار العلوم والفنون" لاسيما علم الفقه.

فالقرن الثانى من الهجرة يعد من أبرز القرون التى ظهر فيه الفقه الاسلامي، وتطور بحيث تأسست المذاهب الفقهية على أيدي الفقهاء الأعلام، وصانها تلامذتهم بجمع الأراء والمسائل، ونقلوها فى مؤلفاتهم، ونضجت المذاهب الفقهية فى القرنين : الثالث والرابع ، وصنفت فيها المصنفات العديدة .

ولما طلع القرن الخامس إزدادت فيه الحركة الفقهية، وركز العلماء إهتمامهم إلى دراسة الفقه، وتاليف المؤلفات ونشرها على

- أوسع نطاق ، وبرز الفقهاء الأعلام، وزودوا الأمة بالثروة الضخمة من الكتب الفقهية الكبيرة التي تعد بمثابة الموسوعات الفقهية.
- وتتجلى لنا هذه الحقيقة في مرآة آثارهم الفقهية التي امتازت بخصائص كثيرة، اذ ذكر الفقهاء اقوال مذهبهم بالأدلة ، وكذلك بينوا الخلاف الواقع في المسائل المختلفة، والمباحث العديدة بجمع الآراء والأدلة.
- فائدة دراسة الفقه المقارن :
- إن من يعنى النظر فى الفقه المقارن ويدقق فى المسائل المختلفة يتضلع بالعلم الواسع والمعرفة التامة بالأصول والمصادر بحيث يعرف تلك الأسس التى بنى عليها الفقهاء آرائهم فى استخراج المسائل الحديثة، وأيضاً تتأتى له الملكة الفقهية بدراسة المسائل الخلافية.
- وأذكر فيما يلى الفوائد و الثمرات التى تتحقق بدراسة الفقه المقارن .
1. يُعرف من دراسة الفقه المقارن أن علم الفقه ذو أهمية بالغة، وهو مرتبط ارتباطاً وثيقاً بالكتاب الحكيم والسنة العطرة، ويفهم المرء أن الفقهاء الكرام بذلوا الغالى والنفيس فى تحقيق المسائل، واستفادوا من المصادر المختلفة
- كالإستحسان والعرف وغيرهما.
2. يتمكن الطالب بعد دراسة الفقه المقارن أن يميز بين الفقه الإسلامى والقانون الوضعى الذى حدده وقرره العقل البشرى فان الفقه مستمد ومستفاد من الكتاب والسنة اللذين يعدان مصدرين أساسيين للهداية الربانية، والقانون الوضعى الذى اكتسبه الانسان بعقله وفكره، هو محتمل للخطأ ، ويتعرض للنقص والتغير، فهو مستمد من العقل البشرى.
3. يوضح الفقه المقارن ان الإنسان فى أمس حاجة إلى دراسة اللغة العربية والآدابها و علوم البلاغة و اسرارها، فان الكتاب والسنة هما باللغة العربية، واذا لم يفهم احد اللغة العربية فكيف يفهم الشريعة حق الفهم؟ وكذلك يثبت بالفقه المقارن ان الطالب لا بدله من معرفة الناسخ والمنسوخ، وعلم مصطلح الحديث، وعلم أصول الفقه والمعرفة بآيات الأحكام وأحاديث الأحكام .
4. الفقه المقارن معرفته يشجع الباحث على البحث العلمى والاجتهاد، وبه يستطيع ان يقدم الحلول للمسائل الحديثة، ويعرف الحكم الشرعى فى المستجدات من القضايا ويحصل له المعرفة الواسعة للمذاهب المختلفة وطرق استنباطها.

طريقة البحث في الفقه المقارن:

ان العلماء الذين الفوا الكتب في الفقه المقارن اتخذوا منهجاً معيناً، واختاروا طريقاً محدداً في بيان المسائل الخلافية؛ حتى يعرف القارى المسائل والأدلة ووجوه الخلاف ويتمكن من فهم الأدلة ومناطات الحكم ومواضع اختلاف الآراء.

١. تصوير المسئلة : يصور مؤلفوا كتب الفقه المقارن المسئلة وحكمه بأن حكم هذه المسألة فرض عند امام، وسنة مؤكدة عند إمام آخر، ومندوب عند ثالث وما إلى ذلك.

٢. تحديد محل الخلاف . ثم يذكروا الخلاف الواقع في مسئلة ما.

٣. بيان منشاء الخلاف .

٤. بيان آراء العلماء وادلتهم في المسألة.

٥. ثم المناقشة والترجيح.

اخيرا اذكر أسماء بعض المؤلفات

المشهوره في الفقه المقارن.

المؤلفات المشهوره في الفقه المقارن.

اهتم العلماء بالفقه المقارن إهتماماً بالغاً،

واعتنوا اعتناء حافلاً فدرسوا الفقه الاسلامي

والمذاهب المختلفه، فظهرت انتاجاتهم

ومصنفاتهم في هذا العلم، هناك بعض المؤلفات

التي كتبت في هذا العلم مع تأييد لمذهب المؤلف

وتضعيف آراء المذاهب الأخرى.

الكتب التي أيدت المذهب المعين :

المعونة في الجدل لابي اسحاق

الشيرازي (٥٣٩٢ . ٢٤٦)

الإشراف على نكت مسائل الخلاف

، للشيخ القاضي عبدالوهاب المالكي (٥٢٣٢)

طريقة الخلاف في الفقه بين الائمة

الاسلاف، للشيخ العلامة محمد بن عبد الحميد

الأسمندي (٢٨٨ . ٥٥٥٢)

الحاوي الكبير، لابي الحسن علي بن

محمد بن حبيب الماوري (٣٦٣ . ٥٥٢٠)

والمحلى للشيخ ابي محمد علي بن احمد

بن حزم (٣٨٢ . ٥٢٥٦)

الخلاف الكبير، للشيخ ابي الخطاب

محفوظ بن احمد الكواذاني (٥١٠)

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، للشيخ

علاء الدين ابي بكر بن مسعود الكاساني

الحنفي (٥٨٤)

الكتب التي الفت في الفقه المقارن بدون

ترجيح أي مذهب:

كتاب اختلاف العلماء للشيخ ابي عبد الله

المصادر والمراجع

- (1) لسان العرب، ابن منظور الافريقي
 (2) التوضيح والتلويح للعلامة عبيد الله بن مسعود
 بن تاج الشريعة البخارى الحنفى رحمه الله
 تعالى، ج: 1، ص: 19
 (3) بحوث فى الفقه المقارن، الدكتور
 محمود ابوليل والدكتور ماجد ابورخية، ص: 13
 (4) حجة الله البالغة لمسند الهند شاه ولي
 الله، ج: 1، ص: 243

- محمد بن نصر المروزي (٢٠٢.٥٢٩٢)
 اختلاف الفقهاء للشيخ ابى جعفر محمد
 بن جرير الطبرى (٢٢٢.٥٣١٠)
 الاشراف على مذاهب العلماء للشيخ ابى
 بكر محمد بن ابراهيم المنذر (٢٢٢.٥٣١٨)
 حلية العلماء للشيخ ابى بكر محمد بن
 احمد الشاشى القفال (٢٢٩.٥٥٠٤)
 الافصاح عن معانى الصحاح للشيخ عون
 الدين ابى المظفر يحيى بن محمد بن هبيرة
 الحنبلى (٢٩٩.٥٦٠)
 بداية المجتهد ونهاية المقتصد للشيخ
 ابى الوليد محمد بن احمد المعروف بابن رشد
 المالكى (٥٢٠.٥٥٩٥)



”مقاصد الإسلام“

مشعل الحياة وموسوعة العرفان

الحافظ سيد محمد بهاء الدين زبير ، طالب التخصص في الفقه بالجامعة النظامية

الحمد لله رب العلمين والصلاة
والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله
وأصحابه أجمعين أما بعد .
إن الله جلّ وعلا خلق في الأمة علماء
أجلة في كل عصر بذلوا قصارى مجهوداتهم في
تطوير الأمة المسلمة ، وركّزوا عنايتهم نحو تربية
الأجيال القادمة ، وكرّسوا أنفسهم لإرشاد الأمة
الاسلامية إلى منهاج الله ورسوله ، وهذه
المسؤولية العظيمة أتت على عواتقهم ، وهي
حملتهم على دؤوب العمل وبذل جهود مضيئة
في تأدية واجبهم تجاه الإصلاح والإرشاد ، فالفوا
الكتب وصنّفوا الرسائل وعالجوا القضايا الرّاهنة
، والمشاكل التي تواجهها الأمة الإسلامية في
معتقداتهم وأفكارهم ، ودحضوا الشكوك

فمن كتب شيخ الإسلام الإمام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقى
رحمه الله التي نالت قبولا واسعا بين الأوساط المثقفة ، كتابه
مقاصد الاسلام، مكوّن من احد عشر جزءا ، هو كتاب عظيم المنافع
و جليل المقاصد يحتوى على موضوعات شتى من التفسير
والحديث والسيرة وأسرار الشريعة وتاريخ الإسلام وقصص
القرآن وتراجم الصحابة وسير العلماء ومناهج الشريعة وطرق
الاستدلال بالأدلة الشرعية ، وما إلى ذلك من العلوم المختلفة
والمباحث المتعددة والمعارف النيرة القيمة التي لا بد للباحث
الاسلامى من التعرف عليها والعمل بها.

وسير العلماء ومناهج الشريعة وطرق الاستدلال بالأدلة الشرعية، وما إلى ذلك من العلوم المختلفة والمباحث المتعددة والمعارف النيرة القيمة التي لا بد للباحث الاسلامي من التعرف عليها والعمل بها.

نظرا إلى أهميته ولكونه عظيم المعاني، يقترح الكاتب لكل من عالم ومفكر ومبلغ وطالب من طلاب الدراسات الإسلامية أن يطالع هذا الكتاب ليحظى بحظ وافر ونصيب واف منها، وكذلك ينبغي لعامة المسلمين ان يتعرفو عليها ويدرسوها دراسة شاملة .

فانا أسجل في السطور الآتية خصائص الكتاب وما حواه من المباحث المهمة، والقضايا العلمية.

الجزء الأول: ففي الجزء الاول كتب مقالة مبسوطه عن الايمان والتمدن وارتباط أحدهما بالآخر، وتطرق إلى حقيقة الانسان وخصائصه التي تميزه عن سائر الحيوانات الحية على وجه الارض، وصرح بأن الانسان مدنيّ الطبع من حيث أنه لا يستطيع ان يعيش منعزلا عن الأهل والمجتمع، وذكر مفصلا عن صفات الطبائع المختلفة للبشر، وأثرها على البيئة والأفراد، واحتياج الطبائع إلى التربية السليمة وحاجتهم إلى الأنبياء

وأزالوا الشبهات التي وجهها الغرب نحو الإسلام . وأثار العلماء الغربيون التساؤلات المضادة للإسلام والشريعة الغراء البيضاء، فحمل العلماء المسلمون المسؤولية على محمل الجد، وردوا هم بكتبهم ومؤلفاتهم إجابات مقنعة.

فمن هذه الثلة المباركة والكوكبة النيرة يعد شيخ الإسلام الإمام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقى مسس الجامعة النظامية المتوفى 1336 هـ، وهو يعتبر في طليعة أولئك العلماء الأعلام من القرن الرابع عشر الهجرى الذين قضوا حياتهم الكاملة فى ابتغاء مرضات الله، وإنه خلف ورائه تراثا علميا أثرى المكتبة الإسلامية، ولعب دورا بارزا فى توعية الأمة المسلمة، وإيقاظ همم الأمة الهندية الخامدة، وإنه أدلى دلوه فى شتى الفنون والعناوين المختلفة فى مؤلفاته العديدة .

فمن كتبه التي نالت قبولا واسعا بين الأوساط المثقفة، كتابه مقاصد الاسلام، مكوّن من احد عشر جزءا، هو كتاب عظيم المنافع و جليل المقاصد يحتوى على موضوعات شتى من التفسير والحديث والسيره وأسرار الشريعة وتاريخ الإسلام وقصص القرآن وتراجم الصحابة

والمرسلين، وأثبت من ناحية العقل أن البشر بحاجة ماسة إلى الرسل الكرام، وذكر في هذا الصدد أقوال حكماء الحيوانات و علماء الفلسفة؛ وفي جانب آخر أكد كلامه بالأدلة الشرعية من القرآن والسنة.

الجزء الثاني وفي الجزء الثاني بين شيخ الإسلام عليه الرحمة نعمة العقل و فضيلتها وخطورتها في البشر، وإنها تفرق بين الجيد والرديء والجميل والقبيح والنافع والضار؛ وبها بلغ الانسان ذروة الكمال، وارتفع إلى أسمى مراتب العز والطهر، وبها انكشفت له الأمور على حقيقتها وظهر له المعارف الجديدة والحقائق الحديثة .

ثم ذكر أن العقل وحده بعيدا عن كتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يستطيع إنارة الطرق و كشف الحقائق؛ بل يحتاج المرء الى تعاليم الانبياء والمرسلين في الأمور السماوية والشؤون الاخروية، وقد وجه الله تعالى في القرآن في عدة مواضع الى التفكير والتدبر والتفقه والتبصر؛ فكل هذه المعاني تحتاج إلى العقل، فالعقل نعمة جليلة ومنحة كبرى موهوبة للإنسان من الله عز وجل .

وذكر المباحث العميقة مستدلاً من الآيات القرآنية وأقوال العلماء والحكماء والفلاسفة حتى يفهم كل من صغير وكبير حقيقة الشريعة والدين .- وفي الجزء الثالث ذكر عن الإنسان وأوصافه ومزاياه وصفات الرب و معرفته ، وهدف خلق الإنسان و أحوال الروح ومراحلها و كيفية إخراج ذرية آدم عليه السلام والمباحث المتعلقة بالقدر وثبوت القدر من المسمريزم

و استفاض الشيخ في البحث والكلام على القدر وردّ آراء الملاحدة ، وكشف القناع عن أغلاطهم وأخطائهم ثم دحض الشك الشائع في الغرب أنه ليس هناك إله إلا القوة واستدل خلالها من العلم الحديث واقوال العلماء الغرب انفسهم .

وفي الجزء الرابع ذكر فضل العلماء واحتياج الأمة إليهم في المسائل المهمة وفضل الزكاة و حقيقتها ، وفضل الحج وأسبابه والمنافع الدينية والدينيوية و حقيقة الوحي و مباحث ذكر الرسول صلى الله عليه وسلم في الصلاة، و وضّح الفروق بين الشرك في العبادة والشرك في العمل و ذكر عظمة النبي الكريم صلى الله عليه وسلم على الخلق ثم فسر آية (بسم الله الرحمن الرحيم) وبركتها وفوائدها ♦

وذكر عن استشهاد سيدنا عثمان رضى الله عنه و فضائله ومناقبه المذكورة فى كتب الصحاح ، وإنه أنفق ماله فى سبيل الإسلام وبذل الغالى والنفيس لخدمة الاسلام والمسلمين وتحدث عن أحوال ابن سبا، والفرق الضالة التى تسببت لمقتل عثمان رضى الله عنه ورد الشبهات الخطيرة التى أثارها الشيعة فى كتبهم المختلفة مستدلا بكتبهم ومؤلفاتهم وهكذا عالج الموضوعات المختلفة والقضايا المتعددة التى تشير الشكوك فى تاريخ الاسلام وقدم لها الحلول الناجحة والإجابات الشاملة المستفيضة.

هكذا اذا طالعنا الأجزاء الكاملة لهذا الكتاب يتجلى لنا أن شيخ الاسلام تطرّق الى موضوعات مهمة تحتاج الأمة الى إيضاها وشرحها.

فكماتحدث فى المباحث العديدة من ناحية العقل والفلسفة كذلك تكلم فيها من ناحية الدين والشريعة وذكر فى المباحث العقلية آراء حكماء اليونان والفلاسفة ثم ردها رداً بليغاً مستدلاً بالأدلة التى أثبتتها العلماء انفسهم وتأكدت لديهم.

وبعد الدراسة الشاملة لهذا الكتاب يتضح لنا أن شيخ الإسلام يحمل فى صدره همّ الاسلام والمسلمين؛ ويرشد الأمة الإسلامية فى قضايا

وفى الجزء الخامس تحدث عن التصوف فى ضوء المنظور الإسلامى ، وذكر مفصلاً عن كلمة "الصوفى" لفظاً واصطلاحاً وخصائص الصوفياء ومراتبهم وجهدهم فى الطريق إلى الله جل وعلا ، وذكر عن أحوال الجنة وأحوال النار مستفيضاً ، وقدم مبحثاً عقلياً عن الجنة والنار ثم أتى بذكر الإيمان على الأمور الأخروية عقلاً وشرح بعض الأحاديث النبوية واستخرج منها المعانى النفيسة والمطالب العالية ثم بين عن فقر النبى صلى الله عليه وسلم وأسبابه وإنه كان اختيارياً ليس اضطرارياً.

وذكر المباحث المختلفة عن مأساة كربلاء ، و مكانة الامام حسين رضى الله عنه بين الصحابة فى ضوء القرآن والأحاديث النبوية، وخلافة الصحابة الكرام رضى الله عنهم وأسباب غزوة الجمل وقدم وجهات النظر السليمة النابعة من القرآن الكريم حول الوقائع التاريخية والحوادث المهمة الكبرى فى تاريخ الإسلام والمسلمين .

وفى الجزء السادس ناقش الحوادث العظيمة والقضايا التاريخية المهمة التى حدثت خلال خلافة عثمان رضى الله عنه ، و ثم تحدث عن فتنه رئيس الفتنة عبد الله بن سبا ودسائسه ومكره

، وعدد الحيوانات التي توجد فيها .
 5. بحث نفيس محتو على الجهاز الإنساني الداخلي ، والجهاز العضلي والمناعي والهضمي والتنفسي ، و وظائف الأعضاء الداخلية من المعد والرئتان والكبدة و الأمعاء والقلب فى حماية البدن الإنساني وتنميته .
 6. صفحات قيمة عن التصوف ومراحله ، وإرشاد السالكين والعارفين وتوجيهات قيمة لهم .
 الجزء الثامن : وهو متكون من 264 صفحة ، و يشمل أربع مباحث رئيسية ، المبحث الأول يتناول تفسير سورة الناس ، فسرهما شيخ الإسلام تفسيراً صوفياً وهو نوع من تفسير القرآن الكريم ينتمى إلى نمط معين من الفهم ، وهو فهم المعانى التى قد لا تظهر لأول وهلة ، وإنما تحتاج لتدبر وتأمل ، وهذه المعانى تكون من إشارات الآيات وتظهر لأرباب السلوك وأولى العلم .
 فسرهما شيخ الإسلام واستخرج من القواعد العربية النكات والتوجيهات القيمة التى تنفع السالكين . ومن أمثال ذلك أنه ذكر خلال تفسير كلمة "قل" نكتة عظيمة وهى أن تلك الكلمة تبدو للناس أنها ذات الحرفين ظاهرة ولكنها فى الحقيقة ذات ثلاثة حروف وهى "ق و ل" لأن

عديدة وموضوعات شتى ، وربى جيل الشباب تربية إسلامية ، وعلمهم الآداب الإسلامية ، وقدم الأدلة العقلية والعلمية فى دحض الشكوك و تنفيذ الشبهات التى ما زال الغرب يشيرها ، وذكر الآراء الصحيحة فى أخطاء المستشرقين ونصحهم بأن يعودوا الى الفهم الصحيح والمنهج المستقيم فى القضايا الدينية ، والمباحث الإسلامية .

والآن نتناول الجزء السابع وهو مكون من 184 صفحة ، وهو يحتوى على مباحث ذات أهمية قصوى ، ويجدر بالذكر أن شيخ الإسلام كان يكتب على قضايا ساخنة فى عصره ، ويرشد الأمة إلى قصد السبيل ، ومحتويات هذا الجزء كما يلي 1. مباحث طويلة حول الطبائع واختلافها ، وأقوال الحكماء فيها ، وأسباب إصابة الجسد بالأمراض . وتحديث عن العجائب البدنية

2. مقالة مبسطة عن حاجة البدن الإنساني إلى اللحم ، ومصادر الغذاء الانساني من النباتات واللحم .

3. جواب من اعترض على جواز اللحم فى الإسلام ، واعتبره مضادة للطبائع الإنسانية ، وبيان الدلائل العلمية المؤيدة لوجهة الإسلام

4. مباحث علمية حول حقيقة الماء و قطراته

ومتنوعة من الأحاديث الصحيحة التي تؤيد معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم بعض اهم محتويات الكتاب كما يلي
تأثير يده المباركة
صار غصن النخل سيفاً
لماذا تأخر انتشار الإسلام رغم القدرة على نشره
-ابيض وجهه من أجل المسح على وجهه بيده المباركة.

-الغرب وافق على قصص الجنون ومدى تأثيره.
-زال الجوع بوضع يده المباركة.
-منهج الإرشاد والنصح
-أسباب اختلاف القراءات العشر والسبع
-إن الله أعطى له مفاتيح فارس.

ذكر شيخ الإسلام كثيراً من الآيات القرآنية، والأحاديث النبوية، ونقل أقوالاً عن الأئمة الأعلام من أئمة أهل السنة والجماعة، يتأكد لنا بها جواز التبرك بآثار النبي صلى الله عليه وسلم وآل بيته، ولا فرق في ذلك بين حياته وانتقاله لربه، وكذلك جواز التبرك بآثار الصالحين لا فرق في ذلك بين حياتهم ومماتهم

ويستحب للمؤمن أن يلتمس بركة هذه الجهات التي ثبتت بركتها من عند الله سبحانه

حرف "الواو" مقدر فيها. الفعل الماضى والمضارع والأمرتكونت من المصدر "قول" وهو من حيث أن الفعل المضارع يؤخذ من الفعل الماضى بزيادة حرف فى أوله من أحرف المضارع، والفعل الأمر يتكون من المضارع، يحذف حرف من أحرف المضارع ثم يجزم الآخر ويحذف إن كان فى آخره حرف من الحروف وهذه الحذف والزيادة تفيدنا بأن التطور من مرتبة إلى مرتبة أخرى والحصول على الازدهار والنمو يحتاج إلى قبول شيء وترك شيء آخر، وهكذا العلم والمعرفة يتطلب شيئاً وهو ترك لواز الجهل والتحلى بالوقار والاجتناب عن المعصية والمبحث الثانى يحوى قضية وحدة الوجود والمبحث الثالث يشتمل على مسألة خلق القرآن .

وإليك هذا الجزء التاسع وهو يفوح برواحه العطرة الرائعة، لأنه يشمل الأحاديث النبوية الصحيحة التي تدل على معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم وجواز التبرك بآثاره. وآنذاك فى عصره كانت شذمة قليلة تنكر معجزات النبي صلى الله عليه وسلم، ويقومون بإساءة فى شأنه، ومن أجل ذلك كتب شيخ الإسلام رحمه الله هذا الجزء وجمع فيها مجموعة كبيرة

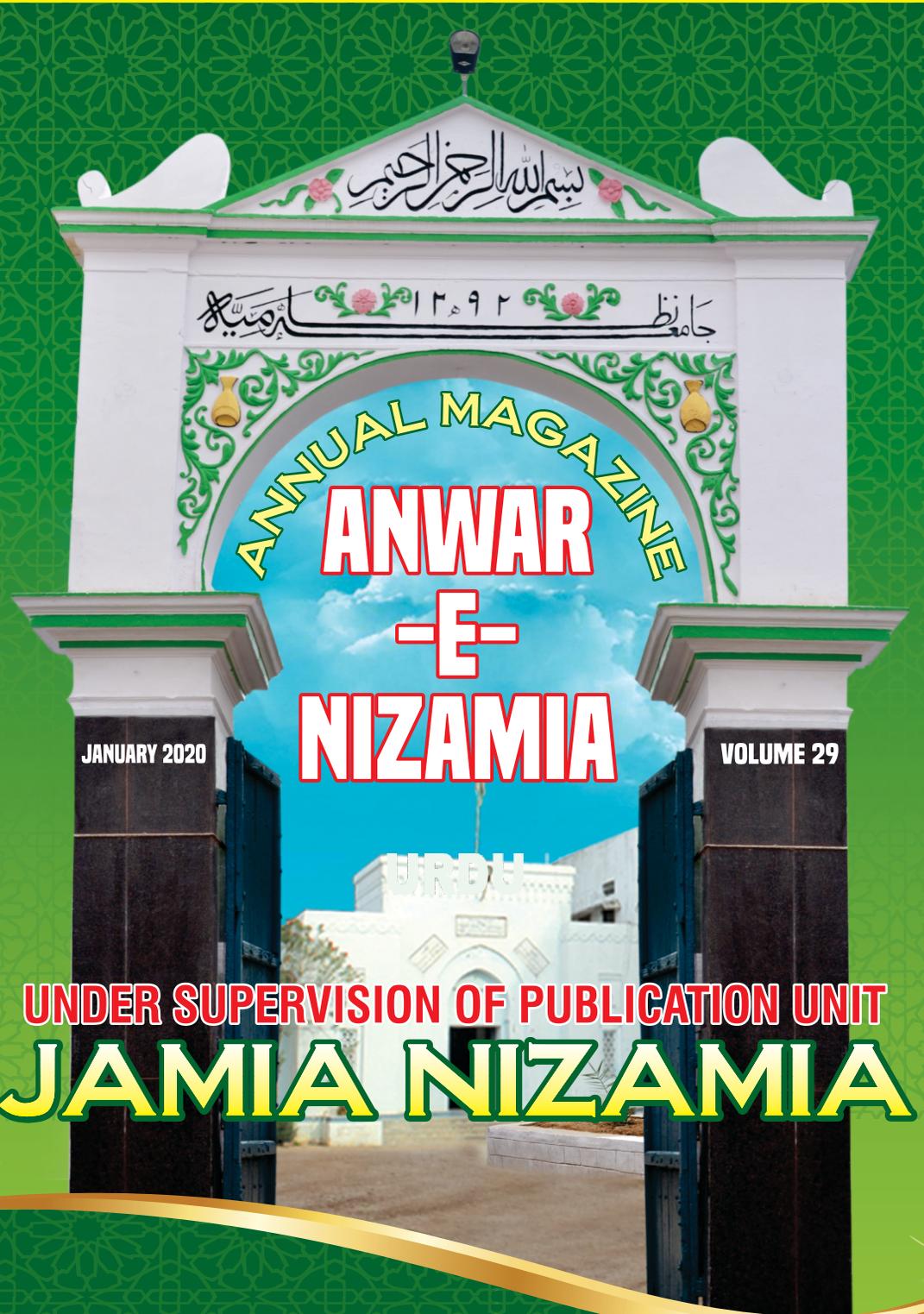
سلسلة ذهبية لكتاب مقاصد الإسلام، و ذكر فيه شيخ الإسلام عن ضرورة اتباع الصحابة وامتثالهم وفضائل النبي الكريم صلى الله عليه وسلم و الرد على عقائد الوهابية، وبحث فيه عن الفنون والعلوم الأخرى وعن حكمها في الإسلام حول العلوم الشائعة من علم القيافة والعرافة والرمل والنجوم إلى غير ذلك من الفنون، وأتى فيه ببحث جميل عن مولد النبي صلى الله عليه وسلم وحكمته. وكتب عن الوقائع والإرهاصات التي برزت حين ولادة النبي صلى الله عليه وسلم

و خلاصة الكلام وجملة المرام أن الكتاب مقاصد الاسلام فى الحقيقة موسوعة علمية، تتألف فيها تجليات ربانية، وتشرق فيها أنوار نبوية، وتلمع فيها أشعة قادرية، وهى حافلة بالمقالات و البحوث العلمية، كتب فيها شيخ الإسلام المباحث هى خلاصة الأحاديث والقرآن، وهما تظهران فى الكتاب مثل اللؤلؤ والمرجان، والحق أنهما فى الأصل النور والبرهان، وإن مقاصد الإسلام ينادى الأمة إلى الحق ليلا ونهارا كما لأذان، ويرشدها نحو الفلاح والجنان ويمنعها من الكفر والطغيان...

وتعالى، فيستحب للمؤمن التبرك بالنبي صلى الله عليه وسلم وآثاره، وقد ثبت ذلك التبرك من صحابة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بحضرتة الشريفة، ولم ينكر عليهم بل ورد عنه صلى الله عليه وسلم إجابته بالتبريك لهم وعليهم.

الجزء العاشر : كتب فيه الشيخ قصة غزوة سيدنا أسامة رضى الله تعالى عنه و كيف كان الصحاب يمثلون بأمر النبي صلى الله عليه وسلم، و ذكر عدل أبى بكر و ذكر فيه مداومة الخليفة الثانى سيدنا أبى بكر رضى الله عنه على أوامر النبى صلى الله عليه وسلم، و ذكر الشيخ من أهم جوانب حياة أبى بكر، ثم تناول حياة الخليفة الراشد الثانى سيدنا عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه . وسلط الضوء على معنى المراقبة وبيعة المشائخ و معنى قوله جل و علا "وما رميت اذ رميت"، و قدم بحثا نفيسا حول النداء بقول يا محمد صلى الله عليه وسلم، و ذكر فيه عن تمنى الشهادة و إلى غير ذلك من المباحث اللطيفة وفيه سيرة للخلفاء الراشدين الأربعة و كبار أصحاب النبى و فضائلهم .

الجزء الحادى عشر : وهذا آخر جزء من



JANUARY 2020

VOLUME 29

UNDER SUPERVISION OF PUBLICATION UNIT
JAMIA NIZAMIA

Hyderabad-500 064, T.S. INDIA. Phones: 24416847, 2456772
www.jamianizamia.org E-mail: fatwa@jamianizamia.org fatwajamianizamia@yahoo.com

Printed at: Abul Wafa Al-Afghani Offset Printing Press JAMIA NIZAMIA, Hyd - Ph: 24416847